مولوی محمد فضل خان

ایک عالم ربانی کی داستان حیات

منیر الدین احمد

انتساب

مولوی محمد عمر بخش نقشبندی مجددی
(متوفی ۱۸۸۷ء)
کے نام

جو مولوی محمد فضل خان کے حقیقی ماموں، استاد اور شیخ التصوف تھے

منیرالدین احمد

مولوی محمد فضل خان کے فرزند راجہ عبدالرؤف خان (۱۸۹۹ء۔۱۹۶۶ء) کے بیٹے ہیں اور پنجاب یونیورسٹی لاہور (مولوی فاضل، بی۔اے) اور ہمبرگ یونیورسٹی جرمنی (ڈاکٹر آف فلاسفی) کے فارغ التحصیل ہیں۔ آپ ۱۹۶۰ء سے جرمنی میں مقیم ہیں، جہاں پر آپ جرمن اور رینٹ انسٹی ٹیوٹ کے ریسرچ فیلو اور ہمبرگ یونیورسٹی کے استاد کی حیثیت سے خدمات سرانجام دینے کے بعد دسمبر ۱۹۹۹ء میں ریٹائر ہوئے ہیں۔ آپ اردو ادب میں بطور افسانہ نگار اور جرمن ادب کے مترجم کے جانے جاتے ہیں۔

حرف اول

مولوی محمد فضل خان، جن کی داستان حیات اس کتاب میں بیان کی جا رہی ہے، میرے دادا تھے۔ میں نے انہیں بہت کم عمری میں دیکھا ہے۔ بچپن کی ابتدائی یادوں میں سے ایک سین آج بھی میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے۔اماں دوپہر کا کھانا لگانے کے بعد مجھے اجی (میری مادری زبان پٹھوہاری میں بزرگوں کو اس نام سے پکارتے ہیں) کو اطلاع کرنے کے لئے کہتی ہیں، جو مہمان خانے میں صبح سے بیٹھے لکھنے پڑھنے میں مصروف ہیں۔ میں دروازے پر دستک دیتا ہوں، پھر دروازہ کھول کر اماں کے کہے ہوئے الفاظ کو اپنی توتلی زبان میں دہراتا ہوں۔اجی کاغذ قلم کو ایک طرف رکھ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ میں پانی کے لوٹے کی طرف لپکتا ہوں، جسے میں نے پہلے سے بھر رکھا ہے۔ اجی مسکراتے ہوئے میری طرف آتے ہیں اور پیار سے میرے گال کو سہلا کر کہتے ہیں:" بیٹا میرے ہاتھ صاف ستھرے ہیں، مگر تم اصرار کرتے ہو، تو دھو لیتا ہوں"۔اتنے میں ان کی نظر اماں پر پڑتی ہے، جو چپکے سے دادا اور پوتے کو دیکھ رہی ہیں۔اجی اماں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:(میں یہ بات اپنے حافظے کی بناء پر نہیں لکھ رہا ہوں، بلکہ اماں کی روایت پر، جنہوں نے برسوں بعد مجھے یہ واقعہ یاد دلایا تھا اور وہ ساری باتیں سنائی تھیں، جو ہم تینوں کے درمیان ہوئی تھیں) "چنوں (اماں کو بچپن سے گھر والے اس نام سے پکارتے تھے، جب کہ ان کا

اصلی نام امتہ العزیز بیگم تھا) تمہارا یہ بیٹا بہت صفائی پسند ہے اور مجھے لگتا ہے کہ یہ بڑا ہو کر عالم و فاضل بنے گا اور میرے کام کو آگے بڑھائے گا"۔ مجھے یہ ساری باتیں تو یاد نہیں ہیں، مگر گھر کی وہ ڈیوڑھی آج بھی میری باطنی آنکھوں کے سامنے ہے، جہاں پر کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد میں اجی کے ہاتھ اصرار کر کے دھلاتا تھا اور وضو کرنے کے لئے لوٹے میں پانی بھر کر دیتا تھا۔

اجی کی مستقل رہائش اپنے آبائی گاؤں چنگا بنگیال (تحصیل گوجر خان، ضلع راولپنڈی) میں تھی، وہیں پر آپ کی خواہش کے مطابق آپ کے بچوں نے اپنے مکانات بنوائے۔ اجی سال میں ایک دو مہینوں کے لئے ہمارے پاس آ کر شہر میں ٹھہرتے تھے۔ جب تک ابا جی راولپنڈی میں تعینات تھے، اجی سال میں دو تین یا زیادہ بار آ جاتے تھے۔ مگر ابا جی کی تبدیلی پشاور ہو جانے کے بعد اجی کا آنا جانا کم ہو گیا۔ پھر تھوڑے عرصے کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔ اور یہ دوسرا سین ہے، جو کسی فلم کی طرح میری یادداشت پر مرتسم ہے۔ مجھے گاؤں کی حویلی میں وہ جگہ یاد ہے، جہاں پر شہتوت کے درخت کے نیچے اجی کی میت رکھی ہوئی تھی اور بیشمار لوگ اسکے گرد جمع تھے۔ اماں نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر آگے کیا تھا اور کہا تھا کہ اجی کو آخری سلام کر لو۔

اجی کے بارے میں اس سے زیادہ عینی یادداشت کا سرمایہ میرے پاس نہیں ہے، کیونکہ جب انکی وفات ہوئی، تو میں ابھی ساڑھے تین برس کا تھا۔ مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ دونوں سین کیونکر میرے ذہن میں رہ گئے۔ اس میں یقیناً اماں کا ہاتھ تھا، جنہوں نے یہ دونوں واقعات مجھے بچپن میں متعدد بار سنائے تھے۔ انہی کی زبانی مجھے یہ بھی پتہ چلا تھا کہ اجی نے میرے لئے محمد یحیٰی کا نام تجویز کیا تھا۔ چنانچہ جب میں نے طالب علمی کے دنوں میں اخبارات و رسائل میں لکھنا شروع کیا، تو یحیٰی فضلی کا قلمی نام اختیار کیا، جسے

میں نے اجی کے نام سے مناسبت کا اظہار کرنے کیلئے چنا تھا۔(اتفاقاً میرے نانا جان کا نام بھی فضل محمد تھا، گویا میں دونوں طرف سے فضلی تھا)۔اس زمانے میں مجھے بالکل پتہ نہ تھا کہ مجھے یحییٰ کا نام اجی نے ایک الہام کی بناء پر دیا تھا۔اجی کو، جو صاحب کشوف والہامات تھے، جس کا تفصیلی تذکرہ آگے چل کر آئیگا، میری پیدائش سے قبل مؤرخہ ۲۴ اگست ۱۹۳۴ء کو الہام ہوا: انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ (ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں، جسکا نام یحییٰ ہے)۔اسکے دو ماہ اٹھائیس دن کے بعد میں پیدا ہوا، تو میرا نام محمد یحییٰ رکھا گیا۔اس بات کا پتہ کہ مجھے پہلے باضابطہ طور پر یہ نام دیا گیا تھا، مجھے ابھی حال میں ہی چلا، جب میں نے اپنا برتھ سرٹیفکیٹ راولپنڈی میونسپل کمیٹی سے بنوایا تا کہ اپنی تاریخ پیدائش کو، جو میرے کاغذات میں غلط درج تھی، درست کرا سکوں۔کمیٹی کے ریکارڈ میں میرے موجودہ نام کی بجائے محمد یحییٰ لکھا ہوا تھا۔مجھے بعد میں موجودہ نام دیا گیا تھا، جو جماعت احمدیہ کی رسم کے مطابق اس وقت کے خلیفہ کا دیا ہوا ہے۔البتہ والدین نے مجھے شروع سے بتا رکھا تھا کہ اجی نے مجھے یحییٰ کا نام دیا تھا۔چنانچہ میں بچپن میں اسے اپنے نام کے ساتھ تخلص کے طور پر لکھا کرتا تھا۔

اجی کے علم و فضل کے چرچے میں بچپن سے ہی سنتا آیا تھا۔چنگا میں عمو جان راجہ عبدالرحمٰن خان کے مکان کے پہلو میں حویلی کے اندر اجی کی مسجد تھی۔اس مسجد میں ان کا اکثر وقت پڑھنے، تصنیف و تالیف کتب اور عبادت الٰہی میں گذرتا تھا۔الماریاں کتابوں سے بھری ہوئی تھیں۔اجی کی اپنی شائع شدہ کتابوں کے اسٹاک بھی وہیں پر رکھے ہوئے تھے۔انہوں نے درجن بھر کتابیں لکھی اوران میں سے بیشتر خود چھاپی تھیں، جن کا ذکر آئندہ ابواب میں آئے گا۔ان کتابوں کے آرڈر ہندوستان کے کونے کونے سے آتے تھے، جس کے سبب گاؤں میں ڈاک خانہ کھولنے کی ضرورت محسوس کی گئی، جس کی آمدنی کا دارومدار

شروع میں واحد اجی کی ڈاک، کتابوں کی ترسیل، منی آرڈروں اور رجسٹری شدہ خطوں پر تھا ۔اس زمانے میں ہمارے گاؤں میں پڑھے لکھے لوگ ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے ۔ایسے ماحول میں اجی جیسے عالم بے بدل کا پیدا ہونا ایک غیر معمولی بات تھی ۔خود ان کے اپنے خاندان میں تعلیم کا کچھ ایسا رواج نہ تھا۔اجی کے والد کے بارے میں سنا ہے کہ کورے ان پڑھ تھے۔اجی کے بڑے بھائی حکیم خواجہ کرم داد خان نے معمولی تعلیم حاصل کی تھی ۔آدمی البتہ سیانے تھے اور جڑی بوٹیوں سے واقف تھے اور طب یونانی میں دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ مہاراجہ جموں وکشمیر کے دربار تک رسائی حاصل کی، جس نے طبی خدمات کے عوض انعام میں ایک حویلی جموں میں ان کو عطا کر دی تھی ۔ان کی زندگی کا بیشتر حصہ ادھر ہی گذرا، جہاں پر انہوں نے دوسری شادی بھی کی، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بیوی حکیم مولوی نورالدین، جو بعد میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ بنے، کی مطلقہ تھیں ۔ چنگا میں ان کی پہلی بیوی رہتی تھی، جس سے ان کی چار بیٹیاں تھیں ۔خواجہ کرم داد خان نے لمبی عمر پائی اور پاکستان بننے کے بعد ۱۹۵۰ء میں وفات پائی ۔ وہ سر پر ہندو پنڈتوں کی طرح بہت بڑا پگڑ باندھتے تھے ۔اجی کے دوسرے بھائی نواب خان کو، جو ان سے عمر میں چھوٹے تھے، لکھنے پڑھنے سے کوئی رغبت نہ تھی ۔ باپ دادا کے وقتوں سے خاندان کی زمینداری اچھی خاصی تھی، جس کے سبب خاطر خواہ آمدنی ہو جاتی تھی اور خاندان کی زندگی قدرے بے فکری سے گذرتی تھی ۔ سنا ہے کہ اجی نواب اپنی شاہ دلی میں لوگوں کو زمینیں انعام میں دے دیا کرتے تھے۔ان کی زندگی گھڑسواری کا شوق پورا کرنے اور سیر سپاٹے میں گذری ۔

جب میں نے ہوش سنبھالا، تو دیکھا کہ ہمارے گھر میں اجی کے بارے میں محبت واحترام کے بے پایاں جذبات پائے جاتے تھے، مگر ان کا ذکر آنے پر خاموشی سی چھا جاتی تھی، جس کا سبب اجی کی زندگی کے آخری سال اور ان میں پیش آنے والے

واقعات تھے۔ اس بات کا سراغ مجھے اس وقت ملا، جب میں نے آگے چل کر اجی کے کتب خانے میں دلچسپی لینی شروع کی اور کتابوں کو ترتیب دے کر ان کی فہرست بنانے لگا۔ میرے ہاتھ اجی کے آخری برسوں کے چند رسائل لگے، جن میں انہوں نے نہایت وضاحت کے ساتھ اپنے سابقہ اعتقادات سے دستبردار ہونے اور جماعت احمدیہ سے اپنی علیحدگی کا اعلان کیا تھا۔ یہ امر ان کے بچوں اور دوسرے رشتہ داروں کے لئے نا قابل فہم تھا، کیونکہ وہ لوگ اجی کے ذریعہ جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے تھے اور اس قدر راسخ العقیدہ ہو چکے تھے کہ ان کے لئے اس فرقہ سے علیحدگی نا قابل تصور بن چکی تھی۔ اس قضیئے کی تفصیلات دوسری جگہ پر درج ہوں گی۔ یہاں پر صرف اس قدر بیان کرنا مقصود ہے کہ اجی ایک غیر معمولی شخصیت کے حامل تھے، جو صرف انقلابیوں کے حصے میں آتی ہے۔ اجی نے اپنی زندگی میں دو بار ایسے انقلابی قدم اٹھائے، جس کے نتیجے میں دونوں بار آپ کے ماحول نے شدید ردعمل دکھایا۔ پہلی بار جب آپ نے جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا، تو آپ کے صوفی دوستوں اور پیر بھائیوں نے آپ سے رشتہ توڑ لیا اور بہت لمبے عرصے تک اجی کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ آخری عمر میں پہنچ کر جب اجی نے جماعت احمدیہ سے علیحدگی اختیار کی، تو خود آپ کے بچوں نے آپ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ جماعت احمدیہ نے اجی کی علمی خدمات کا صلہ، جو آپ نے اس جماعت کی فقہ کو تدوین دے کر سرانجام دی تھیں، یہ دیا کہ آپکا نام اپنی تاریخ میں سے نکال دیا۔ احسان فراموشی اس جماعت کا خاصہ اور علم کی ناقدری اسکا شیوہ ہے۔

اجی کے علم و فضل کا چرچا دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ہندوستان کے کونے کونے سے بلکہ غیر ممالک سے آپ کے نام خط آتے تھے۔ آج بھی اکا دکا خط گاؤں میں پہنچتے ہیں، جن میں مولوی محمد فضل خان کے لواحقین سے آپ کی کتابیں بھیجنے کی درخواست

ہوتی ہے۔ اجی کی زندگی میں دور دراز سے لوگ سفر کی صعوبتیں اٹھا کر آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ ان کی تعداد رفتہ رفتہ اتنی بڑھ گئی تھی کہ اجی کو اپنی زندگی کے آخری برسوں میں اعلان کرنا پڑا کہ "بجز اجازت کوئی صاحب میرے پاس نہ آویں"۔ اجی نے "کتاب الزلزلہ نمبر۴" میں لکھا:

"میں کثرت خلق سے بھاگتا ہوں۔ خدا نے مجھے فرمایا ہے کہ رویة الخلق یمیت القلب۔ میں نہیں چاہتا کہ رؤیت خلق کی وجہ سے اپنے محبوب سے محجوب ہو جاؤں۔ کوئی صاحب میرے پاس آنے کی تمنا نہ فرمائیں۔ جو بات پوچھنی ہے وہ خط کے ذریعہ طے فرمائیں"۔

ان ملاقاتیوں میں، جن کی آمد سارا سال جاری رہتی تھی، امیر کبیر لوگ اور ریاستوں کے نواب شامل تھے۔ بالخصوص ریاست انب کے نواب اور سوات کے سابق بادشاہ سید عبد الجبار شاہ آپ کے محبوں میں سے تھے اور آپ کے ساتھ باقاعدگی سے خط و کتابت کا سلسلہ رکھتے تھے اور خود بھی آپ کی قدم بوسی کے لئے چنگا میں آپ کے غریب خانہ پر حاضر ہوتے تھے۔ ایک مہمان ایسا بھی آپ سے ملاقات کرنے کی نیت سے گاؤں میں آیا، جو خود مرجع خلائق تھا اور جس کے آستانے پر ہزاروں انسان ہر سال چل کر آتے تھے۔ یہ تھے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف والے، جو اجی سے علمی معاملات میں مشورہ کرنے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ ان کو پتہ تھا کہ اجی کسی پیر فقیر کے دروازے پر نہیں جاتے، اس لئے انہوں نے خود آنا پسند کیا۔ جو لوگ پیر صاحب گولڑہ شریف کے اس مناظرے کے بارے میں جانتے ہیں، جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر عربی زبان میں لکھنے کے سلسلے میں کیا تھا، وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کا اجی کے دروازے پر حاضری دینا ان کیلئے کیا معنی رکھتا تھا۔ اجی نے اس زمانے میں ابھی جماعت احمدیہ کو نہیں چھوڑا تھا۔

اجی کا شمار ہندوستان کے ان عالموں میں ہوتا تھا، جن کی عربی دانی کا ایک عالم معترف تھا۔ آپکے مضامین مصر، شام اور حجاز کے جرائد میں شائع ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر آپکا ایک استفسار مصر کے رسالے "الہلال" بابت اپریل (نیسان) **اقتراح علی علماء المسلمین** " (مسلمان علماء سے ایک سوال) کے عنوان کے تحت چھپا ہوا ہے، جو یاجوج و ماجوج کے بارے میں ہے۔ اسکے جواب میں جون (حزیران) ۱۸۹۹ء کے شمارے میں طنطاوی جوہری کا مضمون "**یاجوج وماجوج هم التتر والمغول**" (یاجوج اور ماجوج تاتار اور مغل (یعنی منگول) ہیں) شائع ہوا۔ اجی کا ارادہ تھا کہ اپنی کتاب "اسرار شریعت" کا عربی ایڈیشن کسی عرب ملک سے چھپوائیں۔ اس بات کا اعلان بھی آپ نے کر دیا تھا، مگر اس کام کے لئے جس قدر سرمایہ درکار تھا، وہ آپ کی استطاعت سے باہر تھا ۔تاہم کتاب کا عربی زبان میں ترجمہ آپ نے شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ "اسرار شریعت" کی پہلی جلد کا عربی ترجمہ آپ نے ۱۹۲۳ء میں اپنی کتاب "نہج المصلی" کے نچلے نصف پر چھاپا ۔ مجھے قاہرہ، دمشق اور یروشلم کے سفروں کے دوران وہاں کے کتب خانوں میں اجی کی یہ کتاب ملی اور میری ملاقات بعض ایسے عالموں سے ہوئی، جنہوں نے اس کتاب کو پڑھ رکھا تھا۔ الاستاذ محمد بسیونی نے، جو مالک رام کے مصر میں قیام کے دوران ان کے قریبی دوستوں میں شامل تھے اور جن سے انہوں نے عربی سیکھی اور انہیں اردو پڑھائی تھی، اس امر پر استعجاب کا اظہار کیا کہ ایسی عربی لکھنے والے شخص نے عمر بھر ہندوستان سے باہر قدم نہ دھرا تھا ۔یہی بات مولوی محمد شریف نے مجھ سے کہی، جن کی زندگی کا ایک بڑا حصہ فلسطین میں گذرا تھا اور جہاں پر وہ ایک عربی رسالے "البُشریٰ" کے مدیر بھی رہے تھے۔ بعض لوگوں کو اجی کی عربی زبان پر قدرت کے سبب یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ آپ نے ضرور مصر یا کسی دوسرے عرب ملک میں جا کر تعلیم حاصل کی ہوگی۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے ہندوستان کے

بھی کسی دینی مدرسہ میں داخلہ نہ لیا تھا۔ آپ نے دینی تعلیم اپنے ماموں مولوی محمد عمر بخش نقشبندی مجددی سے حاصل کی، جن کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔ صرف انگریزی سیکھنے کے لئے آپ نے مشن ہائی اسکول راولپنڈی میں داخلہ لیا تھا۔

میرے بچپن کی یادوں میں سے یہ واقعہ بھی ہے، جو مجھے اس وقت پیش آیا تھا، جب ہم چند ماہ کے لئے اپنے گاؤں میں جا کر مقیم ہوئے تھے۔ میں اس وقت آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا اور چنگا کے ایک قریبی قصبہ قاضیاں کے گورنمنٹ مڈل سکول کا طالب علم تھا۔ ہمیں سکول کے راستے میں ایک عورت ملی، جس کا مکان سڑک کے کنارے تعمیر ہو رہا تھا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ چنگا کے بزرگ مولوی محمد فضل خان نے یہ پیشن گوئی کی تھی کہ ایک روز اس علاقے میں ریل گاڑی آئے گی۔ اسے اس بات پر پورا پورا یقین تھا، کیونکہ "مولوی صاحب کی ساری باتیں پوری ہو گئی تھیں"۔ اس کی اور دوسروں کی نظر میں آپ ولی اللہ تھے اور آپ کی قبر پر درگاہ ہونی چاہیئے تھی، مگر آپ کے بچوں کو یہ امر پسند نہ تھا اور انہوں نے وہ سارے جھنڈے اتروا دیئے تھے، جو مریدوں نے وہاں پر نصب کئے تھے۔ اجی ساری عمر پیری مریدی کے دھندوں سے دور بھاگتے رہے تھے۔ ابا جی نے بتایا کہ اجی کی قبر اور اس کی قریبی زمین کو اینٹوں سے چنوا کر پختہ کرانے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ عورتیں اجی کی قبر کی مٹی کو برکت حاصل کرنے کے لئے اور دوائی کے طور پر استعمال کرنے کی خاطر لے جانے لگی تھیں
۔

ریل گاڑی کے چنگا کے قریب سے گذرنے کے بارے میں اجی کے دو کشف درج ذیل کئے جاتے ہیں:

☆ ۳ نومبر ۱۹۳۳ء۔" کشف۔ راستہ میں بہت سے اونٹ لدے ہوئے دیکھے گئے۔ ایک بڑے اونٹ پر میں سوار ہوں۔ سڑک پر پانی سیلاب کا

دیکھا گیا۔ اونٹ کو خشکی پر میں چلاتا ہوں ۔ جب وہ ایک نہایت نوک دار تنگ رستہ پر چلنے لگا، تو میں فوراً اوس سے اوتر پڑا، مبادا وہ گر جائے ۔ پھر میں سوار ہو گیا ۔ بجلی گھر روشن دیکھا گیا، اوس کی روشنی تھی ۔ میں نے کہا آگے جلدی چلو کہ وہ دوسرا ہم کو نہ دیکھے ۔ آگے مصفا نہر ہے ۔ ہم اوس کے کنارے پر چل رہے ہیں ۔ کسی غیر مسلم کے خوک اس رستہ سے گذر رہے ہیں ۔ اون کے دانت بڑے لمبے تھے ۔ میں نے ایک چھڑی لگائی، تو وہ ہم پر حملہ آور ہونے لگا ۔ تب محافظ نے اوس کو ہم سے روک دیا ۔ پھر ہم خشکی پر اپنے گھر آتے ہیں، تو دیکھا کہ ریل ہمارے گاؤں سے مغربی جانب سے نہایت تیزی سے مشرق کو گذر رہی ہے ۔ ریل کا راستہ ہمارے گاؤں سے مغربی جانب سے نائیوں کے میرا سے گذرتا دیکھا گیا ۔ میں اپنے گھر پہنچ گیا ۔ دیکھا کہ ہمارے کئی جدید مکانات تیار ہو رہے ہیں اور مشرقی طرف اون کے دو راستے باہر کی طرف رکھے ہوئے ہیں ۔ معمار ہمارے صحن میں یا کہ اون مکانات میں کام کرتے ہوئے دیکھے گئے" ۔ (کتاب الالہامات ۔ صفحہ ۲۴۹)

☆ ۲ دسمبر ۱۹۳۳ء ۔ " کشف ۔ (۱) دیکھا کہ ہمارے قریب تر سڑک شارع عام پر، جو گوجر خان تک ہے، ہمارے گاؤں چنگا کے قریب ریلوے اسٹیشن بنانے کے سامان جمع کر رہے ہیں اور پختہ نشانات ہیں ۔ پوچھا گیا کہ یہ سڑک ریلوے کہاں تک جائے گی ۔ (۲) الہام ہوا: کوہالہ تک لے جائیں گے اور ایک دوسرے مقام کا نام بتایا گیا، جو مجھے یاد نہیں رہا" ۔ (کتاب الالہامات ۔ صفحہ ۲۶۱)

اجی کے کشوف والہامات کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، جن کو آپ ایک

لمبے عرصے تک ضبط تحریر میں نہ لائے، کیونکہ اس امر کا ارشاد نہ ہوا تھا۔ زندگی کے آخری برسوں میں آپ کو اجازت مرحمت ہوئی، تو آپ ان کو ضبط تحریر میں لائے۔ خوش قسمتی سے میرے پاس آپ کی اس سلسلہ میں تدوین کردہ کتابیں " کتاب الالہامات " اور " الہامات الٰہیہ " دونوں موجود ہیں۔ پہلی کتاب کے جملہ الہامات و کشوف کو دوسری کتاب میں نقل کر دیا گیا ہے۔ اجی کو کئی بار بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے کی سعادت ملی اور متعدد بار حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ کئی ایک مشاہیر امت سے آپ کشف میں ملے، جن میں امام غزالیؒ اور سید عبدالقادر جیلانیؒ شامل تھے۔ آپ نے بے شمار واقعات کے وقوع میں آنے کی قبل از وقت پیشن گوئیاں کیں، جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔ اجی کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے وقف تھی۔ دعائیں اور عبادات آپ کا اوڑھنا اور بچھونا تھا۔ زندگی بھر حق گوئی آپ کا شعار رہی۔ الہامات اور کشوف کو ضبط تحریر میں لانے سے آپ کا مقصد ہرگز خود نمائی نہ تھا۔ اس سلسلہ میں آپ نے سابقہ بزرگان امت کی پیروی کی اور صرف اس قدر چیزوں پر سے پردہ اٹھایا، جس کا اذن تھا، وگرنہ اخفاء سے کام لیا۔ چنانچہ ایک جگہ پر الہام کو درج کرنے کے بعد کاٹ دیا، کیونکہ اس امر کے اظہار کی اجازت مرحمت نہ ہوئی تھی:

> ☆ ۳۰ جنوری ۱۹۳۱ء: " دیکھ میں ایک نہایت چھپی ہوئی بات پیش کرتا ہوں۔ کشف لکھا گیا۔ پھر خیال ہوا کہ مبادا اس کو کوئی شخص پڑھ کر میرے بعد واقف ہو جائے، لہٰذا خدائی فرمان کے موجب اس کو لکھنے کے بعد اس طرح کاٹ دیا گیا۔ کیونکہ اس کو ظاہر کرنے کا حکم نہیں "۔ (کتاب الالہامات۔ صفحہ ۲۸)

اس کتاب میں اجی کی کتابوں کا بھی جائزہ لیا جائے گا، جن میں سے چند

ایک کی از سر نو اشاعت آئندہ برسوں میں ہونے کی توقع ہے۔اجی تصوف کے آدمی تھے۔ آپ کے استاد اور شیخ التصوف مولوی محمد عمر بخش نقشبندی مجددی تھے، جو آپ کے سگے ماموں تھے اور جنکے بارے میں اجی نے لکھا ہے کہ وہ تصوف کی متعدد کتابوں کے مصنف تھے ۔اجی کی سوانح حیات کو آپ کے محترم استاد کے نام معنون کیا جا رہا ہے، تا کہ اجی کے نام کے ساتھ آپ کے استاد کا بھی ذکر خیر ہو اور ان کے لئے بھی دعا کی تحریک ہو۔اجی کو حضرت شیخ الاکبر ابن عربیؒ سے جو روحانی تعلق تھا، وہ بھی تصوف کا ہی شاخسانہ تھا۔اپنے اس روحانی استاد کی طرح اجی کو بھی "غوث زمان" ہونے کی خوش خبری سنائی گئی تھی۔چنانچہ آپ کو الہام ہوا:

☆ ۲۹ مارچ ۱۹۳۴ء۔ "میرے روحانی باغ میں غوث قطب، بقا کے میدان میں چلنے والا"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ۲۷۳۔نمبر ۶۲۲۹)

☆ ۱۴ اپریل ۱۹۳۴ء۔سوال: اس وقت میرا مرتبہ کیا ہے۔جواب: "اسوقت تم غوث زمانہ ہو"۔(کتاب الالہامات۔صفحہ۱۹۳)۔

☆ ۱۶ اپریل ۱۹۳۴ء۔" کشف ۔دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آ گیا۔اور اس کے قریب ایک اور شخص بیٹھا ہے۔فرشتہ مجھ سے پوچھتا ہے کہ جانتے ہو اس کا عہدہ عند اللہ کیا ہے ۔ میں نے کہا: ہاں میں جانتا ہوں۔ وہ میرے نیچے قطب ہے۔پھر میں نے اس کو کہا کہ سب روئے زمین کے اقطاب وابدال میرے نیچے ہیں۔ بعدازاں میں نے اس کو اپنی مؤلفات میں سے سورہ کہف کی تفسیر سنانی چاہی کہ جس میں میں نے لکھا ہے کہ گزشتہ تیرہ صدیوں کے سب اولیاء،غوث ، اقطاب و ابدال ہمارے مرتبہ سے نیچے ہیں"۔ (کتاب الالہامات۔صفحہ۲۹۸)

اپنے ممدوح ابن عربیؒ کی طرح اجی بھی اپنی کتابوں میں اپنی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کو موقعہ و محل کو مدنظر رکھتے ہوئے بطور شواہد بیان کرتے ہیں۔ یہ چیز آپ کے سوانح نگار کے لئے بیش بہا اہمیت کی حامل ہے۔ پھر آپ نے اپنی سوانح حیات پر ۱۹۲۹ء کا تحریر کردہ قلمی مسودہ چھوڑا ہے، جس کی تحریر کے وقت آپ میرے والدین کے پاس پشاور میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ میرے والد ماجد عبدالرؤف خان کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یہ حروف لکھنے کے وقت میں عرصہ ایک ماہ سے اس کے پاس پشاور میں ٹھہرا ہوا ہوں اور اوس کی بیوی امتہ العزیز بیگم اور اس کا بچہ نصیرالدین احمد بھی یہاں ہی ہیں"

یہ مسودہ سوئے حظ سے مکمل نہ ہو سکا یا شاید اس کا مکمل نسخہ مجھ تک نہیں پہنچ پایا۔ (میرے پاس بڑے سائز کے ۵۳ صفحات ہیں)۔ جو کچھ اس میں سے مجھے ملا ہے، وہ میرے لئے بہت سی آسانیاں پیدا کرنے کا سبب بنا ہے اور میرے دل میں اٹھنے والے بہت سے سوالات کا جواب مجھے اس تحریر میں مل گیا ہے۔ "کتاب الالہامات" اور "الہامات الٰہیہ" میں آپ کی زندگی کے آخری عشرہ میں پیش آنے والی غیر معمولی تبدیلیوں کی پوری تصویر موجود ہے جس میں اجی کے اکلاپے کو انسان پوری شدت کے ساتھ محسوس کر سکتا ہے۔ خوش قسمتی سے اجی کی آخری ڈائری بھی میرے پاس ہے، جس کا یہ اندراج آپ کی آخری تحریروں میں سے ہے: "جریدہ الرسالہ" مصریہ کے نام مضمون ۲۸ مئی ۳۸ء (اور) جریدہ "اُم القُریٰ" مکہ کے نام مضمون ۳۰ مئی ۳۸ء۔ ان ہر دو کا اندراج ہو کر جولائی کے اندر آ جانا چاہیئے۔ محمد فضل خان بقلم خود"۔ اجی نے ۱۴ جون ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔

اجی کے ساتھ مجھے یہ نسبت بھی ہے کہ آپ کو بھی یحییٰ کا نام دیا گیا تھا، جس کا

ذکر آپ کے الہامات کی کتابوں میں متعدد بار ہوا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ مجھے اجی کی سوانح حیات لکھنے کی توفیق مل رہی ہے، جس کی خواہش بارہ سال کی عمر میں پہلی بار میرے دل میں پیدا ہوئی تھی اور اب نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذرنے کے بعد پوری ہو رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کتاب میں میرے تایا زاد بھائی جان راجہ عبدالمنان خان کا ذکر بھی ہو، جن کی دلی خواہش تھی کہ اجی کی کتابوں کے نئے ایڈیشن چھپیں اور آپ کی سوانح عمری لکھی جائے۔ وہ اس منصوبے کی تکمیل سے پہلے اپنے رب کی طرف لوٹ گئے۔ اللہ ان کی اور میرے بڑے بھائی نصیر الدین احمد کی مغفرت کرے، جو اجی کی کتابوں کا حافظ تھا۔ افسوس کہ اس کی جسمانی کمزوری اور حالات کی سنگینی نے اسکی صلاحیتوں کو پنپنے نہ دیا۔ وہ ایک ایسا پودا تھا کہ اگر اس کی کماحقہ آبیاری ہوتی، تو وہ صحیح معنوں میں اجی کا جانشین بننے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

اسلامی تحریکات کا مطالعہ کرنے والے محققین نے ملہمین کی طرف اب تک کماحقہ توجہ نہیں دی، جب کہ اسلام کی بنیاد ہی الہام پر رکھی گئی ہے۔ قرآن کریم کو اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اور یہ کتاب پوری کی پوری الہام پر مبنی ہے۔ ابن عربیؒ نے تو یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ "فتوحات مکیہ" میں ایک فقرہ بھی الہامی رہنمائی کے بغیر نہیں لکھا گیا ہے۔ ہندوستان میں نامی گرامی ملہم شخصیتیں پیدا ہوئیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کشوف و الہامات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ معاصر اسلام میں میرزا غلام احمد قادیانی اور اجی ملہم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ دونوں کے الہامات تعداد اور اہمیت کے اعتبار سے ہم پلہ ہیں۔ اس لئے ان کے الہامات کا تقابلی جائزہ لیا جانا چاہیئے۔ میرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات کتابی صورت میں موجود ہیں۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی پایا جاتا ہے۔ میں نے اجی کے

چنیدہ الہامات وکشوف کومحفوظ کرنے کے خیال سے ان کواس کتاب میں پیش کر دیا ہے
۔میرا ارادہ ہے کہ آپ کے الہامات پر مشتمل دونوں مخطوطات (" کتاب الالہامات" اور
"الہامات الٰہیہ ") کو جرمنی کے شہر ہمبرگ کی یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ کرا دوں، تا کہ
محققین ان سے استفادہ کرسکیں۔

اجی کی سوانح حیات ہندوستان سے شائع ہورہی ہے۔ پاکستان میں اس کی اشاعت
مذہبی تعصب کے سبب ممکن نہیں۔ سنگ میل پبلشرز، لاہور، نے اجی کا کیا ہوا حضرت
ابن عربیؒ کی کتاب "فتوحات مکیہ " کا اردو ترجمہ چھاپنے کے بعد پورا اسٹاک تلف کر دیا تھا،
کیونکہ انکو کسی کورچشم نے ڈرا دیا تھا کہ یہ کتاب شائع ہوئی، تو تمہاری دوکان جلا دی جائیگی۔
اللہ تعالٰی اس ملک پر رحم کرے۔

منیرالدین احمد

کمرفیلڈ (جرمنی)
یکم جنوری ۲۰۰۰ء

بچپن اور جوانی

اجی اپنے نام کے ساتھ بعض اوقات اپنے گاؤں چنگا بنگیال کی نسبت سے چنگوی بھی لکھا کرتے تھے۔ یہ گاؤں، جو سترہ ڈھوکوں پر مشتمل ہے، گوجر خان سے شمال کی طرف کلر سیداں جانے والی سڑک پر سات میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ضلع راولپنڈی کی تحصیل گوجر خان میں بنگیال قوم کے پانچ گاؤں موجود ہیں۔ جہلم، گجرات اور گوجرانوالہ کے اضلاع میں بھی بنگیال پائے جاتے ہیں۔ راولپنڈی میں ان کا شمار راجپوتوں میں ہوتا ہے، جبکہ دوسرے اضلاع میں ان کو جاٹ گنا جاتا ہے۔ اجی کے باپ دادا کا تعلق پنوار راجپوتوں سے تھا۔ یہ لوگ صدیاں قبل اس علاقے میں آ کر آباد ہوئے تھے۔ مسلمان ہونے والے جدامجد کا نام بنگش خان بتایا جاتا ہے۔ مگر مجھے اپنے خاندانی شجرہ نسب میں، جو نسل در نسل ہمارے خاندان میں محفوظ چلا آتا ہے اور راجہ انگ پال تک جاتا ہے، بنگش خان کا سراغ نہیں ملا۔ تاہم مغلیہ سلطنت کی تاریخ میں دلی کے قریب واقع ایک راجپوت ریاست کے راجہ بنگش کو سطح مرتفع پٹھوہار میں جاگیر دینے کا ذکر آتا ہے۔

اجی کا سلسلہ نسب، جو حکومت کے کاغذات جمعبندی سے تصدیق شدہ ہے، حسب ذیل ہے: محمد فضل خان بن غلام محمد خان بن جمال خان بن فقیر خان بن عزت خان بن دلیل خان بن نجارت خان بن بشارت خان بن عزت خان بن بیرم خان بن سبر خان بن ٹھکر خان رئیس اعظم علاقہ پٹھوہار۔ سبر خان کے نام پر ایک گاؤں آج بھی پایا جاتا ہے۔ البتہ چنگا

بنگیال کا نام ان کے بھائی چنگا خان کی نسبت سے مشہور ہوا۔ ٹھکر خان کا سلسلہ نسب، جو خاندانی روایات کی بنا پر لکھا جاتا ہے، حسب ذیل ہے: خواجہ خان بن تاجا خان بن پیرو خان بن گنگ خان بن دیپال خان بن سونح خان بن راجہ پٹن پال بن راجہ بیر وتھ بن راجہ امنی پال بن راجہ پرمتھ بن راجہ چھنی دھم بن راجہ انچل دے بن راجہ جتبیل دے بن راجہ من دے بن راجہ منیر دے بن راجہ سورٹھ دے بن راجہ دسر دے بن راجہ گجدے بن راجہ جگ دے بن راجہ اودپل دے بن راجہ پریم دے بن راجہ سری سورج بن راجہ چکر پت بن راجہ موچک چند بن راجہ حسن دے بن راجہ دلیپ دے بن راجہ نیر پنوار بن راجہ نرول پنوار بن راجہ انگ پال

اجی نے اپنا سن پیدائش "اسرار شریعت" جلد اول کے عربی ترجمے کے خاتمے پر ۱۲۸۵ ھجری قمری دیا ہے' جبکہ اپنی قلمی سوانح حیات میں ۱۲۸۶ ھجری مطابق ۱۸۶۷ء۔۱۸۶۸ء لکھا ہے۔ اجی نے ۱۴ جون ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔ اس طرح آپ نے ستر برس کی عمر پائی۔ اس امر کی اطلاع آپکو بائیس سال کی عمر میں ۳ مارچ ۱۸۸۸ء کو ایک کشف میں کر دی گئی تھی، جسکا حال آپ بیان کرتے ہیں:

" كنت ادعو الله لا مداد الاسلام فى سنة ۱۸۸۸ فظهر لى ملك فى صورت انسان حسين و قعد بِالاطمينان قرِيبا منى على طاولة التى فى اوضتى فخاطبنى و قال لى ان عمرك سيكون سبعين سنة " (میں ۱۸۸۸ء میں اللہ تعالیٰ سے اسلام کی امداد کے لئے دعا کر رہا تھا۔ تو ایک فرشتہ ایک خوبصورت انسان کی صورت میں میرے سامنے ظاہر ہوا اور بڑے اطمینان سے ایک میز پر آ کر بیٹھ گیا، جو میرے کمرے میں دھرا ہوا تھا اور مجھے مخاطب کر کے کہا کہ تیری عمر ستر سال ہو گی)

آپ کے بچپن کے بارے میں خاندانی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے

بہن بھائیوں سے بہت مختلف تھے۔ آپ کے والد کو گھوڑے پالنے کا شوق تھا، جس کو اجی کے چھوٹے بھائی نواب خان اور ان کے بعد ان کے بیٹے صادق خان نے آگے چلایا۔ اجی سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے اور کھیل کود میں وقت ضائع کرنے کے بجائے لکھنے پڑھنے کی طرف رجحان رکھتے تھے، جس کے سبب آپ کا اٹھنا بیٹھنا اپنے ننھیال کے لوگوں کے ساتھ تھا۔ اس خاندان میں تصوف اور علم کا رواج تھا۔ خود اجی کی والدہ پڑھی لکھی تھیں اور اس بات پر بے حد خوش تھیں کہ آپکا منجھلا بیٹا اپنے ماموں مولوی محمد عمر بخش نقشبندی مجددی کی مجلس میں بیٹھتا تھا اور انکے طور اطوار کو اپنانا چاہتا تھا۔ اپنی ابتدائی تعلیم کے بارے میں اجی اپنی سوانح حیات میں لکھتے ہیں:

"قریباً پانچ سال کی عمر میں مجھے قرآن کریم کی تعلیم اپنے گاؤں کی مسجد میں شروع کرائی گئی۔ قریباً دس برس کی عمر میں وضو کرنا اور نماز کا سبق اور اس کا ادا کرنا اپنی والدہ ماجدہ سے سیکھا۔ وضو و نماز کے ٹوٹنے کے مختصر مسائل بھی حسب حال مرحومہ نے سکھا دیئے۔ اللھم اغفر لھا وعف عنھا واجعل مثواھا الجنۃ ۔ آمین یا رب العالمین ۔ میری نماز کو دیکھ کر میرے کئی ہم عمر بھی نمازی ہو گئے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ شاذ و نادر طور پر ایام سرما صبح کی نماز کے وضو کے ساتھ ظہر و عصر کی نماز ادا کر لیا کرتا تھا۔ پھر اس طریق کے تکلف سے مجھے روک دیا گیا۔ قرآن اور کئی اوراد کے محرک میرے ماموں مولوی محمد عمر بخش مرحوم نقشبندی مجددی تھے"۔

یہ وہ بزرگ تھے، جن کا سفید مزار چنگا بنگیال کی ڈھوک حیات بخش کے پرانے قبرستان کی سب سے اونچی جگہ پر بنا ہوا ہے، جہاں پر آج بھی دور و نزدیک سے نو بیاہتا جوڑے سلام کرنے اور برکت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ خوشی کی بات ہے

کہ وہاں پر نہ تو عرس منایا جاتا ہے اور نہ ہی کوئی میلہ لگتا ہے۔ مولوی محمد عمر بخش ان باتوں کے خلاف تھے۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ غیر اسلامی رسوم کو برا جانتے تھے اور بالخصوص فوتید گی پر بین کرنے کی رسم سے روکتے تھے۔ ہمارے علاقے میں بین کرنا ایک باقاعدہ فن کی صورت اختیار کر گیا ہے اور بین کرنے والی عورتیں دور دور سے بلائی جاتی ہیں، جو مجلس پڑھنے والیوں کی طرح خود بھی روتی ہیں اور دوسروں کو بھی رلاتی ہیں۔

اجی کی تعلیم اپنے ماموں مولوی محمد عمر بخش کی زیر نگرانی ہوئی، جس کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

"۱۸۸۱ء سے لے کر ۱۸۸۴ء کے آخر تک اردو پرائمری اور جملہ کتب فارسی نثر و نظم گلستان، بوستان، زلیخا جامی، سکندر نامہ، مجنوں لیلہ، شیرین خسرو نظامی وغیرہ کی تعلیم کی تکمیل کی۔ ۱۸۸۵ء میں مجھے بتوسط کریم اللہ خان و سیف علی خان مرحوم راولپنڈی کے مشن ہائی اسکول ثم کالج میں اینگلو ورنیکلر تعلیم کی تکمیل کیلئے داخل کیا گیا۔ اللھم اغفر لھما و اعف عنھما۔ اسی سال لارڈ ڈفرن وائسرائے ہند نے راولپنڈی میں امیر عبدالرحمٰن والئی افغانستان کو دعوت دی۔ سارے ہندوستان و پنجاب کے راجے مہاراجے اس دعوت میں مدعو ہوئے تھے ۔حکومت انگریزی نے اس موقعہ پر راولپنڈی میں بے شمار افواج جمع کر کے انکی نمائش کی اور امیر کو اپنی قوت و شوکت کا پورا پورا نقشہ دکھایا۔ اس وقت امیر اور وائسرائے ہند کی ملاقات سے دونوں ملکوں کے عہد و مواثیق اور تعلقات مستحکم اور مضبوط ہو گئے تھے"۔

تعلیم کے سلسلہ میں اجی کی رہائش راولپنڈی میں تھی، جو چنگا بنگیال سے گوجر خان کے راستے پینتیس میل کے فاصلے پر واقعہ ہے۔ ابا جی بتایا کرتے تھے کہ اجی کی والدہ ماجدہ کا

اصرار تھا کہ آپ ہر ہفتے ان کی خدمت میں حاضر ہوا کریں۔ چنانچہ سنیچر کے روز اسکول کے بند ہونے کے بعد آپ پا پیادہ اپنے گاؤں کے لئے روانہ ہو جاتے تھے۔ آپ مندرہ اور گوجرخان کو دائیں ہاتھ پر چھوڑتے ہوئے روات سے ایک درمیانی راستہ لیتے تھے، جو سید ہا چنگا جاتا تھا۔ تاہم اس راستے سے بھی کل فاصلہ پچیس میل کے لگ بھگ بنتا تھا۔ شام کو اندھیرا پڑ جانے کے بعد آپ گاؤں میں پہنچتے تھے۔ ایک رات اور اگلی صبح اپنے والدین کے پاس گذارنے کے بعد اتوار کے روز سہ پہر کو سورج ڈھلنے کے وقت آپ پیادہ پا راولپنڈی کی طرف روانہ ہو جاتے تھے، جہاں پر آپ کو رات ڈھلنے تک پہنچنا ہوتا تھا تا کہ اگلے روز بروقت کلاس میں حاضر ہوسکیں۔

اس مدرسہ میں داخلہ لینے کا مقصد انگریزی زبان سیکھنا تھا، جس کا اس زمانے میں رواج ہو چکا تھا۔ چنانچہ اجی نے تین سال کے عرصہ میں انگریزی میں اتنی مہارت پیدا کر لی کہ آپ نے آگے چل کر اس زبان میں پمفلٹ شائع کئے۔ آپ غیر ملکوں میں رہنے والے کئی ایک شاگردوں اور پیروکاروں کے ساتھ بھی انگریزی میں خط و کتابت کیا کرتے تھے۔ آپ نے مختلف اوقات میں غیر ملکوں کے بادشاہوں اور دوسرے حکام کے نام خطوط لکھے، جن میں سے بعض کی نقلیں اور متعلقہ شخصیتوں کے جوابی خطوط میرے پاس محفوظ ہیں۔ اینگلو ورنیکلر کی تعلیم کے ساتھ آپ نے اپنی دینی تعلیم کو بھی جاری رکھا۔ اس بارے میں آپ لکھتے ہیں:

"ان دنوں مدرسہ کے علاوہ تحصیل علوم دینیہ میں بھی میرا کافی وقت صرف ہوتا تھا۔ علماء و صوفیائے کرام کا جہاں کہیں مجھے پتہ لگتا تھا، وہیں جا حاضر ہوتا۔ ان ایام میں میری عمر ۱۸۔۱۹ سال کے درمیان تھی۔ اسی سال مجھے ریش برآمد ہوئی تھی"۔

۱۸۸۷ء میں آپ کو ایک واقعہ پیش آیا، جو غیر معمولی تھا اور اس قابل ہے کہ اس کو یہاں پر آپ ہی کے الفاظ میں درج کیا جائے:

"ایک دن میں اپنے ہم جماعت طلبائے مدرسہ کے ساتھ نواح راولپنڈی کی ایک چوٹی پر بیٹھا ہوا تھا۔ طلباء میرے ارد گرد تھے اور میں درمیان میں تھا۔ ایک برہنہ مجذوب یا کہ مجنون آدمی جس کی کمر پر صرف ایک مختصر سا کپڑا تھا اور باقی اس کا سارا جسم عریاں تھا، دور سے ہمیں نمودار ہوا کہ وہ ہماری طرف سیدھا آ رہا ہے۔ اس کو کئی بار قبل ازیں ہم نے راولپنڈی کے ارد گرد اور کوچوں میں تیز قدمی سے گشت کرتے دیکھا تھا۔ اور وہ سوائے طعام لینے کے وقت کے کسی کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیتا تھا۔ میرے ساتھی لڑکوں نے کہا کہ یہ لوگوں کو مارتا ہے۔ میں نے ایک دن جب کہ میں مسجد میں وضو کر رہا تھا دیکھا کہ اس نے راستہ میں لیٹے ہوئے کتے کو ایک بڑا پتھر اٹھا کر مارا تھا۔ اس لئے اس سے ہمیں ڈر ہوا۔ جب وہ دور سے ہماری طرف آ رہا تھا اوس کے ہاتھ میں پتھر تھا۔ جب وہ ہمارے قریب تر آیا، تو اوس نے پتھر ہاتھ سے گرا دیا اور میری طرف نظر جمالی۔ جب وہ ہماری ٹولی کے پاس پہنچا، تو سب کو چھوڑ کر میرے ساتھ مصافحہ کیا۔ اور میرے باقی ساتھیوں میں سے کسی کی طرف توجہ نہ کی اور چلا گیا۔ میرے ساتھیوں نے تعجب کیا کہ یہ غیر معمولی واقعہ ہے جو پیش آیا، کیونکہ یہ شخص کسی کو اپنے جسم کو ہاتھ نہیں لگانے دیتا۔ اوس وقت میرا خیال اوس مجذوب کے متعلق یہ ہو گیا کہ قبل ازیں جو اس نے کتے کو مارا تھا غالباً اس کو ملائکۃ اللہ کے ذریعہ سے کشف ہوا ہو گا کہ یہ کتا خونخوار ہے یا یہ کہ اس نے ناحق کسی صالح کو کاٹ کر دکھ دیا ہو گا۔ اس لئے اس کو اس کی سزا کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ اور میرے ساتھ

مصافحہ کے متعلق مجھے یہ خیال آیا کہ چونکہ میں فقیر دوست اور نمازی ہوں، اس لئے اس کو میری کسی نیک سیرتی نے میرے ساتھ مصافحہ کے لئے توجہ دلائی ہے۔ اور پھر یہ خیال آیا کہ میرے علاوہ یہاں اور بھی بے شمار لوگ نمازی اور نیک خصلت موجود ہیں، اون سے اس کا خود بخود مصافحہ نہ کرنا اور میرے ساتھ خصوصیت سے مصافحہ کرنا چہ معنی دارد۔جس کا راز عرصہ دراز کے بعد مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ اس احقر کا وجود اس کو صحابہ مسیح موعود علیہ السلام میں منسلک دکھایا گیا تھا"۔

یہ وہ زمانہ تھا جب اجی ایک رہنما کی تلاش میں تھے، جو آپ کو انابت الی اللہ کی راہ دکھائے۔ اپنے ماموں مولوی محمد عمر بخش کی ذات میں آپ کو ایک استاد میسر تھا، جس کے ذریعہ آپ علم کے چشمہ سے سیراب ہوئے تھے اور تصوف میں قدم قدم چلنا سیکھا تھا۔ ماموں یہ چاہتے تھے کہ ان کا ہونہار شاگرد آگے بڑھے اور دوسرے ساحلوں تک پہنچے، جس کے لئے اسے اپنے گھر سے نکلنا ہوگا۔ یہ عمل بے حد تکلیف دہ ہے، مگر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔اس سلسلہ میں اجی ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" جس دن چودھویں صدی کا آغاز ہوا، آسمان ابر آلود تھا۔ میں اپنے ماموں مولوی محمد عمر بخش صاحب کے پاس موجود تھا۔انہوں نے تصوف کی کثیر التعداد کتب پڑھی اور لکھی تھیں ۔مولوی صاحب موصوف نے فرمایا کہ اس صدی کا روحانی بادشاہ تخت پر متمکن ہو گیا ہے۔ پوچھا گیا: وہ کون ہوتا ہے؟ فرمایا وہ مجدد، غوث اعظم خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ کہا کتب تصوف میں لکھا ہے کہ جب (صدی کا آغاز ہوتا ہے تو) روحانی بادشاہ جدید مقرر ہوتا ہے ۔ غالباً انکی اس کلام میں حدیث نبوی ان اللّٰہ یبعث علی راسِ کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (

خدا تعالیٰ اس امت کیلئے ہر صدی کے سر پر ایک شخص کو کھڑا کریگا، جو اس کیلئے دین کی تجدید کریگا۔ ناقل) کی طرف اشارہ تھا"۔

مولوی محمد عمر بخش کے ہاتھ پر لوگ بیعت کیا کرتے تھے۔ وہ نقشبندی مجددی طریقہ کے خلیفہ تھے اور ان کے پیروکاروں کا سلسلہ بہت وسیع تھا۔ لوگ دور دور سے ان سے فیض یاب ہونے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اجی کو بھی تحریک ہوئی کہ ماموں سے باقاعدہ بیعت کا رشتہ جوڑیں۔ اس بارے میں آپ لکھتے ہیں:

"میں نے اون سے ایکدن عرض کی کہ مجھے بیعت کریں۔ فرمایا چونکہ تم میرے اقرباء میں سے ہو اور تم کو مجھ سے بے تکلفی ہے اور بے تکلفی میں ادب کم تر ہوتا ہے اور بے ادبی سد باب طریقت ہے، والطریقة کلها ادب۔ لہٰذا تم مجھ سے بیعت نہ کرو۔ تمہارا پیشوا دور کا ہوگا، تو فیض یاب ہوسکو گے۔ غالباً حدیث نبوی زر غبا تزدد حبا (وقفہ ڈال کر ملو، تو محبت میں اضافہ ہوگا۔ ناقل) میں اسی طرف ایما ہوگا"۔

اجی کے دل میں یہی کش مکش جاری تھی کہ جب گھر پر چشمہ فیض جاری ہے، تو دور جانے کی کیا ضرورت ہے۔ تب آپ کی ایک کشف کے ذریعہ رہنمائی کی گئی اور آپ کو اس فیض میں سے بھرپور حصہ عطا کئے جانے کی بشارت دی گئی۔ اس کشف کی کیفیت اجی کے اپنے الفاظ میں ذیل میں بیان کی جاتی ہے:

"ایک روز میری ایک وقتی نماز فوت ہوئی، جس کو میں نے بعد از وقت ادا کیا، جس کی وجہ سے مجھے اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں پر نظر کرتے ہوئے سخت تأسف (ہوا) اور ندامت دامن گیر ہوئی اور بحالت گریاں و دل بریاں سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک فرشتہ میرے ماموں مولوی عمر بخش صاحب نقشبندی مجددی کی شکل

میں متمثل ہے۔ وہ چارپائی پر بیمار پڑے (ہیں) اور اون پر حالت نزع طاری ہونے والی ہے۔ واقعی وہ اپنے گھر چنگا بنگیال ان دنوں بیمار تھے اور میں راولپنڈی میں مقیم تھا۔ وہ خواب میں مجھے اپنی اس حالت میں فرماتے ہیں کہ میری زبان اپنے منہ میں ڈال کر چوس لو، یہ طریق اخذ فیوض روحانیہ ہے۔ چنانچہ اونہوں نے اپنی زبان باہر نکالی اور میں نے اس کو ان کے قریب ہو کر اپنے منہ میں ڈال کر چوس لیا۔ بعد ازاں میں اپنے گھر چنگا میں آ گیا اور مولوی صاحب موصوف کو بیمار پایا اور وہ چند یوم کے بعد اس عالم سے رحلت فرما گئے۔ اوس وقت میری (عمر) بیس اکیس کے درمیان تھی اور سن ۱۸۸۷ء کا زمانہ تھا"۔

یہ کشف آپ کی روحانی زندگی میں ایک کلیدی حیثیت کا حامل ہے، جس کا ذکر اجی اپنی قلمی کتاب "الہامات الٰہیہ" میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ فرشتہ جو مولوی محمد عمر بخش کی صورت میں آپ کو دکھائی دیا تھا، دراصل حضور اکرم صلی علیہ وسلم تھے۔ وہاں پر آپ اس کشف کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

" نبی کریم محمد رسول اللہ علیہ وسلم عمر فرشتہ کی شکل میں متمثل ہو کر میرے سامنے تشریف لائے اور مجھے فیوض اسلام وترقی عمر عطا کرنے کا پیغام ارشاد فرمایا۔ پھر اپنی زبان مبارک میرے منہ میں ڈال کر فرمایا کہ اس کو خوب چوس لو۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی، تو کشوف و رویاء صالحہ اور علوم الٰہیہ و الہام کا دروازہ مفتوح ہو گیا"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۱)۔

مولوی محمد عمر بخش کی وفات کی بعد اجی کو ایک ایسے رہنما طریقت کی تلاش تھی، جو آپ کی زندگی کو ایک نئی جہت دے کر تصوف کے راستے پر ڈال سکے۔ یہی تلاش آپ کو صوفیاء کی محفلوں میں لئے پھرتی تھی۔ اجی کے اپنے الفاظ میں اس تلاش کا حال سنیئے:

"ان ہی ایام (میں) یا کہ کچھ تھوڑا پہلے حضرت خواجہ فقیر محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کا گذر راولپنڈی (سے) ہوا۔ ان دنوں مجھے اپنی غفلتوں اور گذشتہ کوتاہیوں پر بہت گہری نظر تھی اور آرزومند رہتا تھا کہ کسی بزرگ کے سامنے ان سے تائب ہونے کا اظہار کروں اور تدارک مافات کروں۔

آں معصیتے شما کہ بعجز و ضیا برد
بہتر ز طاعتے کہ بکبر و ریا کشد

صاحب موصوف کے محامد و اوصاف حسنہ سن کر اون کے ہاتھ پر بیعت توبہ الی اللہ کر لی۔ اور کتب علم تصوف کو جمع کر کے مطالعہ شروع کر دیا اور عزلت نشینی و کنج تنہائی زیادہ تر مجھے مرغوب تھا۔ یہ ایام ابتدائے ۱۸۸۸ء کے تھے۔ بسا اوقات مجھے اپنے گردونواح میں غمی و شادی کی رسوم کی تقریبات پر لوگوں کو وعظ و نصائح کرنی پڑتی (تھیں) اور وہ اکثر میری باتوں کی تعمیل کرتے (تھے)"۔

مولوی محمد عمر بخش کی وفات کے بعد، جو اپنی قوم میں واعظ اور پیر کا درجہ رکھتے تھے، لوگوں کا رجحان اجی کی طرف ہونے لگا اور اگرچہ آپ اس وقت ابھی نوعمر تھے، پوری برادری آپ کی باتوں کو غور سے سنتی تھی اور آپ کے ارشاد پر عمل کیا جاتا تھا۔ آپ بھی اپنے ماموں کی طرح ہندوانہ رسومات کے خلاف تھے اور چاہتے تھے کہ آپس کی رنجشیں اور جھگڑے باہمی صلاح و مشورہ سے نپٹائے جائیں۔ چنانچہ آپ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"چنگا کے علاقہ بمقام باغ میں نے لوگوں کو اس امر کے لئے جمع ہونے کی دعوت دی کہ غمی و شادی کے موقع پر جو ناجائز رسوم قوم میں مروج ہیں، ان کو چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ کریم اللہ خان و مراد علی خان مرحوم نے میری اس تحریک کو لبیک کہہ کر چنگا کے اکثر دہات کے لوگوں کو ڈھوک بوڑہ کے قریب درخت ہائے شیشم کی

گھنی چھاؤں میں اکٹھا کیا۔ وہاں سب نے رسوم شنیعہ و بدعات کو ترک کرنے کا اقرار کر کے کاغذات پر اپنے دستخط کر دیئے"۔

اپنے ماموں کی وفات کے بعد ا.جی نے اپنے پیر طریقت خواجہ فقیر محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قریبی رابطہ قائم کیا، تا کہ ان کی رہنمائی میں سلوک کے مراحل طے کر سکیں ۔ایک سفر کا حال آپ نے خود روایت کیا ہے، جس کو ذیل میں آپ کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے:

"ایک دفعہ میں نے اپنے پہلے پیشوا خواجہ فقیر محمد صاحب مرحوم تیراہی کی ملاقات کیلئے، جبکہ وہ موضع چورا میں اسٹیشن لنگر کے قریب مقیم تھے، اپنے گھر سے پیادہ پا چل کر انکی ملاقات کا ارادہ کیا اور میرے والدین نے اس امر کیلئے مجھے بڑی محبت و پیار سے اجازت فرمائی۔ اللھم ارحمھا کما ربیانی صغیرا واعف عنھما (اے خدا دونوں پر اپنی رحمت نازل فرما، جیسے انہوں نے بچپن میں میری تربیت کی اور ان سے درگذر فرما۔ ناقل) میں پہلے روز گھر سے چل کر روات میں پہنچا اور دوسرے دن راولپنڈی آیا اور تیسرے دن فتح جنگ کے قریب موضع ھتار میں فروکش ہوا۔ اس مقام میں قرآن کریم حفظ کرنیکی ان دنوں ایک بڑی درس گاہ تھی۔ غالبًا چالیس نفر قرآن کریم کو یاد کرتے تھے۔ اور ان سب کی رہائش مسجد کے حجروں میں اور معاش گاؤں کے وظائف فی گھر ایک روٹی مقرر تھی۔ اس مقام میں مجھے ایک صوفی مزاج عالم ملے، جو کہ غالبًا افغانستان کے باشندے تھے۔ اور انکے پاس میں نے عربی تفسیر حضرت محی الدین ابن عربی اور حضرت روزبیہان باقلی کی دیکھی۔ ان ہر دو تفاسیر میں عجیب و غریب نکات معرفت و اسرار دیکھے، جس سے مجھے کتب تصوف کے فراہم کرنے کا شوق اور بھی ترقی کر

گیا، مگر کتب جمع کرنے وخریدنے کیلئے روپیہ کی ضرورت تھی۔ میں ھتار سے علی الصباح روانہ ہوا۔ چلتے چلتے دوپہر ہوگئی۔ بھوک اور پیاس نے تنگ کیا۔ ایک گاؤں میں جا داخل ہوا۔ دوکان سے آرد خریدا۔ اس وقت چولہے اور تنور سرد ہو چکے تھے۔ روٹی پکوانے کیلئے کئی گھروں میں پھرا۔ نفی میں جواب ملتا۔ جب اوس گاؤں سے مایوس ہوکر نکلنے لگا، تو ایک موچی کا گھر راستہ میں دیکھا۔ وہ پاپوش سی رہا تھا۔ میں نے اوس سے کہا کہ میرے پاس آٹا ہے، اگر تمہارے ذریعہ سے پک سکے، تو میں اور تو کچھ عوض نہیں دے سکتا، مگر تمہارے لئے دعا ضرور کروں گا۔ اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ روٹی پکادو۔ اسکی نیک بخت عورت نے فی الفور میرا آرد لے کر گوندھا اور روٹی پکانی شروع کی۔ میں نے پانی طلب کیا۔ مگر اونہوں نے کہا کہ خالی پیٹ پانی پیوگے، تو ممکن ہے کہ تم کو شکم درد ہو جاوے۔ روٹی پکنے دو۔ چنانچہ پہلا پھلکا اوترتے ہی اس نے مجھے دے دیا۔ چند لقمے کھا کر میں نے پانی پیا اور غالباً پیاز اونہوں نے مجھے اپنے گھر سے دیا تھا۔ اوس کے ساتھ میں نے روٹی کھائی اور میرے جسم میں طراوت وطاقت وتوانائی آئی۔ اوس دن مجھے مسافر کی بے کسی اور مصیبت کا علم ہوا۔ قدر عافیت کسے داند کہ بمصیبتے گرفتار آید۔ وہاں سے میں نے روٹی کھا کر ٹھنڈا پانی پیا اور اوس پاپوش سینے والے موچی اور اس کی بیوی کے لئے دل میں دعائیں کرتا ہوا چل پڑا۔ چلتے چلتے دیگر کا وقت آ گیا۔ جولائی کے ابتدائی ایام تھے۔ پیاس نے تنگ کر رکھا تھا۔ ایک گاؤں کی مسجد میں جا پہنچا۔ وہاں مسجد کا پانی تالاب کا تھا۔ ایک آدمی سے پانی طلب کیا۔ اوس نے پیار سے مجھے کہا، آپ بیٹھ جائیں، میں ابھی پانی لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ گھر سے ٹھنڈی تازہ لسی کا ایک بڑا پیالہ بھر کر لے آیا اور کہا کہ ذرہ ٹھہر کر پیو۔ وہ لسی

پینے سے میرے جسم میں طراوت آئی اوراوس آدمی کیلئے میری ہر رگ دعائیں
دینے لگی۔ اوس وقت مجھے مسافر و مسکین سے خوش کلامی سے پیش آنے اور
یطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیرا (وہ کھانا کھلاتے ہیں
مسکین اوریتیم اوراسیرکو۔ ناقل) پرعمل کرنے کا اور بھی احساس بڑھ گیا۔ وہاں
سے چل کر مقام چورا میں پہنچا۔ پیر صاحب سے ملا۔ ایک دوروز ٹھہر کر وہاں سے
واپس چل پڑا اور منزل بمنزل ہوتے ہوئے راولپنڈی میں پہنچ گیا"۔

راولپنڈی میں آپ کوامیر شیر علی (سابق شاہ افغانستان) کے بیٹے سردار ایوب
خان کے متعلقین میں سے ایک افغان سردار کے بچوں کو دو گھنٹے عربی اورانگریزی کی ابتدائی
کتب کا سبق دینے کا کام تفویض ہوا۔ یہ ۱۸۸۸ء کی بات ہے۔ اس تعیناتی کے بارے میں
آپ لکھتے ہیں:

"دوسال تک یہی شغل رہا۔ اس عرصہ میں علم تصوف کی کافی کتب میں نے خرید
لیں۔ ان دنوں میری بیوی حیات نوررراولپنڈی میں میرے ساتھ تھی"۔

راولپنڈی میں قیام کے دوران ایسا وقت بھی آپ پرآیا کہ سوائے مزدوری کرنے
کے اورکوئی ذریعہ معاش نہ رہا۔ چنانچہ ابا جی سنایا کرتے تھے کہ جب انہیں ملٹری اکاونٹس
میں ملازمت ملی اور وہ راولپنڈی کے کلکتہ دفتر میں متعین ہوئے (کلکتہ دفتر اس محکمے کواس وجہ
سے کہا جاتا تھا کہ ابتداء میں وہاں پرکام کرنے والوں کی اکثریت بنگالیوں کی ہوا کرتی تھی)
تو اجی نے انہیں بتایا کہ انہوں نے کلکتہ دفتر کی تعمیر کے دوران وہاں پر مزدوری کی تھی۔
چنانچہ پہلے ہی روز گارا ڈھوتے ہوئے انہیں ایک پنسل زمین پر پڑی ہوئی ملی، جسے آپ نے
اٹھا کر صاف کیا اوراپنے کان کے پیچھے لگا لیا۔ ٹھیکیدار نے انہیں ایسا کرتے ہوئے دیکھا اور
اپنے پاس بلا کر کہا کہ تم پڑھے لکھے لگتے ہو۔ اجی نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پراس نے

آ پکومزدوری کے کام سے ہٹا کر حساب کتاب پر لگا دیا۔

جہاں پر اجی کومزدوری کرنے میں کوئی عار نظر نہ آیا، وہاں پر آپ نے بہت کم معاوضے پر بھی تعلیم و تعلم کو دوسرے کاموں پر ترجیح دی۔ کیونکہ اس میں ثواب کا پہلو بھی پایا جاتا تھا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ میں ایک شہر میں نو وارد ہوا۔ ارادہ ہوا کہ کچھ کام کروں، جس سے مایحتاج وکفاف مہیا ہو سکے۔ایک شخص نے کہا کہ آپ بیکار ہیں، میرے گھر دو وقتی روٹی کھایا کریں اور میرے چند بچوں کو دو وقتی سبق دیا کریں، دو روپے ماہوار دوں گا۔ میں نے الحمدللّٰہ علی ذٰلك کہہ کر قبول کر لیا۔ جب ایک ماہ گذر گیا ،(تو) اس نے کہا کہ ہم یہاں سے چلے جانے کو ہیں۔ اوس دن یا دوسرے دن سردار ابراہیم خان فرزند امیر شیر علی خان (سابق شاہ افغانستان) کا ایجنٹ مجھے ملا کہ سردار صاحب موصوف آ پکو حسن ابدال میں طلب فرماتے ہیں۔ آپ انکے لڑکوں کو تعلیم دیں گے اور وہ آ پکو بیس روپیہ ماہوار اور کچھ یومیہ اخراجات دیا کریں گے۔ چنانچہ کچھ مدت میں نے وہاں ایام زندگی بسر کیئے"۔

۱۸۹۳ء کے لگ بھگ آپ حسن ابدال سے فارغ ہو کر چنگا بنگیال میں آ گئے، جہاں پر آپ نے خلوت نشینی اختیار کرنے کا ارادہ کیا، جس کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ اگلے باب میں آئے گا اور جس میں یہ بھی بیان کیا جائے گا کہ کس وجہ سے آپ کو یہ ارادہ ترک کرنا پڑا۔ ۱۸۹۴ء میں آپ کو صوبہ دار میجر و آنریری کپتان شیر باز خان نے اپنے بچوں کی اتالیقی کے لئے اپنے گاؤں عمرال (ضلع جہلم) میں بلا لیا، جہاں پر آپ ساڑھے تین برسوں تک قیام پذیر رہے۔ وہیں پر ۱۸۹۴ء کو آپ کا بڑا بیٹا عبدالرحمٰن خان پیدا ہوا۔ اس سے پہلے آپ کی ایک دختر بنام زینب تھی، جو ۱۸۹۱ء کو راولپنڈی میں تولد ہوئی اور کم عمری

میں فوت ہو گئی تھی ۔ یکم نومبر ۱۸۹۷ء سے اندازاً تین برسوں تک آپ قاضی فتح محمد رئیس گوندل (ضلع اٹک) کے بچوں کو پڑھانے کے سلسلہ میں گوندل میں رہائش پذیر رہے، جہاں پر ستمبر ۱۸۹۹ء میں آپ کا منجھلا بیٹا عبدالرؤف خان پیدا ہوا۔ چنداں بعد اجی مستقل طور پر اپنے گاؤں چنگا بنگیال میں رہائش پذیر ہو گئے اور آپ نے تالیف وتصنیف کا کام شروع کیا۔ اجی کو اپنے دونوں متذکرہ بالا بیٹوں اور ایک بیٹی ایمنہ بی بی کی جوانی کا زمانہ دیکھنا نصیب ہوا۔ آپ کا سب سے چھوٹا بیٹا عبدالرحیم خان تھا، جو صرف چودہ برس کی عمر میں ۷ استمبر ۱۹۲۲ء کو وفات پا گیا۔

پیری مریدی سے بیزاری

نوجوانی کے ایام میں ہی اجی کے زہد وورع اور علم وفضل کا چرچا لوگوں میں ہونے لگا تھا اور آپ کا شمار نقشبندی مجددی فقراء کے زمرہ خاص میں ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک طرف عوام کی طرف سے آپ کے حق میں عقیدت کا اظہار ہوتا تھا، تو دوسری طرف آپ کے مرشد حضرت خواجہ فقیر محمد تیراہیؒ نے آپ سے فرمایا کہ لوگوں کو مرید بناؤ۔ مگر اجی کو یہ بات پسند نہ تھی۔ چنانچہ آپ اس بارے میں لکھتے ہیں:

> "میں نے دل میں سوچا کہ مرید بنانا بڑے لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ میں جب منازل سلوک طے کرلوں گا، تو پھر دیکھا جائے گا۔ حلوا خوردن را روئے باید۔ ابھی میں خود اندھا ہوں، نہ آگا نظر آتا ہے نہ پیچھا۔ جو خود اندھا ہو، وہ دوسرے اندھوں کی کیا راہنمائی کرے گا۔ میرے چند پیر بھائی ان دنوں سجادہ نشین ہوکر لاکھوں مریدوں کے مالک بن گئے۔ مگر یہ پیری مریدی چنداں دل میں پسند نہ آئی اور اس قسم کی پیری مریدی میری نظر میں قابل وقعت نہ رہی، کیونکہ اسلام پر غیر مذاہب کے اعتراضات کی بوچھاڑ ہو اور ان کے جواب کے لئے ایک پیسہ بھی خرچ نہ کرنا، بلکہ مریدوں سے ٹکے وصول کر کے اپنے تمول کو بڑھانا یہ راہ خدا نہیں، بلکہ ایں راہ تبرکستان است۔ اسلام پر ایسی حالت وارد ہونے پر ہمارا فرض منصبی یہی ہے کہ قلم کا نیزہ لے کر مخالفین کے مقابلہ میں اس میدان کے

پہلوان بن کر اوتریں۔اگر شمشیر کو ہاتھ میں لینے کی طاقت نہیں، تو مخالفوں کی تردید کے لئے جو مناظرہ کی کتب امداد اسلام کے لئے لکھی جاتی ہیں، ان کی اشاعت کے لئے روپیہ وزر سے مدد دیتے۔مگر افسوس کہ پیروں کو اس طرف خیال نہیں اور نہ اپنے مریدوں کو اس طرف توجہ دلاتے ہیں......پیر صاحب سے بڑے ادب سے عرض کی کہ میں نے قاعدہ آپ سے پڑھ لیا ہے۔اور اب کتاب بڑے ماہر اوستاد سے پڑھنے جاتا ہوں۔شکرانہ دے کر اون سے رخصت ہوا"۔

پیری مریدی کے موضوع کی طرف اجی اپنی تحریروں میں بار بار لوٹتے ہیں۔ چنانچہ اپنی قلمی سوانح حیات میں "فقراء وعلمائے زمانہ کے حالات سے عبرت انگیز سبق" کے تحت آپ لکھتے ہیں :

"ان دنوں (۱۸۸۹ء۔ناقل) میں نے دیکھا کہ سجادہ نشین اپنے اپنے کنج عزلت میں بیٹھ کر اپنے مریدوں سے زخارف دنیا لے کر ذاتی جائیدادوں کو ترقی دے رہے ہیں۔لہٰذا اون سے دل برداشتہ ہوا۔فقراء وعلماء کا یہ حال دیکھ کر دل میں کڑھتا اور غم وغصہ سے بسا اوقات علماء وفقراء سے اولجھ پڑتا۔ایک دن ایک بڑے نامور سجادہ نشین سے قرب نوافل وقرب فرائض پر سوال کیا۔اور دل میں کہا کہ اگر علم تصوف کا ماہر اور صاحب حال ہوگا، تو میرے سوال کو بخوبی مبرہن و مدلل کر کے سمجھا دے گا۔مگر سوال کا جواب سخت مایوس کن تھا۔جس سے معلوم ہوا کہ وہ اس کوچہ سے محض نابلد ہیں۔حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احیاء العلوم الدین کثرت سے میرے مطالعہ میں تھی، جس کا یہ اثر ہوا کہ دنیا میری نظر سے گر گئی اور دل مدام گوشہ نشینی کو مائل ہوتا گیا۔کتب تصوف جو میں نے جمع کر رکھی تھیں، ان میں ایک کتاب دیوان حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ

علیہ تھی، جس کے چند اشعار کے ابتداء میں یہ لکھا تھا کہ جو حاجت مندان ابیات کو پڑھ کر جو دعا بدرگاہ رب العالمین کرے گا، وہ قبول ہو گی۔ خیال ہوا کہ ممکن ہے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ الہام ایسا بتایا گیا ہو اور یہ بات درست ہو۔ چنانچہ اون ابیات کو یاد کر کے بطور وظیفہ رٹنا شروع کیا اور بعد وظیفہ دعا یہ کیا کرتا تھا کہ اے رب العالمین اگر اب تک تیری درگہ سے کوئی شخص منصب مجددیت و قطبیت پر سرفراز نہیں ہوا، تو یہ منصب اس ذرہ بے مقدار کو عطا کر کے اسلام کی مدد فرما"۔

حسن ابدال سے اپنے گاؤں واپس آنے پر اجی نے آبادی سے دور جا کر رہنے اور عزلت گزینی کا ارادہ کیا۔ آپ کے پاس تصوف کی کتب کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو چکا تھا اور آپ چاہتے تھے کہ مطالعہ کے لئے ایسی جگہ ہو، جہاں پر آپ کو پوری طرح اطمینان قلب مل سکے اور تمام دنیاوی حوائج سے آزادی میسر ہو۔ اس تجربہ کے بارے میں آپ اپنی قلمی سوانح حیات میں لکھتے ہیں:

"سن ۹۳ (۱۸) ء میں میں نے ایک ویرانہ میں اپنے گاؤں چنگا بنگیال سے باہر اپنی گوشہ نشینی کے لئے قریباً نو گز لمبی اور تین گز چوڑی اور دو گز اونچی ایک ٹیلہ کے نیچے گف کھدوائی۔ جس میں دن میں اکثر وہیں رہتا اور کبھی کبھی رات کو بھی اوسی میں بسر کرتا۔ چونکہ چنگا میں عوام کے دل میرے مسخر ہو چکے تھے، اس لئے اکثر مرد و عورات نے میرے پاس وہاں بھی آمد و رفت شروع کر دی اور باوجود میری ممانعت کے میرے پاس آمد و رفت کرنے سے کوئی بند نہ ہوا۔ اور مجھے یہ بات ناپسند تھی۔ اس لئے میں گاؤں میں چلا آیا اور عزلت ترک کر دی......اس مشت خاک پر اللہ تعالیٰ کا یہ محض احسان تھا کہ میں نے عوام کے اس اخلاص و ارادت کو،

جو وہ میرے ساتھ رکھتے تھے، اس کو حاجت کا تکیہ گاہ نہیں بنایا، بلکہ اس کو ایک وقتی سیلاب صحراء جانتا تھا، جو کہ تھوڑی مدت کے بعد جلدی نابود ہو جاتا اور دیر پا نہیں ہوا کرتا۔ یہی حب جاہ ایک خطرناک مرض ہے، جس میں ہندو پنجاب کے ہزاروں علماء و سجادہ نشین مبتلا و گرفتار ہیں اور وہ ان کو راہ راست پر نہیں آنے دیتی۔ اور نفس کے حجابوں کی تاریک و تنگ کوٹھڑیوں میں گل سڑ رہے ہیں۔

اے حب جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں
اسمیں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
دیکھو تو جا کے ان کے مقابر کو اک نظر
سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر
اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
اک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے "

اجی اپنے لئے طالب علمی کے دنوں سے ایک علمی راستہ چن چکے تھے، جو ایک طویل اور دشوار گذار راستہ تھا، جس کے لئے انسان کو لمبی تیاری کرنی چاہیئے۔ یہ راستہ اسلام کی علمی خدمت کرنے کا تھا۔ اس کے نقطہ آغاز کا ذکر آپ کی قلمی سوانح حیات میں ملتا ہے، جسے یہاں پر آپ کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔ اجی اپنے راولپنڈی میں قیام کے دنوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" ان ہی ایام میں مشن ہائی اسکول ثم کالج راولپنڈی کے احاطہ میں آریوں، عیسائیوں، مسلمانوں کا شبینہ مذہبی جلسہ ہفتہ وار منعقد ہوا کرتا تھا، جس میں مقررین باری سے بولا کرتے تھے۔ آریہ، عیسائیوں کے نمائندے تو موجود ہو جایا کرتے (تھے) مگر ہمارے مسلمان بھائیوں کی طرف کوئی نمائندہ نہ ہوتا تھا۔

اوراس طرح اس جلسہ میں آریہ، عیسائی کھلے بندوں اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے (تھے)، جن کا اس جلسہ میں کوئی جواب دینے والا نہ ہوتا تھا۔ میں ان دنوں میں عزلت گزینی کی طرف مائل تھا۔ میرے چند دوستوں نے مجھے اس جلسہ میں حاضر ہوکر اون ناگوار اعتراضات کے جوابوں کے لئے تحریک کی۔ چنانچہ میں حاضر ہوا۔ پہلے ایک آریہ اٹھا اور اس نے اسلامی شریعت پر اعتراضات شروع کئے۔ ازاں جملہ اون میں سے ایک یہ تھا کہ مذہب اسلام عقل کے برخلاف سبق دیتا ہے۔ اس لئے وہ درست نہیں ہے۔ چنانچہ اوس کی مثال دی کہ انسان کے دبر سے ہوا نکلتی ہے (تو) اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور طہارت حاصل کرنے کیلئے ہاتھ، پاؤں، منہ کو دھو لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب طہارت ہوگئی، حالانکہ ہاتھ پاؤں کا کیا قصور ہوتا ہے، جوانکو دھویا جاتا ہے اور دبر کو کیوں نہیں دھویا جاتا، جس جگہ سے خروج ہوا سے انسان ناپاک ہوجاتا ہے"۔

اب وہ بیٹھ گیا اور میں کھڑا ہوا۔ راولپنڈی کے کثیر التعداد مسلمان میرے ساتھ تھے۔ جواب (دینے) سے پہلے میں نے اس کو تہذیب ومتانت کی طرف توجہ دلائی۔ اور وہاں کے لوگوں کی برافروختگی اور ناراضگی سے اس کو اطلاع دے کر متنبہ کیا کہ ایسے اعتراضات فریقین کے لئے تمدنی صورت میں فساد کا موجب ہوں گے۔ اس کے اعتراض کا مختصر جواب دیتے ہوئے کہا کہ اسلامی مسائل موافق عقل ہیں۔ اسی لئے اسلام کا خطاب ہی عقل پر آیا ہے۔ چنانچہ نابالغ مجنون پر اسلامی شریعت کا خطاب وارد نہیں ہے۔ مگر چونکہ آپ اسلامی علوم سے بے بہرہ اور عاری ہیں، اس لئے نادانی سے اسلام پر اعتراض کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ آپ کی لاعلمی یہ امر ثابت نہیں کرتی (کہ) جو اعتراض آپ کر

رہے ہیں، اس میں آپ حق بجانب ہیں۔ آپ کا عدم علم اسلامی علوم کے بحور کو خشک نہیں کرسکتا"۔

(۱) سنو، جسم انسانی کے دو حصے ہیں، اعلیٰ و اسفل۔ معدہ سے لے کر دماغ تک حصہ اعلیٰ ہے۔ اور انتڑیوں سے لے کر بول و براز کے مخرجین تک کا حصہ نجس ہے۔ پس جو ہوا حصہ اعلیٰ بدن سے خارج ہو، وہ پاک ہے۔ اس سے وضو لازم نہیں آتا۔ اور جو ہوا حصہ اسفل بدن سے خارج ہوتی ہے، وہ ناپاک ہے، اس سے وضو کرنا واجب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈکار کی ہوا، جو معدہ سے اٹھ کر منہ سے نکلتی اور چھینک، جو دماغ سے اٹھ کر ناک سے خارج ہوتی ہے، اس سے وضو لازم نہیں ہوا کہ اس کا مبداء و مخرج پاک ہے۔ اور انتڑیوں کی ہوا سے وضو کرنا اس لئے لازم ہوا کہ اس کا مبداء و مخرج ناپاک ہے"۔

(۲) "انتڑیوں کی ہوا اندر پھر کر خارج ہوتی ہے، جو استرخاء وضعف جگر و دل و دماغ ہے اور پانی، جو موجب تقویت ہے، ان کی تقویت کے لئے اس کے استعمال کا امر ہوا۔ طب میں پانی کی خاصیت میں لکھا ہے کہ الْمَـاءُ یَقْوِی یعنی پانی اعضاء رئیسہ کو تقویت دیتا ہے۔ پس ہاتھ، منہ کا دھونا دل و جگر کی تقویت و بیداری کے لئے، پاؤں کا دھونا دماغ کے لئے مقرر ہوا۔ کیونکہ پانی کا اثر ان تک مسامات کے ذریعہ پہنچتا ہے ۔

(۳) مخرج ریح اسفل بدن کو دھونا اس لئے مقرر نہیں ہوا کہ خروج ریح کی بدبو مخرج کو آلودہ نہیں کرتی، کیونکہ محض خارجی بدبو سے طہارت لازم ہوتی، تو ہر خارجی گندی ہوا کے جھونکے، جو جسم انسانی سے لگ کر گذرتے ہیں، اون سے سارے جسم کی طہارت لازم ہوتی اور یہ امر ایسی حالت میں تَکْلِیف مَا لایُطَاق

وحکمت اسلامی کے منافی ہوتی۔

اوس دن اسلام پر اس قسم کے اعتراضات دیکھ اور سن کر میرا دل سخت متاثر ہوا۔ اور بعد ازاں اور مخالفین کی کتب بھی نظر سے گذریں، اور یہی امور میرے لئے کتاب اسرار شریعت لکھنے کے محرک ہوئے"۔

اجی نے اپنی عمر عزیز کے لگ بھگ پچیس سال اس کتاب کی تیاری پر صرف کر دیئے۔ آپ نے "اسرار شریعت" کے سلسلے میں شائع کئے جانے والے ایک اشتہار میں لکھا کہ اس کا اصل مقصد فتنہ ارتداد کا مقابلہ کرنا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"اسلام کے مخالف لوگ آریہ، عیسائی، دہریہ وغیرہ عقلی و فلسفی رنگ میں احکام شریعت اسلامیہ پر اعتراض کرتے اور ہر حکم الٰہی میں عقلی دلائل سے جواب مانگتے (ہیں) اور جن لوگوں کو اس زمانہ کے علوم عقلیہ و سائنس سے ناواقفی ہے اور کالجوں اور ہائی اسکولوں کے طلباء ان کے اعتراضات سن کر متاثر ہو جاتے ہیں اور احکام شریعت کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور طرح طرح کے شکوک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا بجواب مخالفین و تعلیم موافقین یہ کتاب اردو میں لکھی گئی ہے۔ اس میں معقولی دلائل کے علاوہ جا بجا قرآن کریم و احادیث نبویہ کے حوالے بھی لکھے گئے ہیں"۔

اگرچہ یہ کتاب بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں پہلی بار شائع ہوئی تھی اور دوسرا ایڈیشن تیسری دہائی میں چھپا تھا، وہ آج بھی اس موضوع پر لکھی جانے والی بہترین کتاب گنی جاتی ہے۔ تیسرے ایڈیشن کی تیاری کے دوران اجی نے ایک خواب دیکھا، جس کو آپ نے "ایک عجیب وغریب رؤیا" کے عنوان کے تحت بیان کیا۔ آپ لکھتے ہیں:

"امابعد آج مؤرخہ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۲۸ء کو میں

نے کتاب "اسرارشریعت" کی کتاب الصلوٰۃ کو بارسوم باضافہ مضامین جدیدہ بعد از نماز عشاء مرتب کرنے کا ارادہ کیا اور دل میں اس کے مضامین کی ترتیب کے لئے کئی اسباب مدنظر تھے۔ اور نماز کے جن احکام پر آریہ اور عیسائیوں نے اعتراضات کئے ہیں، اون کے حوالے ان کی کتابوں سے لے کر اون کو بالمقابل رکھ کر اون کے جوابات لکھنے کے لئے ان کی کتب "ستیارتھ پرکاش" مؤلفہ سوامی دیانند اور "تعلیم محمدی" وغیرہ مؤلفہ پادری عمادالدین وغیرہ مہیا کی گئیں۔ کتاب تحت الترتیب میں منقولی ومعقولی دلائل اور کئی قسم کے حوالے لکھنے کے لئے میں نے بے شمار کتب نکال کر ڈھیر لگا دیا کہ اتنے میں نیند نے غلبہ کیا اور کتب اسی طرح رکھی رہیں اور میں لیٹ گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں شہد درختوں میں تلاش کر رہا ہوں۔ درختوں پر خالی شہد کے چھتے ملتے ہیں، جن کو میں نچوڑتا ہوں، مگر اون میں خالی موم ہے، شہد نہیں رہا۔ اندریں حالت میں ایک ایسی زمین پر پہنچتا ہوں ("مقدمہ اسرارشریعت" میں بھی یہ رویا بیان ہوا ہے، جہاں پر اس مقام پر یہ اضافہ ہے: "خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنی مملوکہ زمین میں جو کہ اس جگہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے اور اس میں درخت ہیں، اون پر شہد تلاش کر رہا ہوں، لیکن وہاں اون پر شہد نہیں ملا۔ لہٰذا میں اس جگہ سے ایک اور اپنی مملوکہ پست اور گمنام زمین پر اتر آیا)، جس پر سفید رنگ کے پردے پھیلائے ہوئے ہیں۔ میں ان کو اٹھاتا ہوں، تو ان کے نیچے سے خالص شہد برآمد ہوتا ہے اور میں اسکو خوب سیر ہو کر کھا رہا ہوں ("مقدمہ اسرارشریعت" میں اس مقام پر یہ اضافہ ہے) اتنا کھایا کہ بیدار ہونے تک اوس کی حلاوت محسوس ہو رہی تھی۔ اور اس وقت میرے دل پر حضرت احمد کا یہ منظوم فقرہ، جو کہ قرآن کریم کی صفت

میں ہے، جاری تھا: شہد یست آسمانی از وحی حق چکیدہ۔

درختوں پر شہد ڈھونڈنے سے نہ ملنے میں یہ ایما ہوا ہے کہ آسمانی روحانی شہد ہمیشہ خاکساری اور پستی میں ملا کرتا ہے۔ اوس کا مقام اونچے درختوں پر نہیں ہوا کرتا۔ کبر اور بڑائی کے درختوں پر اس کا چھتہ اور مہال نہیں جم سکتا۔ یہ خاکساری اور شکستہ دلی کی زمین سے نہر رواں اور چشمہ جریاں ہو کر نکلا کرتا ہے۔

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو
نفس دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

اس کی دوسری تعبیر میرے دل میں یہ متبادر ہوئی ہے کہ درختوں سے مراد گذشتہ صلحائے کرام اور متکلمین اسلام ہیں۔ میری زمین میں ان کا ہونا یہ ہے کہ ان کا اور میرا مدعا واحد امداد اسلام ہے۔ ان کے زمانہ میں ان کے دلوں پر جو قرآنی حقائق و معارف کا آسمانی شہد اوترا تھا، اس کو مرور زمانہ کی وجہ سے لوگوں نے اس میں زمینی خیالات کے گندے خس و خاشاک ڈال کر قابل استعمال نہیں رہنے دیا۔ اب وہی شہد قدرت ایزدی کے ہاتھوں سے صاف و ستھرا ہو کر تازہ ہمارے دلوں میں اوتر رہا ہے۔ دوسری جگہ سے میری ہی پست و گمنام زمین سے شہد کا نہایت ہی سفید کپڑے کے نیچے سے ملنے سے مراد اس عاجز کا دل ہے۔ کیونکہ آسمانی علوم دلوں پر نازل ہوا کرتے ہیں۔ اور میری پست اور گمنام زمین پر شہد کا چشمہ ہونے سے مراد بھی اس عاجز کا دل ہے، کیونکہ میں گمنام اور پست لوگوں سے ہوں۔ اور اونچے اور بڑے لوگوں میں شمار نہیں ہوں، گو بظاہر میں ہند کے قدیمی راجپوت شاہی خاندان کی اولاد سے ہوں۔ مگر وہ دین اسلام کی دولت ایمان و قرآن کریم کے خزائن سے بے بہرہ تھے۔ میرے پاس آسمانی خزائن

بے شمار جمع ہورہے ہیں۔ یہاں اونچائی اونہی کوملتی ہے جو اتقیٰ ہوں......

علاوہ ازیں پست زمین اور سفید کپڑے میں یہ ایما بھی واقعی ہے کہ جو اس احقر کو متنبہ کیا گیا ہے کہ جب تک پستی اور تواضع اور عاجزی اور خاکساری رہے گی اور دل آلودگی جیفہ دنیا سے پاک وسفید رہے گا۔ تب تک آسمانی شہد اوترتا رہے گا۔ ہر ایک سالک طریق حق کے لئے یہی دستور العمل عنداللہ مقرر ہے"۔ (مقدمہ اسرار شریعت۔ص ۵۔۷)۔

قبول احمدیت

میرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں اجی نے ۱۸۔۱۹ برس کی عمر میں پہلی بار سنا، جب آپ اینگلو ورنیکلر کی تعلیم کے سلسلہ میں راولپنڈی میں مقیم تھے۔ آپ کے پڑوس میں صوفی نبی بخش رہتے تھے، جو ریلوے میں ایگزامینر آفس میں ملازم تھے۔ وہ مذہبی معاملات میں دلچسپی رکھتے تھے، جس کے سبب اجی کا ان کے ساتھ ملنا جلنا تھا۔ انہوں نے میرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب "براہین احمدیہ" پڑھی تھی، جس میں الہام کے جاری ہونے پر بطور خاص بحث کی گئی تھی۔ انہوں نے کتاب میں درج شدہ الہامات کی اجی کے سامنے تعریف و تحسین کی۔ ان دنوں اس کتاب کا بہت چرچا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے اسلام کے دفاع میں اس وقت تک ایسی مدلل کتاب اور کسی نے نہ لکھی تھی۔ چنانچہ اہل حدیث عالم مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی نے "براہین احمدیہ" پر اپنے مجلّہ "اشاعۃ السنہ" میں چھ قسطوں پر مشتمل ایک طویل تبصرہ لکھا، جس میں "براہین احمدیہ" کو علمی کارنامہ اور انیسویں صدی کا تصنیفی شاہکار قرار دیا۔ اسی طرح بعض دوسرے علماء بھی اس کتاب کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ میرزا صاحب نے اس وقت تک ابھی امام مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہ کیا تھا۔

پھر صوفی نبی بخش تبدیل ہو کر لاہور چلے گئے۔ جب کہ اجی انگریزی کی تعلیم سے فراغت کے بعد بدستور راولپنڈی میں ہی مقیم رہے، جہاں پر آپ کو ایک افغان سردار کے

بیٹوں کا اتالیق مقرر کیا گیا۔ چند برسوں کے وقفہ کے بعد صوفی صاحب لوٹ کر راولپنڈی آئے ،تو اجی نے ملاقات ہونے پر ان سے پنجاب کے حالات کے بارے میں پوچھا، جس سے مراد لاہور اور دوسرے مشرقی اضلاع کے احوال جاننا تھا۔صوفی صاحب نے دوسری باتوں کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے میرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں بات شروع کر دی۔اجی نے ان سے اپنی گفتگو کو ذیل کے الفاظ میں بیان کیا ہے،جس کی ابتداء اس سوال سے ہوتی ہے کہ

"اس وقت دنیا میں میرزا صاحب نے آ کر اسلام کا کیا کام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسلام مر چکا تھا۔ دنیا شرک اور بت پرستی سے بھر گئی تھی ۔ میرزا صاحب نے آ کر اسلام کو زندہ کیا ہے اور شرک کے بڑے ستون حیات مسیح کو توڑ کر پاش پاش کر دیا ہے اور عیسائیت کو کھلی کھلی شکست دی ہے۔صوفی صاحب کی یہ باتیں بطور بیج میرے دل میں بیٹھ گئیں۔مگر ابھی زمین دل سے ان کے پھوٹ کر باہر نکلنے کا وقت نہ آیا تھا اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں میری شمولیت کے لئے ابھی قریباً نصف درجن سے زیادہ سال باقی تھے"۔

اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ کے بعد میرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی اور پھر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا،جس کے سبب علمائے اسلام ان کے خلاف کفر کے فتوے دینے لگے۔اور اگر چہ اجی نے اس وقت تک میرزا صاحب کی کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی ،آپ کو وہ فتاویٰ درست نہ لگتے تھے۔چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"جب میں لوگوں سے آنحضرت کے حق میں ناجائز کلمات ،مفتریانہ شکایات سنتا ۔تو میرا دل کہتا تھا کہ میرزا صاحب خاندانی رئیس اور بڑے آدمی ہیں، وہ جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔کیونکہ جھوٹا آدمی ذلیل وخوار ہوتا ہے۔انکے دعویٰ کی بناء بجز راستی

نہیں ہوسکتی۔ میرے دل کی تو یہ حالت تھی، مگر میری حالت ناقص تھی۔ اور آپکے شرف بیعت میں داخل ہونے کی اہلیت اور حزب الٰہی میں بظاہر شامل ہونیکی سعادت کا وقت ابھی نہ پہنچا تھا"۔

حسن ابدال میں دو برسوں تک قیام اور کچھ عرصہ تک اپنے گاؤں چنگا بنگیال میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے کے بعد اجی ۱۸۹۴ء میں صوبہ دار میجر و آنریری کپتان شیر باز خان کے بچوں کی اتالیقی کے سلسلہ میں ان کے گاؤں عمرال (ضلع جہلم) چلے گئے۔ وہاں پر آپ کا معمول تھا کہ ہفتہ میں ایک بار چھٹی کے روز والدین سے ملنے کے لئے اپنے گاؤں یا ڈومیلی یا تر کی ریلوے اسٹیشن پر چلے جاتے تھے، جہاں پر ان دنوں آپ کے واقف کار اور صاحب علم حضرات اسٹیشن ماسٹر تھے۔ وہاں پر آپ کو ۱۸۹۶ء میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا، جس نے آپ کی کایا پلٹ دی۔ اس کا حال ذیل میں اجی کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔

"ایک دفعہ جبکہ میں ریلوے اسٹیشن ڈومیلی پر تھا، ڈاکٹر بوڑے خان احمدی مرحوم ریل سے اترے اور جہاں میں بیٹھا تھا، وہاں ہی دفتر میں میرے بالمقابل آ کر بیٹھ گئے۔ ان دنوں بابو جمال الدین مرحوم وہاں کے اسٹیشن ماسٹر تھے۔ وہ بھی ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے۔ مجھے انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر بوڑے خان کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور انکی جگہ پر حضرت اقدس میرزا غلام احمد صاحب قادیانی تشریف لائے ہیں۔ میں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر بیٹھے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے مجھے کہا کہ آپ اچھی طرح قرآن کریم کو مطالعہ کر کے غور فرمائیں عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اس وقت میرے دل میں آیا کہ اس مسئلہ کی اپنی جگہ اچھی چھان بین کر لینی مناسب ہے۔ لہٰذا اس امر کی تحقیق

وتنقید کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کی کتابیں حاصل کرنے کیلئے میں نواب خان تحصیل دار مرحوم اور مولوی برہان الدین صاحب مرحوم کے پاس جہلم میں پہنچا۔ پہلے نواب خان صاحب سے مل کر کچھ کتابیں حاصل کیں۔ پھر مولوی برہان الدین صاحب کے پاس اون کی مسجد میں پہنچا۔ پیشین کی نماز کا وقت تھا۔ نماز پڑھانے کیلئے وہ آگے بڑھے۔ میں نے ان کو پیچھے کرلیا۔ اونہوں نے مجھے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا۔ میں نے اون کو کہا کہ آپ غیر مقلد اور مرزائی ہیں اور میں مقلد حنفی ہوں، آپکے پیچھے میری نماز کس طرح ہو سکتی ہے۔ کہنے لگے: اچھا بیٹھ جاؤ' پہلے بات کرلیں کہ بغیر رسول کے کسی دوسرے شخص کی تقلید واجب ہے یا غیر واجب۔ اگر بغیر رسول کے کسی دوسرے شخص کی تقلید واجب ثابت ہوئی، تو آپ حق بجانب ہوں گے، ورنہ میں حق پر ہوں گا۔ میں نے کہا کہ نماز کا وقت تھوڑا ہو رہا ہے یہ مناظرہ اور بحث کا وقت نہیں۔ آپ اس وقت یہ فتویٰ دیں کہ آیا میری نماز آپکے پیچھے ہو سکتی ہے ۔ فرمانے لگے: ہوسکتی ہے۔ میں نے کہا: اچھا آپ آگے ہو کر نماز پڑھا دیں۔ میں نے ظہر کی نماز انکی اقتداء میں پڑھی اور عصر کی نماز اونہوں نے میری اقتداء میں ادا کی ، کیونکہ اوس وقت تک ابھی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے شائع نہیں ہوا تھا۔ شام کی روٹی مولوی صاحب موصوف کے ہاں تناول کر کے میں رات کی گاڑی پر ڈومیلی چلا آیا۔ اور صبح عمرال پہنچ کر کتب احادیث وآیات قرآن کریم کو بغور پڑھا۔ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کو بھی بار بار بغور مطالعہ کرنے سے واضح ہوگیا کہ آپ حق پر ہیں اور آپکا دعویٰ حق ہے اور واقعی آپ سچے مسیح موعود

ومہدی معہود ہیں"۔

مولوی برہان الدین جہلمی نامور اہل حدیث عالم تھے اور ان معدودے چند نامور علماء دین میں سے تھے، جنہوں نے میرزا غلام احمد قادیانی کو قبول کیا تھا اور ان کی بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے۔ آپ نے دہلی میں مولوی سید نذیر حسین محدث سے تحصیل علم کیا تھا۔ فرقہ اہل حدیث کی بنیاد شمال مغربی پنجاب میں آپ کے دم قدم سے رکھی گئی۔ آپ نے حدیث کا درس جہلم میں قائم کیا، جس میں شمولیت کیلئے دور دراز سے طالب علم آتے تھے۔ چنانچہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور مولوی مبارک علی سیالکوٹی آپ کے شاگرد تھے۔ آپ مجاہدین کی جماعت میں بھی شامل تھے اور پیدل چل کر تیراہ جہاد کے سلسلہ میں جایا کرتے تھے۔ میرزا غلام احمد قادیانی سے ملاقات کے لئے بھی آپ پیادہ پا ہوشیار پور گئے تھے، جہاں پر وہ ان دنوں میں چھ ماہ تک روزہ رکھنے کے لئے قیام پذیر تھے۔ آپ بیعت کرنے کو تیار تھے، مگر میرزا صاحب نے یہ کہہ کر بیعت نہ لی کہ ابھی مجھے حکم نہیں ملا ہے۔ مولوی برہان الدین صاحب نے اپنے شہر میں واپس پہنچ کر میرزا صاحب کی تعلیمات کو پھیلانا شروع کر دیا۔ آگے چل کر انہیں سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر وہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ آپ قرآن کریم اور احادیث کے حافظ تھے۔ علم الکلام، منطق اور طب میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ میرزا صاحب ان کی بے حد عزت کرتے تھے اور آپ کے نام کو اپنے خاص الخاص اصحاب کی فہرست میں شامل کر رکھا تھا۔ جب آپ نے ۳ دسمبر ۱۹۰۵ء کو وفات پائی، تو میرزا صاحب نے کہا کہ " آپ میری جماعت کے ان دوشہتیروں میں سے تھے، جن کے ٹوٹنے کی خبر مجھے بذریعہ الہام پہلے سے مل چکی تھی"۔ دوسرا شہتیر مولوی عبدالکریم سیالکوٹی تھے، جن کا انہی ایام میں وصال ہوا۔ ان دونوں عالموں کی یاد میں اور ان کے جانشین پیدا کرنے کے لئے آپ نے مدرسہ احمدیہ کو

قائم کیا، جو بعد میں جامعہ احمدیہ بنا اور آج بھی ربوہ میں چل رہا ہے۔ جماعت کے مبلغین اور مربیان اسی ادارہ کے پروردہ ہیں۔

میرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی پر غور وخوض کرنے کے دوران اجی نے ایک کشف دیکھا، جس کے سبب آپ کے سارے وساوس دور ہو گئے۔ اس کی تفصیل اجی کے الفاظ میں بیان کی جاتی ہے:

" کنت اتفکر فی دعاوِی المسیح القادیانی علیه السلام فی سنة ١٨٩٦ء فجاء بی ملك من اللّٰه تعالٰی فی صورة آدمی حسین فعانقنی و غطتنی و جذبنی الیه جذباً شدیداً مرار اًحتّٰی صرت نحیفاً بِحد من جذبِه کنت لا استطِیع ان اقوم علٰی رِجلائی ـ فاذا استیقظت طار جمیع الوساوس التی کانت فی قلبِی فی حق المسیح القادیانی علیه السلام و فهمت ان دعواه حق و ان مخالفیه کلهم علٰی غیر الحق "

(میں سن ۱۸۹۶ء میں مسیح قادیانی کے دعاوی کے بارہ میں غور و تدبر کر رہا تھا ،تو ایک فرشتہ ایک خوبصورت انسان کی شکل میں میرے سامنے نمودار ہوا اور مجھ سے معانقہ کیا اور کئی بار مجھے پکڑ کر اپنے سینے کیساتھ لگا کر بھینچا۔ میں اسکے اس فعل سے اسقدر کمزور ہو گیا کہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہوسکتا تھا۔ جب میں بیدار ہوا، تو مسیح قادیانی علیہ السلام کے حق میں جو وساوس اور شکوک میرے دل میں تھے، وہ سارے اڑ گئے اور میں اوسوقت سمجھ گیا کہ مسیح قادیانی کا دعویٰ حق ہے اور آنحضرت کے مخالف ناراستی پر ہیں" (" کتاب الالہامات"۔ صفحہ ۲)

اس پر اجی نے مئی ۱۸۹۶ء میں ایک خط میرزا غلام احمد قادیانی کے نام فارسی زبان میں لکھا، جس میں اپنے بعض کشوف کا ذکر کیا، جو انکے حق میں آپکو دکھائے گئے تھے اور علوم

لدنیہ اور معارف الٰہیہ بیان کئے، جو آپ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کھولے گئے تھے۔ ان باتوں میں سے ایک کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ثانیہ سے تھا، جسکے بارے میں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر القرآن میں لکھا تھا کہ آپکا نزول آخر الزمان ایک دوسرے بدن میں ہوگا۔ اصل عبارت یہ ہے: وجب نزوله فی آخر الزمان بتعلقه ببدن آخر (بحوالہ تفسیر ابن عربی۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۶۲۔ سطر ۲۵۔ بحاشیہ تفسیر عرائس البیان)۔ اس خط کا اصل متن میرے سامنے نہیں ہے۔ تاہم اجی نے لکھا ہے کہ آپ نے خط کا آغاز اس شعر سے کیا تھا:

طالب ھمم و خاک پا اہل دلم
من فدائیم برتو حضرۃ اے شہے صاحبقلم

میرزا غلام احمد قادیانی نے اس کے جواب میں مندرجہ ذیل خط بھیجا۔

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد عفاہ اللہ و ایدہ

بخدمت مجی محمد فضل صاحب ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد ہذا آپ کا محبت نامہ، جو اخلاص اور محبت سے بھرا ہوا تھا اور معارف اور نکات پر مشتمل تھا، مجھ کو ملا اور باعث سرور اور فرحت ہوا۔ جزا کم اللہ خیراً۔ جو کچھ آپ نے لکھا ہے، وہ واقعی درست ہے۔ مگر افسوس کہ دنیا میں بہت ہی تھوڑے ایسے انسان ہیں، جو ان حقائق حقہ کو سمجھتے ہیں۔ بہر حال صرف اس قدر تحریر آپ کے صفائے باطن اور علم اور معرفت اور فراست پر دلالت کر رہی ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنی محبت میں ترقی بخشے۔ یہ عاجز چند روز بباعث شدت کم فرصتی جواب لکھنے سے معذور رہا۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ ۲۹ مئی ۱۸۹۶ء"

اجی اس خط کو پا کر میرزا صاحب کی ملاقات کے لئے سخت بے چین ہو گئے۔ بالخصوص یہ دعائیہ فقرات "خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنی محبت میں ترقی بخشے" نے اجی پر ایسا اثر کیا، جیسے آپ کے لئے روحانی ترقی کے دروازے کھول دیئے گئے ہوں۔ چنانچہ آپ اس بارہ میں لکھتے ہیں۔

گفتن او گفتن اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

تھوڑے عرصے کے بعد میرزا غلام احمد قادیانی نے اجی کو لکھا کہ قادیان میں آ کر ملاقات کریں۔ چنانچہ آپ ۱۳ جنوری ۱۸۹۷ء کو منصور علی خان ساکن عمرال کی معیت میں اس سفر پر نکلے۔ جہلم میں دونوں نے ایک رات مولوی برہان الدین صاحب کے شاگرد رشید قاری صاحب کے ہاں قیام کیا۔ اور مورخہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء کو وہاں سے ریل گاڑی پر سوار ہو کر اگلے روز علی الصباح بٹالہ اسٹیشن پر پہنچے۔ اس وقت سخت بارش ہو رہی تھی اور ہوا بھی زور کی چل رہی تھی۔ وہاں سے قادیان پہنچنے کا حال اجی کی زبانی بیان کیا جاتا ہے۔

"میرے دل میں جوش تھا کہ آج ہی قادیاں پہنچ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھنا اور انکی ملاقات کا شرف حاصل کرنا ہے۔ اوس وقت میری عمر قریبا ۲۹ سال تھی۔ میرے بدن پر ایک کرتہ، واسکٹ اور ایک چادر، دستار اور پاجامہ تھا۔ اوس وقت قادیاں ریلوے نہ تھی، بلکہ قادیاں یہ ریلوے اوس وقت سے ۳۳ سال بعد تیار ہوئی۔ بٹالہ سے اوتر کر قادیاں تک پورے گیارہ میل لوگ ٹانگے یا یکہ پر جایا کرتے تھے۔ اوس دن سخت بارش کیوجہ سے ہمیں کوئی سواری نہ مل سکی۔ چاروں طرف پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ ہم قادیاں کا راستہ پوچھتے مگر کوئی شخص ہمیں

قادیاں کا راستہ نہ بتاتا۔ نہ مسلمان نہ عیسائی وغیرہ۔ کثرت بارش کی وجہ سے ہمیں کوئی آدمی باہر نہ ملتا، جس سے راستہ پوچھیں۔ اور اگر کسی کے دروازہ پر جا کر دریافت کرتے تو آگے نفی میں جواب ملتا۔ ہم چلتے چلتے عیسائیوں کی کوٹھیوں تک پہنچے۔ اون سے پوچھیں، تو وہ دور سے ہمکو کہتے چلے جاؤ، ادہر مت آؤ۔ میں نے ان لوگوں کی اس بات کو نیک تفاول پر یقیناً محمول کیا کہ یہ سب راہ خدا سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ انکی زبان حال کہہ رہی ہے کہ ہم راہ حق سے برگشتہ ہیں۔ اوخود گم است کرا راہبری کند۔ انکے مناظر اور انکی زبانیں اور چہرے گواہی دے رہی ہیں کہ وہ نور خدا، جو قادیاں میں نازل ہوکر درخشاں ہے اور وہ چشمہ آب حیات، جو قادیاں میں رواں ہے، اوس تک انکی رسائی نہیں ہوئی اور اس سے بے بہرہ ہیں۔ لہٰذا ہم ان لوگوں سے راہنمائی کا کام لینے سے مایوس ہوکر گورداسپور والی سڑک پر بائیں طرف چل پڑے اور کئی میل اوس پر چلتے گئے۔ آگے سے بیلوں کا ایک گڈا آتا ہوا دیکھا۔ گڈا والا سے قادیاں کا راستہ دریافت کیا۔ اوس نے کہا کہ تم قادیاں کا سیدہا راستہ کئی میل پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ اب یہاں سے ان پیلیوں (کھیتوں) میں سے گذر کر اوس دائیں طرف والے گاؤں میں چلے جاؤ ۔ وہاں آگے قادیاں کا راستہ پوچھ لینا۔ اللھم اھدہ و اولادہ و احفادہ۔ اے ہمارے خداوند کریم اگر وہ شخص اب تک زندہ ہے، تو اس کو سیدھی راہ سلسلہ عالیہ احمدیہ پر چلا۔ اور اگر وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے، تو اوس کی اولاد و احفاد کو اس راہ حق کی راہ نمائی فرما۔ آمین۔ اب چونتیسواں سال اس واقعہ سے گذر رہا ہے۔ ہم اوس دائیں طرف والے گاؤں میں جا پہنچے۔ بارش اور تند ہوا کا سلسلہ لگاتار جاری تھا۔ وہاں چند آدمیوں نے ایک چھپر میں گنا کی کسیری جمع کی ہوئی

(تھی اور آگ) سینک رہے تھے۔ وہاں ہم نے اپنے کپڑوں کو نچوڑ کر پانی نکال دیا اور تھوڑی دیر آگ سینکی۔ پھر راستہ پوچھ کر چل پڑے اور قادیاں والی سڑک کو جا ملے اور وڈالہ میں جا پہنچے۔ میرے ساتھی منصور علی خاں کی عمر پچاس سے اوپر تھی اور وہ قدرے پہلے ہی کمزور تھے اور سخت بدحال۔ وہ ٹھہر گئے۔ وہ کہنے لگے: اب میرے پاؤں میں چلنے کی سکت و طاقت نہیں رہی۔ میں نے وڈالہ سے اچھا ستھرا گڑ خرید کر اسکو جبر سے کھلوایا اور کہا: آگے چلو، بارش تھم گئی ہے۔ نہر پر پہنچے، تو بارش پھر برسنے لگی۔ میں نے اسکو کہا کہ اس نہر والی کوٹھی میں ٹھہر جائیں گے۔ اسکو دیکھا کہ وہ ٹپک رہی ہے۔ پانی جیسا باہر تھا، ویسا ہی اندر تھا۔ اور میرے ساتھی نے چلنے سے جواب دے دیا۔ اور میرا جوش اسیطرح قائم تھا کہ میں نے آج ہی حضرت اقدس کو جا کر ملنا اور دیکھنا ہے۔ میرے اعضاء اور پاؤں میں کوئی ماندگی و کمزوری محسوس نہ ہوتی تھی۔ واسکٹ کے نیچے والا کرتہ، جو بدن سے چسپاں تھا، وہ بیشتر خشک تھا۔ مجبوراً اپنے ساتھی سے کہا کہ سڑک سے بائیں ہاتھ والے گاؤں میں چل کر رات بسر کریں اور صبح انشاء اللہ قادیاں میں پہنچ کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کرینگے۔ چنانچہ بائیں ہاتھ والے گاؤں میں ایک سکھ لمبردار کے گھر جا اوترے۔ اوس نے کسیری جمع کروا کے ہمارے کپڑے سکھائے اور ہم کو رات کا کھانا کھلوایا۔ صبح سویرے ہم کو قادیاں شریف کا راستہ بتایا۔ ہم سویرے قادیاں میں جا پہنچے۔ مسجد مبارک میں منشی جلال الدین صاحب بلانی والے بیٹھے ہوئے نجوم القرآن لکھ رہے تھے۔ اور اون سے قریب حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلف حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام موجودہ خلیفۃ المسیح ثانی سلمہ وایدہ اللہ بنصرہ العزیز بیٹھے ایک تقطیع

(لوح) پر جلی حروف رقم فرمارہے تھے۔ اوس وقت انکی عمر سات سال کی تھی۔
مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت کے فرزند ہیں۔ میں نے اون سے مصافحہ کر کے دست
بوسی کی۔ ہمکو بتایا گیا کہ حضرت اقدس ظہر کو باہر تشریف لائیں گے۔ چونکہ سردی
زدہ اور سخت ٹھٹھرے ہوئے تھے، اسلئے ہم کو تنور پر لے گئے۔ وہاں حضرت برہان
الدین مرحوم جہلمی بیٹھے ہوئے آگ سینک رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر بہت مسرور
ہوئے۔ ظہر کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام باہر تشریف لائے اور حضور کی
ملاقات سے ہمیں شرف اندوزی ہوئی۔ میں نے دیکھا اور خوب غور کیا۔ حضور کا
وجود مسعود سرتا پا انوار الٰہی کا مجسمہ تھا۔ اتباع نبوی وسنت مصطفوی آپکی حرکت و
سکون وقول وفعل سے عیاں تھی۔ حضور نے ملاقات کے بعد ہماری احوال پرسی
فرمائی۔ ظہر کی نماز حضور کے پہلو میں کھڑے ہو کر ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا۔
میں نے حضور سے بیعت کیلئے عرض کیا۔ حضور نے نماز عشاء کے وقت باہر
تشریف لا کر اس مشت خاک اور میرے ساتھی منصور علی خان کو اپنی بیعت میں
داخل کر کے اس احقر کا نام ۳۱۳ خاص صحابہ خود میں حکیم فضل الدین مرحوم کو خاص
حکم دے کر شامل کیا۔ (اجی کا نام ۱۵۰ نمبر پر ہے۔ ناقل)۔ صبح کو گول کمرہ میں
دعوت طعام میں اس احقر کو بلوا کر مع دیگر صحابہ کرام طعام تناول فرمایا۔ مجھے خوب
یاد ہے کہ اس دعوت میں پلاؤ بھی موجود تھا۔ چونکہ وطن میں میرے والد سخت بیمار
تھے۔ اسلئے احقر نے واپس جانے کی رخصت طلب کی۔ حضور نے رخصت دے
کر ایک رقعہ بنام محمد اکبر صاحب مرحوم ٹھیکہ دار کے لکھ دیا کہ انکو صبح گاڑی میں خود
بٹالہ سے سوار کر دو تا کہ ان کو تکلیف نہ ہو۔ حکیم فضل الدین اور مولانا برہان
الدین صاحب جہلمی بارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیاں سے ہمارے

رخصت ہونے کے وقت بطور مشایعت قادیاں سے باہر تک ہمارے ساتھ آئے تھے۔ ہم رات کو بٹالہ میں محمد اکبر مرحوم کے گھر پر رہے۔ اور صبح کو وہ ہم کو گاڑی پر سوار کرآئے اور ہم عمرال میں واپس پہنچ گئے"۔

اجی نے میرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت ایک ایسے وقت میں کی، جب کہ موصوف پر کفر کا فتویٰ لگ چکا تھا۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اس کا جواب خود اجی کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے:

"ممکن ہے کہ بعض لوگ اس مشت خاک سے معترض ہوں گے کہ تم ایسے شخص کے مرید کیوں بنے ہو، جس پر علماء نے کفر کے فتوے لگا دیئے ہیں۔ جواباً عرض ہے کہ فتوے دینے والے کئی قسم کے انسان ہوتے ہیں۔ اور اس عاجز نے ہر قسم کے انسان دیکھے ہیں۔ بعض نافہمی کی وجہ سے اور بعض حسد کی وجہ سے اور بعض کورانہ تقلید کی وجہ سے تکفیر بازی کرتے ہیں۔ اس عاجز نے قالاً وحالاً وعقلاً ونقلاً قرآن وحدیث وعالم روحانی سے اچھی طرح چھان بین کر لی ہے۔ یہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت احمد ان (کذا) کی تکفیر کرنے والے اسی قسم کے انسان ہیں، جنہوں نے انبیاء کے انکار میں بھی پیش قدمی کی۔ چنانچہ قرآن کریم اس بارہ میں گواہ ناطق موجود ہے۔ حضرت عمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ وحسنؓ وحسینؓ علیہم السلام کو قتل کرانے میں اسی گروہ کے ہاتھ تھے۔ ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہؒ وشافعیؒ و مالکؒ وحنبلؒ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اور حضرت جنید بغدادی وشبلی و بایزید بسطامی و حضرت امام غزالی وحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی وحضرت شیخ محی الدین ابن عربی وشیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی وشاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالےٰ پر تکفیر بازی اور دکھ دینا اسی طائفہ تنگ کنوئیں میں رہنے والوں کی کارستانیاں ہیں۔

بغداد میں خلافت عباسیہ کے زمانہ میں ایک لاکھ علماء وفضلاء کوقتل کرانے میں یہی گروہ پیش پیش تھا، جس سے غضب الٰہی کی آگ مکفرین وقاتلوں کوسزا دینے کیلئے اور غافلوں کو بیدار و ہوشیار کرنے کیلئے ہلاکو خان چنگیز کی شکل میں نمودار ہوئی۔ جس نے عراق عرب میں خون کی نہریں چلا دیں۔ اسی حالت میں خلیفہ وقت وہاں کے ایک ولی اللہ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوا۔ اس بزرگ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے، تواوس کو یہ الہام ہوایا ایھا الکفار اقتلوا الفجار ۔ یعنی اسے کافرو فاجروں کوقتل کرو۔ تب اس بزرگ نے خلیفہ کوکہا کہ میں تمہارے لئے دعانہیں کرسکتا۔ آسمان تم سے ناراض ہے۔ تم نے اس سے پہلے تدارک نہیں کیا۔ چنانچہ خلیفہ معہ اراکین سلطنت مارا گیا"۔ (مقدمہ اسرار شریعت۔ صفحہ ۵۰)

مخالفت کا سامنا

جس زمانے میں اجی نے میرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر بیعت کی، میرزا صاحب کی مخالفت زوروں پر تھی۔ ان پر کفر کے فتوے لگائے جا چکے تھے۔ لوگوں میں سخت ہیجان پایا جاتا تھا اور جو کوئی میرزا صاحب کی بیعت کر لیتا تھا، اس پر مخالفت کے سبب جینا محال کر دیا جاتا تھا۔ بدیں وجہ اجی نے ابتداء میں اپنی بیعت کو پوشیدہ رکھا۔ مگر یہ چیز آپ کو پسند نہ تھی۔ چنانچہ آپ اس بارے میں لکھتے ہیں:

> " بیعت کے بعد کئی مہینے تک ہماری بیعت عمرال و چنگا میں مخفی رہی، کیونکہ ان دنوں احمدیت کی سخت مخالفت تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ دنیا کے لوگوں سے کسی امید پر یا ڈر کر حق پوشی بڑا شرک ہے۔ اسلئے میں نے بتدریج اور پنہاں اور فرداً فرداً تبلیغ شروع کر دی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی کہ حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے لوگوں سے امید و بیم کے شرک سے رہائی بخشے "

چنانچہ اجی نے اپنے بارے میں اعلان کرنے کا ارادہ کیا، جسکے لئے ایک موقعہ اس طرح میسر آ گیا کہ بارشوں کے وقت پر نہ ہونے کے سبب ملک میں قحط سالی پھیل رہی تھی۔ آپ نے قریبی دیہات کے لوگوں کو نماز استسقاء یعنی طلب باراں کے لئے نفل پڑھنے کے لئے موضع عمرال میں آنے کو کہا۔ باقی روداد اجی کی زبانی بیان کی جاتی ہے:

"چنانچہ لوگ بکثرت حاضر ہو گئے۔ نماز استسقاء پڑھی گئی اور لوگوں کو مواعظہ حسنہ کے دوران میں (نے) اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ وہ حضرت احمد قادیانی پر ایمان لائیں۔ ان کے حق میں یہ امر دارین (میں) سعادت و خیر کا موجب ہو گا ۔ یہ بات سنتے ہی دو فریق ہو گئے۔ ان لوگوں میں چند علماء بھی تھے۔ وہ تو اول المنکرین ہو گئے الا ماشاء اللہ۔ تھوڑے آدمی میری باتوں کی تصدیق کرتے تھے اور زیادہ تر منکرین میں شامل ہو گئے۔ میرے احمدیت کے اظہار سے چند گھنٹے قبل ان دیہات کے لوگ میرے متعلق آپس میں ایک دوسرے کو میری طرف اشارہ کر کے کہہ رہے تھے کہ مولوی صاحب بہت بڑے ولی اللہ ہیں۔ جب اونہوں نے میری زبانی سنا کہ میں حضرت احمد قادیانی علیہ السلام کا مصدق ہوں، تو سب پھر گئے اور کہنے لگے (کہ) مولوی صاحب کو اپنے پہلے پیشوا کی بد دعا لگ گئی ہے اور وہ ان سے ناراض ہو گئے (ہیں) اس لئے وہ مرزا صاحب کو مان گئے ہیں۔ اوس دن میری باتوں کی تصدیق کرنے والے مولوی احمد الدین صاحب ساکن ہسولہ ضلع جہلم (متوفی ۲۷ مارچ ۱۹۴۵ء۔ ناقل) اور صوبیدار غلام حسین مرحوم ضلع جہلم اور سلطان محمد خان ساکن بکڑالہ اور منصور علی خان ساکن عمرال ضلع جہلم تھے۔ اور یہ سب احمدی ہو گئے تھے۔ باقی اوس وقت زیادہ تر مکذب اور کچھ متردد ہو گئے تھے"۔

اس واقعہ کے بعد عام طور سے آپکی جماعت احمدیہ میں شمولیت کی شہرت ہوگئی۔ آپ کے خلاف علماء علاقہ کی طرف سے تکفیر بازی ہونے لگی اور آپکو لوگوں کی طرف سے جانی و مالی نقصان کی دھمکیاں آنی شروع ہو گئیں۔ آپکو ایک رویا کے ذریعہ، جس کا اندراج ذیل میں آپ کے الفاظ میں کیا جاتا ہے، تسلی دلوائی گئی۔

"اس اثنا میں موضع عمرال ضلع جہلم میں بحالت رویاء میں نے ایک فرشتہ کو اپنے سامنے کھڑا پایا، جسکے سینہ پر یہ کلمات لکھے ہوئے تھے۔ اسکے سینہ پر دائیں طرف لکھا ہوا تھا جانب الایمن (دائیں جانب) اور اوس کے سینہ کے بائیں طرف لکھا ہوا تھا جانب الایسر (بائیں جانب)۔ اوسی وقت میرے ذہن میں یہ تعبیر آئی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے مخالفین کے مقابلہ میں مجھے تسلی دلائی گئی کہ دنیا میں میرے لئے یسر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی امداد میرے شامل حال رہے گی اور میرے مخالف اور میرے سد راہ ہونیوالے کے کاموں میں عسر نمودار ہوگا۔ اور یہ تعبیر جانب الایسر سے حاصل ہے، کیونکہ جانب الایسر (مقام دنیا) آخرت سے بائیں طرف واقع ہے۔ اور جانب الایمن سے مراد میری اخروی حالت کیطرف ایما ہے، جو امن و راحت و مغفرت الٰہی و بہشت مراد ہے۔ اور یہ اون لوگوں کیلئے جواب ہے، جو مجھے کافر و گمراہ قرار دیتے ہیں اور راہ راست سے بھٹکا ہوا سمجھتے ہیں"۔

اس زمانے میں مذہبی امور پر بحث و مباحثہ اور مناظرہ کا عام رواج تھا۔ میرزا غلام احمد قادیانی نے بالخصوص ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ بے شمار مناظرہ جات کئے، بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ متعدد بار اپنے مدمخالف کی موت کے ایک مقررہ مدت کے اندر پیش آنے کا اعلان بھی کیا گیا۔ ایک ہندو آریہ سماجی پنڈت لیکھرام نے میرزا صاحب کے بارے میں لکھا کہ مجھے پرمیشر نے خبر دی ہے کہ یہ شخص تین برس تک ہیضہ سے مر جائے گا۔ اس پر میرزا صاحب نے ۱۸۹۳ء میں پیشن گوئی کی کہ پنڈت لیکھرام پر چھ برس کے عرصہ میں موت وارد ہوگی، جو عبرت ناک ہوگی، اور وہ دن عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا۔ یہ چیز اس کی اس بدزبانی کی سزا ہوگی، جس کا ارتکاب اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیا

تھا۔ پنڈت لیکھرام ٦ مارچ ١٨٩٧ء کو عید سے ایک روز قبل ایک نوجوان کے ہاتھوں قتل ہو گیا ، جسے اس نے اپنے پاس ٹھہرایا ہوا تھا۔ قاتل کو پکڑا نہ جا سکا۔ اس سے جماعت احمدیہ یہ نتیجہ نکالتی ہے کہ وہ شخص دراصل فرشتہ تھا، جس کو پنڈت لیکھرام کی سزا پر مامور کر کے بھیجا گیا تھا ۔ ہندوؤں کا خیال تھا کہ قاتل میرزا غلام احمد کا بھیجا ہوا اجرتی تھا۔ ہندوؤں میں اس قتل کے باعث بہت غم وغصہ پایا جاتا تھا، جس کے سبب نقص امن عامہ کا خدشہ پیدا ہوا۔ حکومت کی طرف سے اس امر کا نوٹس لیا گیا اور میرزا غلام احمد کے گھر کی تلاشی بھی لی گئی ۔ چونکہ قاتل کا کوئی سراغ نہ مل سکا ، اس لئے معاملہ داخل دفتر کر دیا گیا۔ مگر حکومت کی طرف سے میرزا صاحب کو ایسی پیش گوئیوں کی اشاعت سے روک دیا گیا۔

اس ممانعت سے قبل میرزا صاحب نے عیسائیوں کے ساتھ مئی ۔ جون ١٨٩٣ء میں ایک تحریری مناظرہ امرتسر کے مقام پر تثلیث کے موضوع پر کیا تھا، جو پندرہ روز تک جاری رہا تھا اور جس میں آپ کا مدمقابل ایک سابقہ مسلمان عبداللہ آتھم (آثم) تھا، جو عیسائیت کو اختیار کر لینے کے بعد پادری بن گیا تھا۔ مناظرہ کے اختتام پر میرزا صاحب نے ذیل کے الفاظ میں ایک اعلان کیا۔

> "آج رات کو جو مجھ پر کھلا ہے، وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں ، تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے ۔ تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اسکو سخت ذلت پہنچے گی ، بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے ۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے، اسکی اس

سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت، جب یہ پیش گوئی ظہور میں آئے گی، بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے"۔ (جنگ مقدس۔ صفحہ ۱۸۸)

جب عبداللہ آتھم اس مقررہ مدت میں نہ مرا، تو میرزا صاحب نے یہ تاویل کی کہ وہ دراصل اپنے دل میں توبہ کر چکا تھا۔ چنانچہ میرزا صاحب نے لکھا:

"آتھم صاحب موت سے پہلے ہی مر گئے اور ہماری سچائی کے پوشیدہ ہاتھ نے ایسا دبایا کہ گویا زندہ ہی قبر میں داخل ہو گئے"۔ (انجام آتھم۔ صفحہ ۱۱)

میرزا صاحب مسلمان معاندین کے ساتھ بھی مقابلہ کے لئے ہمہ وقت مستعد رہتے تھے، جس کی مشہور ترین مثال آپ کا مولوی ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ مباہلہ تھا، جو دراصل بالواسطہ تھا، کیونکہ اس دوران میں میرزا صاحب کو حکومت کی طرف سے اپنے معاندین کی مقررہ مدت کے اندر موت کی پیش گوئی شائع کرنے سے روک دیا گیا تھا۔ اس وجہ سے میرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کو کہا کہ اگر وہ مباہلہ کرنا چاہتے ہیں، تو اس امر کو شائع کر دیں۔ اور اگر وہ ایسا کریں گے، تو میری زندگی میں مر جائیں گے۔ اس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ امرتسری نے لکھا: "حرام زادے کی رسی دراز ہوتی ہے" (اہل حدیث۔ امرتسر۔ ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء)۔ میرزا صاحب کی وفات پہلے ہوئی، اس کے باوجود جماعت احمدیہ یہ نتیجہ نکالتی ہے کہ وہ سچے تھے، جب کہ دوسروں کے نزدیک آپ کا پہلے مرنا آپ کا جھوٹا ہونا ثابت کرتا ہے۔

مسلمانوں کے اندر مناظرہ جات مثلاً اہل حدیث اور اہل السنّت والجماعت کے درمیان ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ اجی کو اہل بکڑالہ نے اپنے گاؤں میں مناظرہ کیلئے بلایا۔ آپکے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے انہوں نے قاضی عبدالحق امام مسجد سسرال ضلع جہلم کو مقرر کیا۔

اجی اپنی خودنوشت میں اس مناظرہ کا حال یوں بیان کرتے ہیں ۔
" بکڑالہ میں رات ہم نے دعاؤں میں گذاری اور پھر لیٹ گئے ۔ میری قلبی بصیرت نے قاضی عبدالحق مرحوم کو پہلے ایک سانپ کی شکل میں آتے ہوئے محسوس کیا۔ پھر وہ سوسمار بن گئے اور پھر بٹیر بن کر میرے ہاتھ کی گرفت میں آ گئے ۔اور آخر اس کا انجام اسی طرح ہوا۔صبح کی نماز کے بعد مجلس منعقد ہوئی ۔شرائط مناظرہ کی باتیں درمیان میں آئیں ۔ قاضی عبدالحق اور سب عوام الناس نے اس بات پر زور دیا کہ مناظرہ زبانی ہو۔فریقین زبانی سوال و جواب کریں تا کہ سب محظوظ ہوں ۔ میں نے کہا (کہ) زبانی باتیں جو قلمبند نہ ہوں ، وہ ہوائی ہوتی ہیں ۔ان کا فریقین پر کوئی اثر واقع نہیں ہوتا۔خاص کر دو مخالف فریقین کی باتوں کا موازنہ کرنے کے لئے قلم بند کرنا اشد ضروری ہے ۔لہٰذا مباحثہ تحریری ہو ۔ ساری عدالتوں میں خواہ دینی ہوں یا کہ دنیاوی فریقین مدعی و مدعا علیہ کی باتیں معرض تحریر میں لا کر اون پر مصنفین کو غور وخوض کرنے کا موقعہ دیا جاتا ہے ۔مگر میری باتوں کو سب نے متفق الکلمہ ہو کر ٹال دیا ۔ میں نے پھر ان کو کہا کہ میرا مخالف فریق اپنے سوال لکھ کر لوگوں کو سنا کر میرے حوالے کر دے گا ۔اور میں اوس کے سوال کا جواب لکھ کر لوگوں کو سنا دوں گا ۔ لہٰذا اس میں دونوں باتیں آ جائیں گی ،یعنی تقریری و تحریری دونوں رنگ کا مناظرہ کامل ہوگا اور جب ایسا ہوگا ،تو اس پر غور کرنے والوں اور طالبان حق کے لئے وہ مفید ثابت ہوگا ۔مگر اس بات کو سب نے ٹال دیا۔لہٰذا میں نے قاضی متوفی کو اتمام حجت کرنے کے لئے عوام سے اعراض کر کے خوب تبلیغ حق کر دی اور سلسلہ احمدیہ کا حال صدق اس کو آفتاب کی طرح نمایاں کر دیا۔ پھر اس کو کہا کہ اب بھی اعراض کرتے ہو، تو آؤ

ہم ہر دو فریق دعا کریں یا کہ مباہلہ کرلو۔ جس صورت کو اختیار کر سکتے ہو کرلو۔ مگر اوس پر ایسی دہشت پڑی کہ وہ اس پر بھی قائم نہ ہو سکا"۔

مباہلہ کو حق و باطل میں امتیاز کا وسیلہ بنانے کی مثال اسلامی تاریخ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ملتی ہے، جب آپ نے نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دی۔ اس کا ذکر قرآن کریم کی سورہ عمران میں آتا ہے۔ میرا ز غلام احمد قادیانی نے بار بار اپنے مخالفوں کو مباہلہ کی دعوت دی۔ چنانچہ آپ نے ۱۸۹۳ء میں امرتسر کے مقام پر عیسائیوں کے ساتھ متذکرہ مناظرہ کے وقت انکو مباہلہ پر اکسانا چاہا تھا۔ جسکے جواب میں انہوں نے کہا تھا کہ بائیبل کے نئے عہد نامے میں اس چیز کی ممانعت ہے۔ میرزا صاحب نے اپنے بعض خاص مریدوں کو، جن میں اجی شامل تھے، مباہلہ کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اس بارے میں اجی لکھتے ہیں۔

" اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میری قلبی حالت کو راسخ دیکھ کر ایک دن جبکہ آپ قادیاں میں سیر کو تشریف لے گئے تھے (مجھے) مخالفین کے ساتھ مباہلہ کرنے کی اجازت فرما دی تھی۔ اور یہ فرمایا کہ پہلے فریق مخالف کو تبلیغ کر لینی چاہیئے "۔

قاضی عبدالحق، جو پہلے سے ہی اجی کی علمیت اور تقویٰ شعاری کے قائل تھے، اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھتے تھے کہ اپنے ممدوح کے مقابلے میں کھڑے ہو سکیں۔ تاہم لوگوں کے اصرار پر جائے مناظرہ پر حاضر ہو گئے تھے، مگر ہر قیمت پر اس مقابلہ سے پہلو تہی میں کوشاں رہے۔ اس بات کا ثبوت اجی کی ذیل کی تحریر سے ملتا ہے۔

" قاضی عبدالحق صاحب، جن کا ذکر ہو چکا ہے، اونہوں نے مجھے ایک رقعہ بھیجا کہ براہ عنایت مجھے پوشیدہ طور پر سوہاوہ اسٹیشن پر ملیں۔ میں نے ان کو لکھا کہ ایسا

نہیں ہو سکتا۔ آپ خود عمرال میں آ کر مجھے ملیں۔ چنانچہ وہ عمرال میں میری ملاقات کے لئے آئے۔ اور میں چند گھنٹے پیشتر جہلم کو روانہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اس دفعہ میری اور ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔ جہلم سے واپس آ کر ان کا دوسرا رقعہ مجھے آرزوئے ملاقات کا ملا۔ لہٰذا میں ایک دوسرے آدمی کو ساتھ لے کر ان کی ملاقات کے لئے موضع سسرال میں پہنچا۔ اون دنوں میں وہاں کے رئیس چوہدری معز اللہ خان تھے۔ صبح کی دعوت طعام میرے ورود پر انہوں نے کی اور رات کی دعوت قاضی صاحب مرحوم کی تھی۔ قاضی صاحب مذکور کو میرے مقابلہ میں بمقام بکڑالہ اور اوس کے بعد جو واقعات پیش آئے، انہوں نے میرے آگے بیان کئے کہ بکڑالہ میں آپ کے دلائل کی صداقت اور آپ کی دعاؤں اور توجہ نے میرے دل پر ایسا اثر کیا کہ میں دراصل بکڑالہ میں آپ سے مغلوب اور شکست خوردہ ہو چکا تھا۔ حالانکہ ابھی عام مناظرہ و مباحثہ کی نوبت ہی نہ پہنچی تھی۔ وہاں میرا دل تسلیم کر چکا تھا اور لوگوں کے سامنے آپ کے مقابلہ میں میری زبان منکر تھی۔ کہنے لگے بکڑالہ واپس آ کر میں نے خواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قرآن پڑھ رہے ہیں۔ اور مجھے ارشاد فرماتے کہ اگر حضرت میرزا صاحب کے حق میں کچھ سبک لفظ بولو گے، تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ کہنے لگے کہ میں اسی خیال میں تھا کہ اب کیا کروں، تو مجھے چوتھے روز کا نوبتی بخار شروع ہو گیا۔ کہنے لگے میں چاہتا ہوں کہ حضرت میرزا صاحب کی بیعت کر لوں۔ میں نے (کہا) آپ اپنی بیعت کا خط لکھ کر ان کی خدمت میں بھیج دیں۔ چنانچہ میرے سامنے اونھوں نے بیعت کا خط لکھ کر ڈاک خانہ میں ڈال دیا اور احمدی بن گئے"۔

علاقہ کے لوگوں میں عام طور سے یہ تاثر تھا کہ مناظرہ میں اجی نے پہلوتہی کی تھی، کیونکہ آپ زبانی مناظرہ کیلئے تیار نہ تھے۔ جب اجی کے سامنے اس بات کا اظہار کیا گیا، بلکہ مخالفین نے کہا کہ آپ نے قاضی عبدالحق صاحب سے شکست کھائی ہے، تو اجی کو مجبوراً کہنا پڑا کہ قاضی صاحب نے تو میرزا غلام احمد قادیانی کو بیعت کا خط لکھ دیا ہے۔ اس چیز کا چرچا ہونے پر قاضی صاحب کی مخالفت ہونے لگی، جب کہ ان کا خیال تھا کہ لوگ پہلے کی طرح انکی عزت کرتے رہیں گے اور انکے فتاویٰ و مسائل کو مانتے رہیں گے۔ انہی دنوں میں وہاں پر کسی کی وفات ہوگئی، جسکی نماز جنازہ میں لوگوں نے قاضی صاحب کو نہ صرف امامت پر کھڑا نہ کیا، بلکہ انہیں نماز جنازہ میں شامل ہونے سے روک دیا۔ یہ چیز قاضی صاحب کیلئے ابتلاء کا موجب بن گئی، کیونکہ انکی روزی کا سوال تھا۔ چنانچہ انہوں نے دوسرں سے بڑھ کر احمدیت کی مخالفت شروع کر دی۔ اس واقعہ کے تھوڑے عرصے کے بعد وہ وفات پا گئے۔

اس اثنا میں مخالف علماء نے اجی پر کفر کا فتویٰ لگانے کے بعد آپ سے قطع تعلق اور مکمل سوشل بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اجی کے لئے وہاں پر رہنا دشوار ہو گیا۔ البتہ یہ واضح نہیں ہے کہ آیا آپ کی وہاں پر ملازمت کی مدت ختم ہوگئی تھی یا آپ کو مخالفت کی وجہ سے عمرال کو چھوڑنا پڑا تھا۔ بہر صورت اجی ستمبر ۱۸۹۷ء کو وہاں سے قادیان چلے گئے، جہاں پر آپ نے ڈیڑھ ماہ تک قیام کیا۔ اس دوران میں آپ کو حضرو ضلع اٹک سے قاضی فتح احمد رئیس گوندل نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے بلا بھیجا۔ اجی نے انہیں لکھا کہ میں حضرت احمد قادیانی علیہ السلام کا مرید ہوں۔ میرے سامنے اون کے حق میں کوئی ناجائز اور سبک لفظ نہ بولا جائے۔ یہ بات منظور کرو، تو میں آ سکتا ہوں"۔

قاضی فتح احمد رئیس گوندل نے اجی کی شرط کو منظور کر لیا۔ چنانچہ اجی یکم نومبر

۱۸۹۷ء کو گوندل ضلع اٹک میں پہنچے۔ آپ کی بیوی حیات نور اور آپ کا بیٹا عبدالرحمٰن، جو اس وقت تین برس کا تھا، آپ کے ساتھ تھے۔ اجی کے گوندل میں آنے پر علاقہ چھچھ کے علماء میں خاصی ہلچل تھی، کیونکہ آپ کی شہرت وہاں پر پہنچ چکی تھی اور ان لوگوں کو آپ کی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کا علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ ایک ملا نے، جو سب سے زیادہ غالی تھا، آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور اس کی خوب تشہیر کی۔ اس کا معمول تھا کہ وہ میرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں سبک الفاظ استعمال کرتا تھا، جس کا مقصد اجی کو ستانا تھا۔ قاضی فتح احمد اس کے ارادت مندوں میں سے تھے اور ملاقات کے وقت اس کے تقویٰ و پرہیزگاری کے خیال سے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ اس کو آپ نے اپنی جاگیر میں رہائش دے رکھی تھی۔ اجی نے اسے متعدد بار اس طریق کار سے باز آنے کی تلقین کی اور اسے سنایا کہ اس کی یہ حرکت برے نتائج پیدا کرے گی، کیونکہ میرزا غلام احمد قادیانی کو الہام ہوا تھا:
انی مهِين من اراد اهانتك و انی معين من اراداعانتك (میں رسوا کرنے والا ہوں اس شخص کو، جو تیری رسوائی و اہانت کا ارادہ کرے گا۔ اور میں اس شخص کو مدد دینے والا ہوں، جو تیری مدد کا ارادہ کرے گا)۔ اس ملا کا انجام اجی اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ایک دن صبح کا وقت تھا کہ قاضی فتح احمد کے پاس ان کا لمبردار، جو موضع فتو چک میں مقرر کیا ہوا تھا، آیا اور قاضی صاحب مذکور کے کان میں آ کر بات کرنے لگا۔ اس وقت میں بھی حجرہ میں قاضی صاحب سے چند قدم کے فاصلہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ قاضی صاحب نے لمبردار کی بات سن کر مجھے بتایا کہ وہ ملا، جو آپ کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا کرتا تھا، وہ آج خلاف وضع فطری کا مرتکب ہو کر پکڑا گیا ہے۔ قاضی صاحب نے اپنے لمبردار کو کہا کہ جن اطفال سے اس نے خلاف وضع فطری کا ارتکاب کیا ہے، ان کو اور اس امر کی رویت کے گواہوں کو اور اس ملا مرتکب گناہ کو

میرے پاس لے آؤ۔ اوراوس علاقہ کے مشہور و معروف مولوی کو، جواس کا حامی تھا اور ملا سرکہ کے نام سے مشہور تھا، اس مقدمہ میں طلب کیا۔ چنانچہ دو پہر سے پیشتر وہ مجرم ملا اور بے شمار گواہاں رویت گناہ اور قریباً نصف درجن علمائے علاقہ قاضی صاحب کے پاس حاضر ہو گئے۔ علماء کا ارادہ تھا کہ مقدمہ ان کے سپرد ہو اور وہ اس کو رفع دفع کر دیں۔ مگر قاضی صاحب نے علماء کی کوئی بات نہ مانی اور کہا کہ میں خود قاضی و عالم و حاکم ہوں، اس مقدمہ کا فیصلہ خود کروں گا۔ علماء پر مجھے اعتبار نہیں رہا۔ چنانچہ قاضی صاحب نے مستغیثان اور ملزم اور گواہان رویت کے اظہار لے کر بے شمار لوگوں کے سامنے ملا کو حکم دیا کہ میرے علاقہ سے آج ہی نکل جاؤ۔ اوس وقت میں نے اوس ملا کو حضرت احمد قادیانی پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل شدہ یاد دلایا: انی مہین من اراد اھانتك۔ دیکھو یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے، کسی انسان کا بنایا ہوا فقرہ نہیں۔ اس وقت خدا کا کلام اور اس کا کام کیسے ایک دوسرے کے ممد اور اپنی صداقت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر یہ کلام انسان کا ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا نہ ہوتا، تو آپ کو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔ غالباً یہ ایام سن ۹۷۔ اور ۱۸۹۸ء کے درمیان تھے"۔

اجی بیسویں صدی کی ابتداء تک گوندل میں رہائش پذیر تھے، جہاں پر ستمبر ۱۸۹۹ء میں آپ کا دوسرا بیٹا عبدالرؤف خان پیدا ہوا۔ البتہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ جلد بعد اپنے گاؤں چنگا بنگیال واپس چلے گئے۔ آپ کے والد غلام محمد خان اپریل ۱۸۹۷ء میں وفات پا گئے تھے اور آپ کی عمر رسیدہ والدہ کا اصرار تھا کہ آپ ان کے پاس آ کر رہیں۔ اس دوران میں اجی نے تصنیف و تالیف کتب کا کام شروع کر دیا تھا، جس کے لئے آپ کو کامل یکسوئی گاؤں میں مل سکتی تھی، جہاں پر آپ نے اس عرصہ میں اچھا خاصا کتب خانہ بنالیا تھا۔

آبائی گاؤں میں رہائش

اجی کے چنگا بنگیال میں رہائش اختیار کرنے تک آپ کے قریبی رشتہ داروں میں سے بیشتر احمدیت کو قبول کر چکے تھے۔ آپ کے والد ماجد نے اپنی وفات سے چنداں قبل اجی کے مشورہ پر قادیان بیعت کا خط لکھوا دیا تھا، جس میں اجی کی والدہ ماجدہ کی بیعت بھی شامل تھی۔ والدین کی پیروی میں اجی کے دونوں بھائیوں کرم داد خان اور نواب خان اور آپ کی سب سے بڑی بہن نتھو بی، جو اجی سے عمر میں چودہ برس بڑی تھی، نے بھی بیعت کر لی۔ اجی کی اہلیہ بے جی حیات نور (پٹھوہاری میں دادی اور نانی کو اور بعض اوقات ماں کو بھی بے جی کہہ کر پکارتے ہیں) نے قادیان جا کر اور ان کے بھائیوں مصری خان اور لال خان نے خط لکھ کر بیعت کی۔ مگر دوسرے رشتہ داروں اور اہالیان چنگا کی طرف سے بدستور مخالفت جاری تھی۔ چنانچہ اماں سنایا کرتی تھیں کہ ان کے والد فضل محمد خان ولد قائم دین، جو اجی کے سگے خالہ زاد تھے، پہلے پہل احمدیت کے بارہ میں بالکل کچھ سننے کو تیار نہ ہوتے تھے۔ جب اجی نانا جان کو تبلیغ کرنے کے لئے ان کی حویلی میں آتے تھے، تو وہ لٹھ اٹھا کر ان کے پیچھے دوڑتے تھے۔ اجی جلدی سے گھر سے باہر نکل جاتے تھے، مگر تھوڑی دیر کے بعد دوسرے دروازے سے اندر آجاتے تھے اور کہتے تھے: "لالہ (نانا جی اجی سے عمر میں چودہ سال بڑے تھے) میں آپ کو منوا کے رہوں گا"۔ یہ جھگڑا ان کے درمیان کئی برسوں تک چلتا رہا، تب کہیں جا کر نانا جان نے ہار مانی اور میرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کی۔ چنانچہ

جماعت احمدیہ کے ریکارڈ کے مطابق آپ کی تحریری بیعت کا سن ۱۹۰۱ء/۱۹۰۲ء درج ہے اور سن زیارت، جب نانا جان نے قادیان حاضر ہوکر دستی بیعت کی، ۱۹۰۷ء دیا گیا ہے (تاریخ احمدیت۔ضمیمہ جلد ہشتم۔ ۱۹۶۷ء۔ص ۴۱، ۴۸)۔ دراصل نانا جان ۱۹۰۷ء میں چنگا بنگیال سے ہجرت کر کے اپنے پورے خاندان سمیت قادیان جا کر آباد ہو گئے تھے۔اماں کی عمر اس وقت دو سال کے لگ بھگ تھی۔ ماموں احمد خان نسیم ۱۸ مئی ۱۹۰۸ء کو میرزا غلام احمد قادیانی کی وفات سے چند روز پہلے پیدا ہوئے تھے۔ ماموں کا نام انہی کا دیا ہوا ہے۔ نانا جان نے میرزا صاحب کی تحریک پر اپنی اچھی بھلی زمینداری کو خیر باد کہہ دیا تھا۔قادیان میں انہیں اپنے گذر اوقات کے لئے معمولی ملازمت اختیار کرنی پڑی۔ میرزا غلام احمد قادیانی شروع سے اپنے مریدوں کو قادیان آ کر آباد ہونے کی تحریص دیتے رہتے تھے۔کیونکہ اس کے نتیجے میں ان کی زمینوں کی قیمتیں اور ان کے گمنام قصبہ کی آبادی کے بڑھنے کا امکان تھا۔ یہ چیز آگے چل کر میرزا صاحب کے خاندان کی مالی آسودگی کا اضافی ذریعہ ثابت ہوئی۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اجی کا شمار جوانی کے زمانہ سے نقشبندی مجددی فقراء کے زمرہ خاص میں ہوتا تھا۔ اور اگرچہ آپ پیری مریدی سے اجتناب کرتے تھے اور یہ بات عام طور سے لوگوں کے علم میں تھی کہ آپ کسی کو مرید نہیں بناتے تھے۔اس کے باوجود چنگا میں مرد و زن اور عوام و خواص آپ کی ہر بات کی تعمیل و اطاعت کرنے کو اپنی خوش قسمتی و سعادت ابدی جانتے تھے۔اس سلسلہ میں اجی ذیل کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

"ایک دن شام کی نماز کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ اپنے گاؤں کی مشترکہ مسجد کے صحن کو کھود کر اس کے نیچے اعتکاف کی جگہ بنائی جائے۔ میرا ایسا خیال ظاہر کرنے پر گاؤں کے کثیر التعداد آدمی مٹی کھودنے کے آلات لا کر موجود ہو گئے اور رات میں ہی چند گھنٹوں میں ایک مربعہ شکل مکان کھود کر بنا ڈالا اور

دوسرے دن اس پر چھت ڈال دیا۔ دوسرے سال کیڑے نے اوس چھت کی لکڑی کو کھا کر کھوکھلا کر دیا۔اس لئے اس کو اکھیڑ کر مٹی ڈال کر برابر کر دیا (گیا)۔ اب انہیں انسانوں میں سے کسی کو اگر میں کہوں کہ مجھے ایک پیالہ پانی کا اسی مسجد سے لا کر دو، تو غالباً وہ ایسا کرنے میں دریغ کرے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام الناس میرے متعلق کہتے ہیں کہ میرزا صاحب کی بیعت سے اس کی بزرگی جاتی رہی ہے اور پہلے پیروں کی بددعا لگ گئی ہے"۔

گاؤں میں آ کر رہائش اختیار کرنے کے نتیجہ میں یہ ضرور ہوا کہ اجی کو ایک حد تک اپنے خاندان کی طرف سے حمایت وحفاظت مل گئی۔مگر آپ کی عمومی مخالفت میں کوئی کمی نہ آئی۔ چنانچہ چچا برکت حسین سنایا کرتے تھے کہ جب کبھی مولوی محمد فضل خان کو بحث مباحثہ کے لئے کہیں پر جانا ہوتا تھا، تو آپ کے بھائی نواب خان حفاظت کے لئے ساتھ جاتے تھے۔ چنانچہ جب وہ اپنے دوروں سے گھر واپس لوٹتے تھے، تو ان کا پہلا سوال یہ ہوتا تھا کہ مولوی صاحب کہاں پر ہیں۔ایک دفعہ اجی کو ان کے مخالف مناظرہ کی دعوت دے کر اپنے ساتھ ایک قریبی گاؤں باغ میں لے گئے۔ان کا ارادہ اجی کو جان سے مارڈالنے کا تھا۔آپ کے بھائی نواب خان کو یہ خبر گھر واپس آنے پر ملی، تو وہ اسی وقت گھوڑی پر سوار ہو کر باغ میں جا نکلے اور سازشیوں سے کہا کہ جو کوئی مذہبی بحث کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، وہ مولوی صاحب کے ساتھ بحث کرے۔اور جو کوئی لڑائی جھگڑے کا منصوبہ بنائے ہوئے ہے، وہ میرے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے باہر نکل آئے۔ وہ اپنے بھائی مولوی محمد فضل خان سے کہا کرتے تھے کہ میری غیر حاضری میں کہیں نہ جایا کریں۔

برادری میں اجی کی مخالفت کا اندازہ منشی ننھا خان کی ایک تحریر سے ہوتا ہے۔منشی صاحب کا اصل نام غلام رسول ولد کرم دین تھا اور وہ ڈھوک حیات بخش کے رہنے والے اور

ہمارے دور کے رشتہ دار تھے۔ وہ بونے قد بت کے ایک منحنی سے آدمی تھے، جن کے ساتھ ہم بچے کھڑے ہو کر اپنا قد ناپا کرتے تھے۔ دس بارہ سال کی عمر میں میرا قد ان سے بڑا ہو گیا تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ وہ بہت نڈر اور صاحب الرائے انسان تھے۔ ان کی آواز اگرچہ پتلی سی تھی، مگر جب وہ بولتے تھے، تو بڑے بڑے جغادری چپ ہو کر ان کی بات کو سنتے تھے۔ ان سے مشورہ لینے والوں کی ان کی دوکان پر قطار لگی ہوتی تھی۔ ان کی مندرجہ ذیل تحریر ۱۹۲۹ء کی ہے، جس کی اصل میرے پاس محفوظ ہے۔

" مولوی محمد فضل خان صاحب چنگوی جب پہلے زمانہ میں احمدیت قبول کر کے آئے، تو عام شورش ہوئی کہ یہ مرزائی ہو گیا ہے۔ لیکن دراصل کسی کو معلوم نہ ہوا کہ مرزائی کیوں کہتے ہیں اور ان کا کیا اصول ہے۔ پہلے زمانہ میں مولوی محمد فضل خان کو لوگ اولیاء (ولی۔ ناقل) سمجھتے تھے۔ یہ شخص جس گھر میں قدم مبارک پاتے (رکھتے۔ ناقل) تھے، وہ گھر بابرکت سمجھا جاتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولوی محمد فضل خان چنگا بنگیال میں فضل خان ولد چوہڑ خان کے گھر پر مہمانی کے طور پر صبح کی روٹی کھانے کے واسطے گئے۔ اور انہوں نے مولوی صاحب کے جب ہاتھ دھلائے (تو) وہ پانی جن جن برتنوں میں غلہ تھا، ان پر پھینکا گیا تا کہ غلہ بابرکت ہو جاوے۔ جب احمدیت قبول کر کے واپس چنگا بنگیال کی مسجد میں آئے اور بچوں کو تعلیم دینی شروع کی، تو عام لوگ کہتے تھے کہ یہ شخص اب قوم کو ضائع کر دے گا۔ یہ بات سن کر، ہم ابھی بچے تھے، ہمارے دل میں یہ نقطہ (نکتہ ۔ ناقل) بیٹھ گیا کہ یہ شخص ہمارے اسلام کو بگاڑتا ہے۔ اس کی بات کو ہرگز نہ مانیں گے۔ خیر والد والدین کے خوف سے مسجد میں پڑھنا شروع کیا۔ یہ شخص قرآن کریم کی آیتیں، جو والد والدین کے حقوق میں ہیں، ان کی تعلیم دینی

شروع کی اور اس کا ترجمہ بھی سمجھاتے جاتے تھے۔ ترجمہ سن کر لوگ سخت حیران ہوتے تھے کہ اتنا عالم ہو کر اس نے کیوں اسلام کو چھوڑ دیا۔ چند نفر قوم کے، جو سمجھ دان (سمجھ دار۔ ناقل) اور علم والے تھے، وہ اس اصول کو اچھی طرح سمجھتے تھے"

۱۹۰۳ء میں شمالی ہندوستان میں طاعون پھیل گئی۔ چنگا بھی اس کی زد میں آیا۔ بیشمار اموات اس کے نتیجہ میں وقوع میں آئیں۔ اجی کو اپنے خاندان سمیت گاؤں سے باہر جا کر رہنا پڑا۔ آپ کے تمام قریبی عزیز اس موقعہ پر طاعون سے محفوظ رہے۔ اس امر کو احمدیت کے لئے نشان قرار دیا گیا۔ میرزا غلام احمد قادیانی نے پیش گوئی کی تھی کہ طاعون آپ کا اور آپ کے پیروکاروں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ("طاعون ہمارے غلاموں کی غلام ہے")۔ البتہ یہ درست ہے کہ جماعت احمدیہ کے اراکین کو خود حفاظتی تدابیر اختیار کرنے سے اور دوائیوں کے استعمال سے نہیں روکا گیا تھا۔ اجی اس موقعہ پر پیش آمدہ تائید الٰہی کا حال ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"۱۸۹۳ء کو چنگا میں گوشہ نشینی کے لئے جو گف میں نے زمین کے اندر کھود کر اس کا منہ ڈھانپ دیا تھا، سن ۱۹۰۳ء میں ہم کو اس میں مع عیال و اطفال رہنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ وہ (اس) طرح کہ اس سال چنگا میں طاعون پھوٹ پڑی۔ اور سب لوگ گاؤں سے باہر کھلے میدانوں میں جا بسے۔ میں بھی مع عیال و اطفال اوس گف میں چلا گیا۔ یہاں پانی کی ہم کو سخت دقت محسوس ہوئی۔ ایک شب میں مع اپنی بیوی کے قریباً ایک میل سے زیادہ فاصلہ پر سخت اندھیری رات میں پانی کے لئے کنواں پر گیا۔ اوس آمد و رفت میں ہم کو بڑی تکلیف ہوئی۔ یہ گف بلند مقام پر واقع تھی اور اس کے دروازہ پر قریباً تین گز کے فاصلہ پر محمد حسین مرحوم مالک زمین نے ایک کنواں آٹھ گز گہرا کئی مہینوں میں بڑی

مشقت وخرچ سے زمین کی آبپاشی کی غرض سے کھدوایا، مگر اوس میں پانی نہ نکلنے
کی وجہ سے مٹی ڈال کر پر کر دیا تھا۔ میں نے محمد حسین اور اپنے بھائی کرم (داد)
خان کو ساتھ لے کر گف کے اندر کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ ایک ہی دن میں تین
گز گڑھا کھود ڈالا اور اوس میں سے اس قدر پانی زور سے برآمد ہوا کہ ہمیں باہر
سے پانی لانے کی حاجت رفع ہوگئی۔ شام تک کنواں تیار ہو گیا۔ ہمارے گاؤں
میں کنواں کھودنے پر پانچ سو سے لے کر ہزار روپیہ تک صرف ہو جاتا ہے اور
بمشکل کامیابی ہوتی ہے۔ مدتوں مزدور کھودائی میں مصروف رہتے ہیں اور جانوں
کے تلف ہونے کا خطرہ علاوہ ازیں رہتا ہے۔ ایک مقام پر تین آدمیوں کا مل کر
ایک دن میں کنواں کھود کر تین گز کے فاصلہ پر پانی کافی مقدار (میں) پا کر کنواں
تیار کر لینا اور اس پر اوس مقام سے تین گز کے فاصلہ پر کئی مہینوں تک آٹھ گز گڑھا
کھودنے پر پانی کا نہ ملنا، اور اس سے مایوس ہو کر مٹی ڈال کر اس کو پر کر دینا۔ اور
اوس سے سو قدم کے فاصلہ پر نصف درجن آدمیوں کا چھ ماہ تک کنواں کھودتے
رہنا اور کافی مقدار میں پانی نہ ملنے پر قریباً ہزار روپیہ صرف کر کے کنواں کھدوانے
والوں کا ناامید ہو جانا اور کامیاب نہ ہونا۔ اول الذکر کنواں کی کھودوائی خارق
عادت اور نشان الٰہی اور بین صداقت مسیح موعود پر دال ہے۔ کیونکہ اول الذکر کنوا
ں کو صرف تین آدمیوں نے ایک خادم مسیح کے لئے ایک دن میں کھود کر کافی پانی
حاصل کر لیا۔ اور اوس پر ایک پیسہ بھی صرف نہ ہوا۔ یہ احقر اس مقام میں تین ماہ
تک مقیم رہا اور اس خوشگوار پانی سے مع عیال واطفال سیراب ہوتا رہا۔ بعد ازاں
گاؤں میں طاعون رفع ہوگئی اور ہم واپس اپنے گاؤں میں آ گئے۔ یہ زمین جس
میں گف اور اس کی اندر کنواں تھا، محمد حسین مرحوم کی ملکیت تھی۔ ہماری آمد کے

(بعد) محمد حسین اوراس کے بھائی کے درمیان اس کے متعلق تنازع ہوااوراس تنازع کی بناء پرانہوں نے گف وکنواں کومسمار کر کے ہموار زمین (کو) قابل کشت بناڈالا"۔

اجی کے اندر جہاں دوسری بہت سی غیر معمولی صلاحیتیں پائی جاتی تھیں، وہاں آپ کوزیرزمین پانی کے ذخیروں کوجاننے کا ملکہ بھی ودیعت ہوا تھا۔ چنانچہ اپنے گھر کی حویلی کے اندر آپ نے ایک کنواں کھدوایا، جس کا پانی ایک چشمہ کی طرح پھوٹ نکلا۔ یہ پانی پہلے دن سے آج تک خشک ترین موسم گرما میں بھی کم نہیں ہوا، جب کہ ہمارے گاؤں کے اکثر کنوؤں میں ایسے موسم میں پانی خشک ہو جاتا ہے۔ اجی کی بڑی بہن نقو بی کے بیٹے راجہ علی بہادر نے اپنی حویلی کے اندر، جسکی دیوار ہماری حویلی سے ملی ہوئی ہے، اجی کے کنویں سے صرف پچاس گز کے فاصلے پر ایک کنواں کھدوایا، جس پر کئی مہینوں تک کام ہوتا رہا۔ اس کنویں میں پانی اتنی تھوڑی مقدار میں نکلا کہ بمشکل ان کے اپنے گھرانے کے لئے کفایت کرتا ہے، جب کہ ہماری حویلی والے کنویں سے آدھا گاؤں پہلے دن سے سیراب ہوتا چلا آ رہا ہے۔ نصف صدی کے لگ بھگ گاؤں کی مسجد کے لئے جملہ ضروریات کے لئے پانی اس کنویں سے لیجایا جاتا رہا۔ اجی نے ہی اس مسجد سے باہر ایک مقام کا تعین کر کے بتایا تھا کہ اگر وہاں پر کنواں کھدوایا جائے، تو وافر مقدار میں پانی کے ملنے کا امکان ہے۔ چنانچہ ساتویں دہائی میں اس جگہ پر کنواں کھودا گیا اور اسکے پانی سے آج تک مسجد اور گاؤں کے لوگ متمتع ہو رہے ہیں۔ اسی طرح اجی نے ڈھوک حیات بخش کی مسجد کے پچھواڑے میں ایک جگہ کا تعین کر کے بتایا تھا کہ وہاں سے پانی نکلنے کا قوی امکان ہے۔ جبکہ اس گاؤں میں آس پاس کہیں پر کنواں موجود نہیں ہے اور گاؤں کے باسیوں کو پانی لانے کیلئے کافی دور واقع ایک کنویں تک جانا پڑتا ہے۔ جب عین اجی کی بتائی ہوئی جگہ پر کنواں کھودا گیا، تو پانی نکل آیا، جس سے آج

مسجد کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں اور گاؤں کے باسیوں کیلئے پانی کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔

تصنیف و تالیف کتب کا کام اجی نے گاؤں میں رہائش اختیار کرنے سے پہلے شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات کا اردو ترجمہ اور "تحفۃ الصوفیہ" نامی کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی تھیں۔ "اسرار شریعت" کے لئے مواد کی فراہمی کا کام اجی کے طالب علمی کے زمانہ سے جاری تھا۔ ایک اور کتاب "خزینۃ الاسرار" پر ان دنوں میں کام ہو رہا تھا۔ ان مصروفیات کی بدولت اجی کی خط و کتابت کا سلسلہ دن بدن بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ چنگا میں اس زمانے میں ابھی ڈاک خانہ نہ کھلا تھا۔ اس وجہ سے ڈاک کا انتظام غیر تسلی بخش تھا۔ ڈاک کی ترسیل میں اکثر ناغہ ہوتا تھا، بلکہ خطوں کے راستہ میں تلف ہو جانے کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ ڈاک کی آمد کا انحصار اس چیز پر تھا کہ چنگا کے کسی باسی کا قریبی گاؤں بھڈانہ کے ڈاک خانہ میں اتفاق سے جانا ہو، تو اسے چنگا کی ڈاک آگے پہنچانے کے لئے دے دی جائے۔ اس صورت حال کو بدلنے کے لئے اجی نے محکمہ ڈاک کو چنگا بنگیال میں ڈاک خانہ قائم کرنے پر آمادہ کیا۔ محکمہ ڈاک یہ چاہتا تھا کہ آپ خود ڈاک خانہ کی ذمہ داری سنبھالیں، مگر چونکہ آپ کو اپنے کاموں کے سلسلہ میں اکثر سفر پر جانا پڑتا تھا، اس لئے اس کا انتظام آپ کے مشورہ سے مولوی غلام نبی کے سپرد ہوا، جو اسے مئی ۱۹۰۲ء سے مارچ ۱۹۱۸ء تک چلاتے رہے۔ ابتداء میں سب سے زیادہ خط اجی کے نام آتے تھے اور گاؤں میں آپ واحد شخص تھے، جن کے پاس باقاعدگی سے اخبارات و رسائل (پیسہ اخبار، اہلحدیث، الفضل، ریویو آف ریلیجنز، تشحیذ الاذہان، بدر، الحکم، فاروق وغیرہ) آتے تھے۔ اس زمانے میں سرکاری ہرکارہ روز ڈاک گوجر خان سے چنگا بنگیال لاتا اور لیجاتا تھا۔

مولوی غلام نبی کی معذوری کے بعد اپریل ۱۹۱۸ء سے مجبوراً اجی کو ڈاک کا انتظام سنبھالنا پڑا، کیونکہ گاؤں میں کوئی دوسرا قابل اعتبار شخص موجود نہ تھا، جس کے سپرد یہ کام کیا جا

سکتا۔محکمہ ڈاک نے البتہ یہ شرط لگائی کہ بھڈانہ سے آگے ڈاک کو چنگا پہنچانے کے لئے
آپ کوئی آدمی عارضی طور پر مہیا کریں گے۔اس زمانے میں جنگ کی وجہ سے سب بیکار
نوجوان فوج میں بھرتی ہوگئے تھے۔اس لئے کسی مناسب آدمی کا ملنا دشوار امر تھا۔اس لئے
اجی کو خاصی مشکل پڑی۔تاہم آپ نے کسی نہ کسی طریق سے اس کا انتظام کرلیا اور ڈاک کی
ترسیل کا کام باقاعدگی سے ہونے لگا۔مگر جب ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو جنگ عظیم ختم ہوئی اور لوگ
فوج سے فارغ کئے جانے لگے اور بیکاری اور بے روزگاری کے دور کا آغاز ہوا،تو اجی نے
چاہا کہ محکمہ ڈاک اپنے خرچ پر سرکاری ہرکارہ مقرر کرے۔اس سلسلہ میں آپ کو جو کشمکش
کرنی پڑی،اس کا حال اجی کی زبانی بیان کیا جاتا ہے:

"ان ایام میں کشمیر کے ایک پنڈت صاحب ڈاک خانہ جات حلقہ گوجر خان کے
انسپکٹر تھے۔ میں نے اون سے درخواست کی کہ اب چنگا تک ڈاک لانے،
لیجانے کا کام سرکاری خرچ پر مقرر فرمایا جاوے، کیونکہ میں نے عارضی طور پر
سرکار کی امداد کے لئے اپنا ہرکارہ بھڈانہ سے چنگا تک ڈاک کے لئے دیا تھا۔
اب ہرکارے عام ملتے ہیں،اس لئے اس کام کو مستقل طور پر مثل سابق بحال کر
دیا جاوے۔چنانچہ میری اس درخواست پر سرکاری ہرکارہ چنگا روزانہ ایک سال
تک ڈاک لاتا اور لیجاتا رہا۔یہ ہرکارہ پنڈت صاحب مذکور کا ہم قوم اور ان کا
اکثر خدمت گذار تھا۔اس نے اون سے کہا کہ چنگا تک ڈاک لے جانے اور
لانے کا کام مجھ سے نہ لیا جاوے۔پنڈت صاحب نے اوس کی یہ بات منظور کر
لی اور چنگا تک ڈاک کے کام میں خلل واقع ہوا۔کئی ایام تک ڈاک نہ آئی۔میں
نے پنڈت صاحب کو اس طرف توجہ دلائی کہ سرکاری کام میں خلل واقع ہو رہا
ہے۔ہرکارہ چنگا تک آنا چاہیئے۔مگر اونھوں نے نہ مانا اور کئی کئی ایام تک ڈاک

خانہ چنگا کی ڈاک نہ آئی۔ پریذیڈنٹ ڈاک خانہ جات راولپنڈی کو اس بارہ میں توجہ دلائی گئی۔ اوس نے بھی انسپکٹر مذکور (کو) لکھا، مگر انسپکٹر نے ہماری بات نہ مانی اور مجھے لکھا کہ ڈاک بھڈانہ سے چنگا لانے، لیجانے کے تم خود ذمہ دار ہو۔ میں نے کہا کہ میں یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ اس نے لکھا کہ ڈاک خانہ کا چارج ہمارے اورسیر کو سپرد کر دو۔ وہ وہاں سے ایسا آدمی مہیا کرے گا، جو بھڈانہ سے چنگا تک ڈاک لانے، لیجانے اور برانچ پوسٹ ماسٹری کا کام بھی کرے گا۔ میں نے ڈاک خانہ کا کام اوس کے اورسیر کو دے دیا۔ میں نے دیکھا کہ ڈاک خانہ کا کام ہمیشہ کے لئے ہوا کرتا ہے اور نج کے کاموں کا کوئی ذمہ دار نہیں ہوا کرتا اور سرکاری ہرکارہ مقرر نہ ہونے سے یہاں کے ڈاک خانہ کے قیام میں خلل واقع ہوگا۔ لہذا میں نے یہاں کی پبلک سے ظاہر کیا کہ جب تک سرکاری ہرکارہ مقرر نہ ہو، نج کے طور پر کوئی شخص ڈاک لانے، لیجانے کا ذمہ دار نہ بنے، ورنہ اس کو تکلیف ہوگی اور ڈاک کے کام میں حرج ہوگا۔ ڈاک خانہ کے لئے ہرکارہ مقرر کرنا سرکاری کام ہے اور سرکار ہی ڈاک کا منافع حاصل کرتی ہے۔ یہاں کا ایک شخص مسمی عبدالعزیز ولد جیون اورسیر کے سامنے پیش ہوا کہ ڈاک خانہ ہذا کا کام کرنے اور بھڈانہ سے چنگا تک لانے۔ لیجانے کا ذمہ لیتا ہوں۔ میں نے اس کو ہر چند منع کیا کہ تم اس کام کے اہل نہیں ہو اور یہ بوجھ اپنے سر پر نہ اٹھاؤ۔ مگر وہ ماننے والی ہستیوں میں سے نہ تھا۔ اس لئے اس کام کو اپنے سر پر لے لیا۔ اور اب ڈاک خانہ چنگا بنگیال کے لئے تیسرے دور کا ۱۰ اگست ۱۹۲۶ء سے آغاز ہوا اور ڈاک خانہ کا کام عبدالعزیز کے سپرد ہوا"۔

وہی ہوا جس کا اجی کو خطرہ تھا کہ عبدالعزیز سے یہ کام ٹھیک طریق سے نہ چل سکا۔

ڈاک پھر بے قاعدہ ہوگئی، جس کا سب سے زیادہ نقصان اجی کو پہنچا، کیونکہ اس دوران میں آپ کی متعدد کتابیں، جن کا ذکر علیحدہ باب میں آئے گا، چھپ چکی تھیں اور سارے ملک سے ان کے آرڈر آ رہے تھے۔ ہر روز متعدد جلدیں بذریعہ وی پی بھجوائی جاتی تھیں اور سابقہ جلدوں کا معاوضہ وصول کیا جانا ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ کئی لوگ منی آرڈر کے ذریعہ قیمت خرید ارسال کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ ان کی مطلوبہ کتب جلد بھجوائی جائیں۔ مگر ڈاک کی بدانتظامی کے سبب یہ ممکن نہ تھا۔ یہ سلسلہ تب جا کر ختم ہوا، جب ڈاک خانہ کا انتظام ملوک سنگھ کے سپرد ہوا۔ میں نے بچپن میں اس کو دیکھا تھا اور اس کا ذکر اپنے افسانہ "ملوک سنگھ کا پوتا" میں کیا ہے، جس کا اقتباس ذیل میں دیا جاتا ہے:

"مجھے ملوک سنگھ خوب یاد ہے۔ اس کی دوکان ہمارے گھر کے قریب واقع تھی۔ ڈاک خانے کا انتظام اس کے سپرد تھا۔ جب ہم گرمیوں میں مدرسہ کی تعطیلات گذارنے چنگا جایا کرتے تھے، تو اکثر مجھے سودا سلف لانے کے لئے اس کی دوکان پر بھیجا جاتا تھا۔ ملوک سنگھ بڑی خوش اخلاقی سے پیش آتا تھا اور ہمیشہ بتاشے، میوہ یا گڑ کھانے کو دیا کرتا تھا۔ اگر ڈاک آ چکی ہوتی تھی، تو ہمارے گھر کی چٹھیاں میرے حوالے کرتا تھا یا کہتا تھا کہ تھوڑی دیر کے لئے رک جاؤ، بس ڈاک آتی ہی ہوگی۔ پھر کوئی اخبار یا رسالہ نکال لیتا تھا اور اس میں سے پڑھ کر سنانے کو کہتا تھا۔ اس زمانے میں ہمارے گاؤں میں ابھی بجلی نہیں آئی تھی۔ ریڈیو کسی گھر میں نہ پایا جاتا تھا۔ ٹرانسسٹر ریڈیو تو بہت بعد میں جا کر بننے لگے۔ گاؤں میں خبریں بہت دیر سے پہنچا کرتی تھیں۔ اس لئے جو کوئی شہر سے آتا تھا، اس سے "نویں تازی" خبریں سنانے کی فرمائش کی جاتی تھی۔ یہ دوسری جنگ عظیم کے دنوں کی بات ہے، جس کو دیہاتی لام کے نام سے جانتے تھے۔

ہمارے گاؤں کے بھی بہت سے جوان بھرتی ہو کر لام پر گئے ہوئے تھے۔ وہ اپنے گھر والوں کو خط لکھتے یا لکھواتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان دنوں میں بہت سی ڈاک آیا کرتی تھی۔ اور ملوک سنگھ کی دوکان پر اچھی خاصی بھیڑ ہو جاتی تھی۔ مرد دوکان کے اندر جا کر بیٹھتے تھے اور عورتیں باہر تھڑے پر بیٹھتی تھیں۔ ملوک سنگھ مجھے اکثر خط پڑھ کر سنانے کے لئے روک لیا کرتا تھا۔ اس زمانے میں ہمارے گاؤں میں بہت کم لوگوں کو پڑھنا لکھنا آتا تھا۔ ڈاک کھلنے پر سارے خط باری باری بلند آواز سے پڑھ کر سنائے جاتے تھے۔ لوگوں کا ایک دوسرے سے کوئی راز نہ تھا۔ سبھی خطوں میں ایک سی باتیں ہوتی تھیں، جو اکثر اس فقرے پر جا کر ختم ہوتے تھے: "سب سننے والوں کو درجہ بدرجہ سلام و دعا" ۔

ملوک سنگھ چنگا سے اڑھائی میل دور واقع گاؤں قاضیاں کا رہنے والا تھا۔ اور موسم خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، موسلا دھار بارش برسے، جھکڑ آئے یا بے پناہ سردی پڑے۔ ہمارے ہاں کبھی کبھی پوہ کے مہینے میں برف باری بھی ہو جاتی ہے۔ وہ بلا ناغہ اپنی سائیکل پر سوار ہو کر پہنچ جاتا تھا۔ اسے گاؤں میں برادری کا ایک فرد سمجھا جاتا تھا۔ کسی کے ہاں ماتم ہو جائے یا شادی کا موقعہ ہو، ملوک سنگھ کو ضرور بلایا جاتا تھا۔ اسے ہر چیز میں برابر کا شریک سمجھا جاتا تھا۔

ان دنوں میں ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہندو مسلم فسادات کی خبریں آنے لگی تھیں۔ جب کبھی ملوک سنگھ کی دوکان پر ان کا ذکر چل نکلتا تھا، تو لوگ کانوں کو ہاتھ لگا لگا کر توبہ کرتے تھے اور اس بات کو قیامت کی علامت قرار دیتے تھے کہ لوگوں کے دلوں سے محبت جاتی رہی تھی اور ان کا خون پتلا ہو گیا تھا۔ پھر ہر کوئی کہتا تھا کہ ہمارے علاقے میں بالخصوص ہمارے گاؤں میں ایسا ظلم نہیں ہو

سکتا۔ چاچا شیر علی ایسے موقعوں پر اپنی مونچھوں پر تاؤ دے کر کہا کرتا تھا کہ جو کوئی ملوک سنگھ پر ہاتھ اٹھائے گا، اس کو شیر علی سے دو دو ہاتھ کرنے ہوں گے"۔("شجر ممنوعہ"۔صفحہ ۵۶۔۵۷)

ملک کی تقسیم کے سلسلہ میں ہونیوالے فسادات کے دنوں میں کسی نے ملوک سنگھ کو چنگا سے قاضیاں جاتے ہوئے راستے میں ہلاک کر دیا۔اس طرح چنگا کے ڈاک خانے کی تاریخ کا چوتھا باب ملک کی تقسیم اور قیام پاکستان پر آن کر ختم ہوا

ڈاک خانہ کے سلسلہ میں اجی کو ایک ناخوشگوار واقعہ ایک انسپکٹر ڈاک خانہ جات کیساتھ پیش آیا تھا، جسکا ذکر آپ اپنی خودنوشت میں ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"ماہ جون ۱۹۰۴ء کو مولوی غلام نبی صاحب متوفی کے گھر پر ایک صاحب اکرام اللہ خان علیگ، جو ڈاک خانہ جات حلقہ گوجر خان کے انسپکٹر تھے، ڈاک خانہ چنگا بنگیال کے معاینہ کیلئے اوترے۔ میں اوس کو معزز اہل علم میں شمار کرتا ہوا بغرض تبلیغ حق اسکی ملاقات کیلئے گیا۔اوس نے مجھے دیکھتے ہی استہزا سے کلام کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے برخلاف سبک الفاظ استعمال کرنے لگا۔اور کچھ دیر تک فریقین میں مناظرہ کی صورت قائم رہی۔اسکا طریق گفتگو بدتہذیبی کا تھا۔میں نے اسکو ہر چندان باتوں سے روکا کہ یہ نمونہ اہل علم نہیں۔بڑے مہذب طریق سے سمجھایا۔مگر وہ حضرت نبی اللہ احمد علیہ السلام شمشیر بران غیرت الٰہی کی کھچی ہوئی تیز تر تلوار کی دہار پر متواتر ہاتھ مارتا رہا تھا، جسکا ذکر آنحضرت علیہ السلام الفاظ ذیل میں فرماتے ہیں:

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے میرے بد خواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روباہ زار و نزار

اس وقت ہمارے مناظرہ کی خبر سن کر گاؤں کے بہت (سے) لوگ جمع ہو گئے۔ جوں جوں وہ لوگوں کی کثرت اژدہام کو دیکھتا اور اون کو اپنا ہم خیال پاتا، گستاخانہ الفاظ حضرت اقدس امام ہمام مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں استعمال کرتا۔ آنحضرت علیہ السلام کی پیش گوئیوں کا ذکر سن کر کہنے لگا: میں بھی ایسی پیش گوئیاں کر سکتا ہوں۔ اوس وقت مجھے خطاب کر کے کہا کہ چالیس دن کے اندر تمہارا مالی نقصان ہوگا اور تمکو سخت حرج اس بارہ میں پیش آئے گا۔ میں نے اسکو کہا کہ تمہاری یہ پیش گوئی بے ہودہ اور تمہاری اپنی بربادی پر دلالت کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ میرا حافظ و ناصر ہے۔ تم نے اپنے (کذا) زبان سے اپنی تباہی کیلئے خطرناک سیلاب تیار کر لیا ہے اور میں تو ایک اونچی اور مضبوط چٹان پر کھڑا ہوں، جہاں اسکی زد نہیں پہنچ سکتی۔ اسکو متنبہ کیا کہ جو انسان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل پر گستاخی کرتا اور باز نہیں آتا، وہ سزا سے محفوظ نہیں رہے گا۔ اوس وقت میری دلی آرزو اس کرشمہ الٰہی کی مقتضی تھی اور حضرت احمد قادیانی کی زبان و قلم اس پر پہلے سے چل چکی تھی:

اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے رب الوریٰ

پھر میں اوس ناپاک مجلس سے رخصت ہو گیا۔ انسپکٹر مذکور ابھی حلقہ گوجر خان میں متعین تھا (کہ) اس کی مقرر کردہ مدت کے اندر، جو اس نے میرے لئے اپنی پیش گوئی میں مقرر کی تھی، گوجر خان میں اوس کے گھر میں نقب زنی ہوئی اور بہت

سا عزیز مال اوس کا چوری ہو گیا۔ پولیس اور محکمہ مال افیسر تحصیل دار صاحب سے
اولجھ پڑا کہ تم میرے سرقہ مال کی تفتیش و تحقیق نہیں کرتے ہو۔ چونکہ اس کی زبان
بدتہذیبی اور نا ملائم الفاظ نکالنے پر آموختہ تھی، ان کے ساتھ بھی اس کا مقابلہ ہوا
اور نوبت تا بزدوکوب رسید۔ اور دوران تحقیق سرقہ اوس کو اور بھی کئی قسم کی ذلتیں
پہنچیں ۔ بعد ازاں حلقہ گوجر خان میں اوس پر پبلک کی طرف سے عام شکایات
شروع ہو گئیں اور وہ اس بناء پر یہاں سے تنزل ہو کر سرحدی علاقہ کوہاٹ کو
تبدیل ہو گیا۔ اور اوس کی تنخواہ سے پچیس روپیہ کم ہو گئے ۔ اور بعد ازاں طاعون
سے ملک عدم کو روانہ ہو گیا۔ خسر الدین وا لآخرہ کا مصداق ہوا اور جس
طریق سے اوس نے اس مشت خاک غلام مسیح موعود پر حملہ کیا تھا، اوسی طریق
سے خود گرفت الٰہی میں آ گیا"۔

اس واقعہ کو میرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب "حقیقۃ الوحی" میں "نشانات
صداقت " کے عنوان کے تحت (صفحہ ۳۹۷ ۔ ایڈیشن دوم ۔ روحانی خزائن۔
لندن۔۱۹۸۴ء) درج کیا ہے۔ البتہ وہاں پر کتابت کی غلطی سے انسپکٹر مذکور کا نام کریم اللہ
درج ہو گیا ہے۔ گواہوں میں میرے نانا فضل (محمد) خان اور شاہ ولی خان، جو رشتہ میں اجی
کے ماموں زاد اور اجی کے استاد مولوی محمد عمر بخش نقشبندی مجددی کے بھتیجے تھے، کے علاوہ
نظام الدین خیاط بھی شامل ہیں۔ مؤخر الذکر ہمارے گاؤں میں آباد درزی خاندان سے تھے
۔انہوں نے میرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کر لی تھی ۔ یہ خاندان بیسویں صدی کی چھٹی
دہائی تک ہمارے گاؤں میں مقیم تھا۔ معاشی اور معاشرتی حالات کے بدل جانے کے سبب
پنجاب کے گاؤں میں مقیم کمیوں نے دوسرے پیشوں کو اختیار کر لیا ہے۔ اب یہ لوگ شہروں
میں منتقل ہو گئے ہیں۔ البتہ اکثر لوگوں نے گاؤں میں اپنے گھروں کو، جو انہیں زمینداروں

کی طرف سے رہائش کے لئے دیئے گئے تھے، اپنے قابو میں رکھا ہے۔ مگر میاں نظام الدین کی اولاد چنگا میں گھر بار کو خیر باد کہہ کر شہر میں منتقل ہوگئی ہے۔ ان کا رہائشی مکان، جو ہمارے خاندان کی زمین پر آباد تھا، اس دوران میں ہمارے رشتہ داروں کی ملکیت میں واپس آ چکا ہے۔

ایک دوسرا واقعہ میرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب "حقیقۃ الوحی" میں اجی کے الفاظ میں درج کیا ہے، جس میں اجی اور آپ کے ایک قرابت دار کے درمیان ایک بحث مباہلہ کی صورت اختیار کر گئی۔ آپ لکھتے ہیں:

"ایک روز ماہ مئی ۱۹۰۴ء کو مقام چنگا، تحصیل گوجر خان، ضلع راولپنڈی جب کہ میں کچھ آدمیوں کے ساتھ، جن میں بعض احمدی اور چند غیر احمدی شامل تھے، نماز جمعہ ادا کر کے مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، تو ایک شخص مسمی فضل داد خان نمبر دار چنگا، جو میرا ہم قوم اور رشتہ میں سے تھا، ایک شخص کے ورغلانے سے مسجد میں آ کر مجھے معہ دیگر احمدیوں کے ملامت کرنے لگا۔ اور کہا کہ تم لوگ مسجد میں نماز نہ پڑھا کرو، مسجد کو بھرشٹ کر دیا ہے۔ پھر فروعی مسائل کا ذکر چھیڑ کر میرے ساتھ مجادلہ کرنا شروع کر دیا۔ میں نے اس کو معقولاً و منقولاً سمجھایا اور خوب ملزم کیا۔ مگر وہ تکذیب پر اڑا رہا اور اس کے بھڑکانے سے عوام کو میں نے احمدیوں پر مشتعل پایا اور دیکھا کہ وہ شخص فتنہ اور فساد سے باز نہیں آتا۔ اس وقت میرے دل پر سخت قلق و اضطراب پیدا ہوا کہ خداوندا اب اس امر کا کیا علاج ہو۔ اس شخص کے ذریعہ بڑا فتنہ ہونے والا ہے۔ تب میں نے اس کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں جو مسائل بیان کر رہا ہوں، ان میں جھوٹا ہوں، تو خدا تعالیٰ تجھ سے پہلے مجھے ہلاک کرے۔ اور اگر تو جھوٹا ہے، تو خدا تعالیٰ تجھے ہلاک کرے۔ تب فضل داد خان نے ان

لفظوں کے ساتھ جواب دیا کہ خدا تجھے ہلاک کرے۔ پھر میں اسی وقت مسجد سے باہر آ گیا اور لوگ منتشر ہو گئے۔ پھر چند دنوں کے بعد شخص مذکور (یعنی فضل داد خان) درد شکم کی سخت مرض میں مبتلا ہو گیا اور (ایک سال) دس ماہ کے اندر ۲۴ مارچ ۱۹۰۶ کو مر گیا۔ اور اپنی موت سے سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا نشان بطور یادگار چھوڑ گیا۔ کچھ مدت تک مجلس مباہلین حاضرین میں اس کے مرنے سے ایک دہشت اور رعب پھیل گیا۔ اور میں نے مخالفین سے بھی اپنے کانوں کے ساتھ یہ ذکر سنا کہ اس شخص کی موت بطور نشان ہوئی ہے۔ العبد محمد فضل احمدی مقام چنگا، تحصیل گوجر خان، ضلع راولپنڈی۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۶ء۔ گواہ مباہلہ وموت فضل داد خان۔ نظام الدین درزی۔ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد فضل خان بقلم خود۔ بیان مذکور بالا صحیح ہے۔ گواہ شد شاہ ولی خان بقلم خود۔ بیان مذکور صحیح ہے"۔ (حقیقۃ الوحی۔ اول ایڈیشن ۱۹۰۷ء ص ۳۸۱۔۳۸۲۔ ایڈیشن دوم۔ روحانی خزائن۔ لندن ۱۹۸۴ء۔ جلد ۲۲۔ ص ۳۹۶۔۳۹۷)۔

یہ مسجد اس وقت تک مشترکہ طور پر احمدیوں اور غیر احمدیوں کے استعمال میں تھی۔ اس جھگڑے کے بعد اجی نے اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر الگ مسجد تعمیر کروالی، جہاں پر جماعت احمدیہ کے اراکین نماز با جماعت ادا کرنے لگے۔ اسی مسجد میں اجی کی لائبریری نے جگہ پائی اور آئندہ برسوں میں یہ مسجد اجی کا دفتر بھی تھی، جہاں پر آپ کا اکثر وقت بسر ہوتا تھا۔ اجی کی وفات کے بعد احمدی جماعت کے ممبران نماز جمعہ ستر کی دہائی تک ڈھوک حیات بخش کی مسجد میں ادا کرتے تھے۔ البتہ غیر احمدی پہلے اور احمدی بعد میں نماز پڑھتے تھے۔ گویا ہر نماز دو دفعہ با جماعت ادا کی جاتی تھی اور ڈھوک کے جو لوگ پہلی نماز کی ادائیگی کے وقت کسی وجہ سے حاضر نہ ہو سکتے تھے، وہ دوسری با جماعت نماز میں شامل ہو جاتے تھے۔ البتہ

احمدیوں کو ایسا کرنے کی ممانعت تھی، کیونکہ میرزا غلام احمد قادیانی نے جماعت احمدیہ کے ارکان کو اپنے مکفرین کے پیچھے نماز پڑھنے سے روک دیا تھا۔اسی طرح ان کے ساتھ رشتہ داری سے بھی منع کیا تھا۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند دہائیوں کے اندر احمدی خاندان دوسروں سے جدا ہونے لگے۔ چنگا میں بھی یہی صورت حال پیدا ہوگئی، جس کے سبب وہاں پر احمدیت کی ترقی رک گئی۔اکادکا رشتے اس کے بعد بھی ہوتے رہے، مگر وہ اکثر و بیشتر یک طرفہ ہوتے تھے۔احمدی خاندان اپنی لڑکیاں جماعت احمدیہ سے باہر نہ بیاہتے تھے۔البتہ غیر از جماعت خاندانوں کی لڑکیوں کا رشتہ احمدی نوجوانوں کے لئے قبول کرلیا جاتا تھا۔ کیونکہ اس رشتہ سے پیدا ہونے والے بچوں کو آسانی کے ساتھ احمدیت کے نظام میں لایا جا سکتا تھا۔اجی کے ذریعہ آپ کے قریبی رشتہ داروں کی اکثریت نے احمدیت کو قبول کرلیا تھا۔البتہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس گاؤں میں احمدیت صرف ایک کنبے تک محدود رہی۔

کشوف والہامات کی حقیقت

اجی کی سوانح حیات کی تصنیف کے سلسلہ میں میرے لئے سب سے اہم مگر مشکل ترین باب کشوف والہامات کا ہے۔ایک طرف میرے سامنے علم نفسیات کی تحقیقات ہیں، جو بتاتی ہیں کہ وہ آوازیں، جن کا انسان باہر سے آنا تصور کرتا ہے، دراصل اس کے اپنے اندر سے اٹھتی ہیں اور کشوف کا منبع بھی خود انسانی ذات ہے۔جس میں بے شمار معلومات ایک گہرے سمندر میں پائے جانے والے خزانوں کی طرح مدفون ہیں، جن کو انسانی لاشعور کسی دریافت کے لمحے میں برآمد کرتا ہے۔دوسری طرف میرے سامنے بے شمار صادق لوگوں کی شہادتیں ہیں، جو یہ بتاتی ہیں کہ انسانی لاشعور ایک ریڈیو اینٹنے کی طرح ہے، جس میں ایسے سگنل وصول کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔جن کا وجود ہم ظاہری آلات کے ذریعہ ثابت نہیں کر سکتے۔یہاں پر ہم یہ تصور کرتے ہیں کہ اجی کی سوانح حیات کا تعلق اس اسلامی فضا سے ہے، جس میں کشوف والہامات کا وجود ایک مسلمہ حقیقت ہے، جس پر اگر کوئی سوال اٹھایا جا سکتا، تو صرف یہ کہ کیا الہام کا سلسلہ جاری ہے یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اس کا خاتمہ ہو گیا تھا۔اس بارہ میں اجی لکھتے ہیں۔

ملائکۃ اللہ اور الہام کے منکرین سے دو باتیں

"جولوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انسان کو الہام نہیں ہوتا اور نہ دنیا میں فرشتوں کا کوئی وجود ہے، پہلے الہام کے مدعی کی اس بات کا تجربہ کر لینا چاہیئے۔ان سے عرض ہے کہ دانا لوگ سم الفار کا تجربہ زبان کے ذائقہ سے نہیں کیا کرتے۔ مطلق الہام کا انکار کر کے اس کے تجربہ ومشاہدہ کی درخواست کرنا ایسا ہی ہے، جیسا کہ سم الفار کے منکر کو ایک ڈاکٹر سم الفار کی شیشی سامنے کر کے اس پر لیبل لکھا ہوا دکھا دے کہ اس میں زہر ہے۔اور اس کے تجربہ کا شائق کہے کہ میں اس کو کھا کر دیکھ لوں کہ آیا یہ واقعی سم الفار ہے یا نہیں۔سو اس قسم کے تجربہ کرنے والے شائق کا انجام سب کو معلوم ہے کہ کیا ہوتا ہے۔الہام کا انکار اور سم الفار کھا لینا یکساں ہے۔جو لوگ آسمانی کتابوں کے معتقد ہیں، جیسے اہل اسلام، عیسائی، یہود، وہ تو الہام اور ملائکۃ اللہ کے قائل ہیں۔ان میں سے جو کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں الہام نہیں ہوتا، گویا کہ وہ خدا تعالیٰ کی صفت کلام کے اس زمانہ کے لئے منکر ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کلام، سمع، بصر، علم، حیات، ارادہ، قدرت وغیرہ اس کی ذات کے ساتھ لازم وملزوم اور دائمی ہیں۔جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا، اب بھی بولتا ہے۔اور جیسا کہ وہ پہلے سنتا تھا، اب بھی سنتا ہے۔اور جیسا کہ وہ پہلے دیکھتا تھا، اب بھی دیکھتا ہے۔

زہر کے پینے سے کیا انجام جز موت و فنا
بد گمانی زہر ہے اس سے بچو اے دیں شعار

خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے شرف یافتہ گروہ

خدا ہر زمانہ میں بولتا ہے

جن لوگوں کا خیال ہے کہ خدا کسی زمانہ میں بولتا تھا اور اب وہ کسی سے ہم کلام نہیں ہوتا۔ یہ ایسا خیال ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ کسی زمانہ میں آفتاب کی ضرورت تھی اور اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے شرف یافتہ ایک گروہ ہمیشہ دنیا میں پیدا ہوتا رہتا ہے تاکہ خدا کی صفت تکلم کا اثبات اہل دنیا کے لئے اتمام حجت ہو۔

خدا تعالیٰ غیر نبی سے بھی بولتا ہے

جن لوگوں کا خیال ہے کہ خدا نبیوں کے بغیر کسی سے نہیں بولتا، ان کی یہ بات غلط ہے۔ اس بارہ میں صرف کثرت اور قلت کلام نبی اور غیر نبی میں تمیز کا نشان ہوتا ہے۔ اگر غیر نبی کو یہ نشان نہ ملے، تو بغیر نمونہ کے انبیاء پر ایمان لانے کے لئے اتمام حجت نہیں ہوسکتی۔ حضرت موسیٰ کی ماں نبیہ نہ تھی۔ حضرت عیسیٰ کے حواریین نبی نہ تھے۔ حضرت خضر نبی نہ تھے۔ مگر ان سے خدا تعالیٰ کلام کرتا رہا۔ جو لوگ اس زمانہ میں خدا کے کلام کے منکر ہیں، ان میں دہریت سرایت کرگئی ہے۔ اب خدا اوس دہریت کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ مرشدی حضرت احمد فرماتے ہیں

ہر کہ ذوق یار جانی یافت است
آں ز روحی آسمانی یافت است
عشق از الہام آمد در جہاں
درد از الہام شد آتش فشاں
شوق و انس و الفت و مہر و وفا

جملہ از الہام مے دارد ضیا
ہر کہ حق را یافت از الہام یافت
ہر رخے کہ تافت از الہام تافت
عشق می خواہد کلام یار را
رو پرس از عاشق ایں اسرار را
دل نمے گیرد تسلی جز خدا
ایں چنیں افتاد فطرت ز ابتداء
دل ندارد صبر از قول نگار
کاشتند ایں تخم از آغاز کار
آنکہ انسان را چنیں فطرت بداد
چوں کمالے فطرتش دادے بباد
آں کہ زد ہر قدرتے گشتہ عیاں
قدرت گفتار چوں ماندے نہاں
آنکہ شد ہر وصف پاکش جلوہ گر
پس چرا ایں وصف ماندے مستتر
ہر کہ او غافل بود از یاد دوست
چارہ ساز غفلتش پیغام اوست

جن باتوں کے اوپر ہم نے حوالے لکھے ہیں، وہ اس مہر کے مثبت ہیں کہ امت محمدیہ میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے، جن کو مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ حاصل ہو گا۔ پہلی امتیں جو کہ امت محمدیہ سے درجہ میں ادنیٰ ہیں، ان کی عورتوں کو بھی وحی و

الہام ہوتا رہا ہے۔ تو امت محمدیہ، جو کہ بہترین امت کہلاتی ہے، کیا اس کے مردوں کو وحی والہام کا شرف حاصل نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ اس امت کے حق میں فرماتا ہے: کنتم خیر امۃ اخرِجت للناس کہ تم سب امتوں میں سے بہترین امت ہو۔ تم کو لوگوں تک حق پہنچانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس روحانی قوت کے انسان صرف اہل اسلام میں ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہے اور اس زمانہ میں بھی موجود ہیں۔ اس گروہ کو ملائکۃ اللہ کے ساتھ زیادہ تعلق ہوتا ہے اور ملائکۃ اللہ ان کو بحکم رب العالمین آئندہ کے حوادث سے خبر دیتے رہتے ہیں۔ اس طائفہ کی دعا اور بد دعا اگر خدا کی مرضی کے خلاف نہ ہو، تو تیر بہدف ہوتا ہے۔ اسی گروہ کے ساتھ اسلام کی قوت ہوتی ہے۔ جو کلمات اس طائفہ پر نازل ہوتے ہیں، وہ خدا کی ہستی پر شہادت ناطقہ ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام اسی گروہ سے تھے۔ جن کے متعلق خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: فَاَیْنَمَا تَوَلّوا فَثَمّ وَجْہِ اللہ ۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی طائفہ سے تھے۔ چنانچہ اونہوں نے اپنے قصیدہ لاَمِیَہ غَوثِیہ میں لکھا ہے:

درست العلم حتیٰ صرت قطباً
فحصلت السعد من مولیٰ الموالی
و ما منها شهور او دهور
تمر و تنقضی الا اتالی

یعنی میں نے روحانی قوت کے حصول کے لئے بہت درس پڑھے، یہاں تک (کہ) مجھے قطبیت کے تخت پر بٹھایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے سعادت ابدی کو حاصل کرلیا۔ سالوں کے جتنے مہینے اور زمانے دنیا میں گذرتے ہیں، ان کے

حوادث کی خبریں مجھے پہنچائی جاتی ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر امت محمدیہ کے ایک عظیم الشان فرد تھے۔ وہ صاحب الہام تھے۔ اون پر کلمات اللہ کا نزول اجلال ہوتا تھا، مگر وہ نبی نہ تھے۔ الغرض الہام کا دروازہ قیامت تک امت محمدیہ پر کھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے پارہ ۲۴ رکوع ۱۸ میں فرماتا ہے: ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھِم الملئکۃ الا تخافوا و لا تحزنوا و ابشروا بِالجنۃ التی کنتم توعدون ہ نحن اولیاؤ کم فی الحیاۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ و لکم فیھا ما تشتھِی انفسکم و لکم فیھا ما تدعون ہ نزلاً من غفور رحیِم ہ ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں اور پھر اس پر قائم ہو جاتے ہیں۔ اون پر فرشتے اترتے ہیں اور ان کو کہتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو۔ اور نہ آئندہ کا غم کرو۔ تم کو اوس بہشت کی خوش خبری ہو، جس کا تم کو وعدہ دیا جاتا ہے۔ ہم دنیا میں اور آخرت میں تمہارے مددگار ہیں۔ اور جن چیزوں کی تم کو ضرورت ہوگی، تم کو ملیں گی۔ یہ خدائے غفور رحیم کی طرف سے تمہارے لئے مہمانی ہے۔

وہ ناداں جو کہتا ہے در بند ہے
نہ الہام ہے اور نہ پیوند ہے
نہیں عقل اوس کو نہ کچھ غور ہے
اگر وید ہے یا کوئی اور ہے
نہ جانا کہ الہام ہے کیمیا
اسی سے تو ملتی ہے گنج لقا
اسی سے تو عارف ہوئے بادہ نوش

اسی سے تو آنکھیں کھلیں اور گوش
یہی ہے کہ نائب ہے دیدار کا
یہی ایک چشمہ ہے اسرار کا

جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے، وہ اس کے دیکھنے کا خواہشمند رہتا ہے۔ اگر اس کے دیکھنے کے سامان ابھی ادھورے ہوں اور پورے طور پر مہیا نہ ہوئے ہوں، تو وہ اس کے نشانات و آثار کو دیکھنے کا متمنی رہتا ہے۔ اگر اس سے ترقی ہو، تو وہ اس کی کلام سننے کا آرزومند ہوتا ہے، خواہ درمیان میں پردہ حائل ہی ہو۔

غیر نبی پر بھی خدا کا کلام نازل ہوسکتا ہے

دیکھو دیوان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری صفحہ ۵۶۔ وہ فرماتے ہیں:

دمبدم روح القدس اندر معینی می دمد
من نمیگویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

دیکھو فتوح الغیب مؤلفہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ مقالہ سولہ میں آپ لکھتے ہیں:

واتقوا اللّٰہ و یعلمکم اللّٰہ (سورہ۳۔رکوع۷)۔ ثم یرد علیك التکوِین فنکون بِالاذن الصریح الذی لا غبار علیہ والدلالات اللائحہ کالشّمس المنیرہ و بِکلام لذیذ الذمن کل لذیذ و الھام صدق من غیر تلبس و مصفی من ھواجِس و وساوس الشیطان اللعین۔

(خدا سے ڈرو تو خدا تم کو اپنے علوم سکھائے گا۔ پھر تم پر لوٹایا جائے گا عالم میں تصرف کرنا، اور ایسا کرنا خدا کے صریح اذن سے ہوگا، جس پر کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہ ہوگی۔ اور ہدایت نمائی کے دلائل بہت واضح مثل آفتاب کے روشن ہو

ں گے۔اور خدا تعالیٰ کا کلام بہت لذیذ نازل ہوتا ہے اور اس کا الہام صداقت سے لبریز بغیر کسی شک کے وارد ہوتا ہے۔اور الہام خواہش نفس اور شیطان کے مردود وسوسوں سے صاف ہوتا ہے)۔اس کے علاوہ حضرت شیخ موصوف اپنی کتاب ستین مجالس و فتح الربانی کی مجلس ۵۰ میں فرماتے ہیں، جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ لوگوں میں بعض فرد امت محمدیہ میں ایسے ہوتے ہیں، جن کے دلوں پر وحی نازل کی جاتی ہے۔اس کی تائید میں حضرت مولوی جلال الدین رومی اپنی مثنوی معنوی میں فرماتے ہیں:

گیرم ایں وحی نبی گنجور نیست
ہم کہ از وحی دل زنبور نیست
چونکہ وحی الرب الی النمل آمدہ است
خانہ وحیش پر از حلوا شدہ است
او بنور وحی حق عز و جل
کرد علم را از شمع و عسل
آنکہ کرمنا است بالا می رود
وحیش از زنبور کم تر میشود
نے اعطیناک کوثر خورندہ
پس چرا خشکی و تشنہ ماندہ
با مگر فرعونی و کوثر چو نیل
بر تو خون کشتہ است و ناخوش اے علیل
ہر کرا دیدی ز کوثر سرخ رو

او محمد خوست با او گیر خو

اورحضرت محی الدین (ابن) عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فتوحات مکیہ کی جلدسوم کے صفحہ ۴۵۶ پر لکھتے ہیں: التنزیل کلمات الحق لا ینتھی بل ھو دائم دنیا و آخرہ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی باتوں کا نزول کبھی منتھی نہ ہوگا۔ اوردنیاو آخرت میں ان کا نزول ابدالاباد جاری رہے گا۔ ایک روحانیت ہی ایسی شئے ہے کہ جو خاصہ اسلام ہے اور کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ پس اگر شریعت میں روحانیت ہی نہ رہی، تو پھر سوائے اساطیر کے اور کیا باقی رہا۔ جو اہل دل ہیں ، وہ تو سمجھتے ہیں ، مگر وہ جو کودن ہیں ، وہ ان امور سے ناواقف ہیں۔ جس کو خداتعالیٰ نے قلب سلیم عطا کیا ہے اور دینی ضرورتوں سے واقفیت رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ سلسلہ الہام کبھی بند نہیں ہوتا۔ ہاں ایسی وحی جو بجز قرآن کریم کے اور کوئی نئی شریعت تجویز کرتی ہے، وہ بالکل بند ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ستین مجالس مطبوعہ استنبول صفحہ ۱۵۳ پر فرماتے ہیں: ویلك یا مبتدع ام لا یقدر اللّٰہ تعالیٰ ان یقول انی انا اللّٰہ ۔ ان اللّٰہ ربنا عزّ و جل متکلّم لیس بِاخرس له کلام یسمع ۔ ترجمہ: اے بدعتی تیری خرابی ہو۔ کیا خداتعالیٰ طاقت نہیں رکھتا کہ وہ اس زمانہ میں کہے کہ میں خدا ہوں ۔ ہمارا خدا، جو غالب و بزرگ ہے، وہ مدام بات کرنے والا ہے۔ وہ گونگا نہیں۔ اوس کی کلام سنائی دیتی اور سمجھی جاتی ہے۔

حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لطائف المنن جلد دوم کے صفحہ ۱۶۹ میں لکھتے ہیں: و مما انعم اللّٰہ تبارك و تعالیٰ به علی انه جعلنی من اھل الالھام الصحیح ۔ ترجمہ: یعنی خداتعالیٰ کی نعمتوں میں سے، جو اس نے

مجھ پر کی ہیں، ایک یہ ہے کہ اس نے مجھے صاحب الہام (صحیح) کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: وسیمی ھذا ایضاً وحی المبشرات المشار الیھا بِقولہ تعالیٰ البشریٰ فی الحیاۃ و فی الآخرۃ ۔ترجمہ: یعنی اس الہام کو بشارتوں کی وحی بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ مؤمنوں کو دنیا کی زندگی میں بھی خوش خبری دی جاتی ہے۔

علاوہ ازیں اس بارہ میں امت محمدیہ کے صلحائے کرام کی ہی شہادتیں یہاں درج کروں، تو یہ بہت ضخیم کتاب بن جائے گی۔ حضرت امام غزالی۔ شیخ احمد سرہندی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ یہ سب صاحب الہام تھے۔ اورانہوں نے اپنی کتابوں میں اس امر کی خوب تشریح فرمائی ہے۔ اوراللہ تعالیٰ کی اس امانت کو وہ اپنے زمانہ میں ظاہر و باہر فرماتے رہے۔

اور یہ کہنا کہ تمہارے دعویٰ کے بغیر اب اورکوئی اس زمانہ میں اس بات کا قائل نہیں رہا۔ یہ بات غلط ہے۔ اس زمانہ میں بھی اس عاجز کے سوا بیشمار اور لوگ صاحب الہام موجود ہیں۔ اوروہ بھی اس شہادت الٰہی کو حسب توفیق ادا فرما رہے ہیں۔ اوراس مشت خاک سے بڑھ کر مرتبہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں"
(مقدمہ اسرار شریعت۔صفحہ ۴۵۔۴۷)

اس کتاب کے ایک دوسرے باب میں ("جماعت احمدیہ سے علیحدگی") میں پندرہ اصحاب کے نام درج کئے گئے ہیں، جو اُن کے معاصر تھے اور صاحب الہام ہونے کے مدعی تھے۔ ان میں میرزا غلام احمد قادیانی اوران کے مریدوں میں سے بعض دوسرے لوگوں کو بھی شامل کرلیا جائے، تو ملہمین کی تعداد درجنوں تک پہنچ جاتی ہے۔

اجی پر کشوف والہامات کا نزول

اجی پر کشوف والہامات کا باب آپ کی جوانی کے زمانہ میں کھولا گیا تھا، جس کی ابتداء کشفی حالت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے ہوئی۔ اس کشف کا ذکر ایک سابقہ باب میں کیا جا چکا ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ یہاں پر "کتاب الالہامات" میں سے اس کشف کا حال عربی زبان میں درج کروں۔ اجی کا ارادہ ابتداء میں یہ تھا کہ اس کتاب کو عربی زبان میں چھاپا جائے، جس کے ذریعہ آپ اپنے ایک خواب کو پورا کرنا چاہتے تھے، جس میں آپ کو کشوف والہامات کی کتاب عربی زبان میں دکھائی گئی تھی۔ چنانچہ آپ نے ایک رسالہ اس موضوع پر عربی زبان میں شائع بھی کیا۔ (حوالہ کے لئے دیکھیں: نَرَی الشّمس تفسیر۔ جنوری ۱۹۳۴ء) اس کشف کا حال آپ نے ذیل کے الفاظ میں درج کیا ہے:

"اریت ما بین السنة ۱۸۸۵ و ۱۸۸۶ میلاد العیسوی من قبل الیوم بِسبع و اربعین سنة انه جاء نی النبی محمد رسول اللّٰہ علیه السلام بِصورة ملك سماوی و قال انی اعلمك القرآن یا یحییٰ خذ الکتاب بِقوة خذ منی القرآن والفیوض الاسلام ۔ ثم اضطجع بین یدی فاخرج لسانه و قال لی خذه بِفمك و امتصه جیداً ۔ فعملت به کما امرت به ۔ فافتح علی باب الکشف و الالهام من حینئذاً" ۔

(ترجمہ: سن ۱۸۸۵ء اور ۱۸۸۶ء کے درمیان آج سے سینتالیس سال پہلے میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ نبی کریم علیہ السلام (خدا تعالیٰ کے حکم سے آئے) اور مجھے فرمایا میں تجھ کو قرآن سکھاؤں گا۔ اے یحییٰ تو مجھ سے قرآن لے لو اور فیوض اسلام لے لو۔ پھر وہ میرے سامنے لیٹ گئے اور اپنی زبان باہر نکال کر مجھے ایما فرمایا کہ اس کو اپنے منہ میں رکھ کر خوب چوس لو۔ میں نے اوس حکم کی تعمیل کی۔ اوس سن سے مجھ پر کشف والہام کا دروازہ کھل گیا"۔

۱۸۸۴ء میں اجی کو ایک غیر معمولی روحانی تجربہ ہوا، جس نے آپ کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ اس کا ذکر آپ نے "الہامات الٰہیہ" کے صفحہ اول اور رسالہ "اسرار شریعت" جلد دوم کے صفحہ ۷ پر اجمالاً کیا ہے۔ یہاں پر وہ عبارت درج کی جاتی ہے، جو "الھامات الٰہیہ" میں درج ہے۔

"۱۸۸۴ء۔ صبح کے وقت اشراق کے نفل پڑھتے ہوئے میرے حواس نے یہ حالت محسوس کی کہ میرا جسم ایک شیشہ کی طرح چمکنے والا ہے، جس میں عالم دنیا و آخرت کی اشیاء کا عکس پڑے گا اور حق و باطل کی تمیز کرنے کا خدا تعالیٰ مجھے کامل علم عطا فرمائے گا۔ خلاصہ یہ جسم آئینہ جہاں نما بنایا جائے گا، جس میں اشیائے دارین کا عکس پڑے گا"۔

یہ وہی تجربہ ہے، جو ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو ۵۹۳ھ میں فاس کے مقام پر ہوا تھا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے مسجد الازہر میں، جو عین الجبل کے پہلو میں واقع ہے، عصر کی نماز کے دوران ایک نور دیکھا، جو ہر چیز کو منور کر رہا تھا، جو آپ کے سامنے تھی، جب کہ آپ یہ تمیز کھو بیٹھے تھے کہ آگے کیا ہے اور پیچھے کیا ہے۔ آپ کشف میں جہتوں میں فرق نہ کر سکتے تھے، بلکہ ایک گلوب کی طرح تھے اور جہتوں کو صرف ایک مفروضے کے طور پر نہ کہ

حقیقی رنگ میں تصور کر سکتے تھے۔ اس قسم کا تجربہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے پہلے اندلس میں بھی ہو چکا تھا، مگر اس کی کیفیت ایسی تھی کہ آپ کو صرف سامنے کی چیزیں دکھائی دیتی تھیں، جب کہ اس کشف نے ہر طرف کی چیزوں کو ظاہر و باہر کر دیا تھا۔ (فتوحات مکیہ۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۸۶)

۱۸۹۷ء اور ۱۸۹۸ء کے درمیان، جب کہ اجی قاضی فتح احمد رئیس اعظم گوندل کے بچوں کی اتالیقی کے سلسلہ میں گوندل میں مقیم تھے، آپ کو ماہ رمضان میں لیلۃ القدر کی رویت سے سرفراز کیا گیا، جس کا حال آپ کے اپنے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے:

"ماہ رمضان کی ستائیسویں رات کے پہلے پہر میں اس گاؤں کے امام مسجد (جس کا نام آپ نے دوسری جگہ پر ملا محمد امین درج کیا ہے۔ ناقل) کو میں قرآن کریم کی ایک سورۃ کا ترجمہ پڑھا رہا تھا، اور بھی کئی آدمی میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک میرے حواس پر لیلۃ القدر کے نزول انوار کا احساس ہوا۔ میں نے دیکھا کہ میرے سارے حواس لیلۃ القدر کے ادراک و احساس و دید میں اوس وقت مصروف تھے۔ مگر میرے مصاحبین میں سے کسی کو میری حالت سے کچھ بھی آگاہی نہ تھی۔ اور اس راز کو آج تک میں نے مخفی رکھنا ہی مصلحت دیکھا، جس کا اظہار اب برائے تعلیم و تحریص احباب کرتا ہوں۔ اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ لیلۃ القدر میں عالم اجسام میں تغیر و تبدل ہوتا ہے اور کچھ خاص علامات ظاہری رونما ہوتے ہیں اور درخت سر بسجود ہو جاتے اور پانی دودھ کی شکل میں ہو جاتا ہے، یہ سب باتیں غلط ہیں۔ بلکہ حسب فرمان الٰہی لیلۃ القدر کی رات کو تنزل الملائکۃ وَالروحُ فیھا بِاذن ربھم (نازل ہوتے ہیں فرشتے اور روح لیلۃ القدر میں اپنے رب کے اذن سے) عام نزول ملائکۃ اللہ و ارواح طیبہ علویہ کا

ہوتا ہے اور جن انسانوں کو اللہ تعالیٰ اس انتشار روحانیت سے آگاہ فرمانا چاہتا ہے، صرف وہی اس حالت کو محسوس کرتے ہیں۔ باقی نہ کچھ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں"۔

اجی پر کشوف والہامات کا نزول آخری عمر میں بارش کی طرح ہونے لگا تھا۔ اگرچہ اس کا سلسلہ نوجوانی کے زمانہ میں جاری ہوا تھا اور اس میں بتدریج ترقی ہوتی چلی گئی تھی، مگر زندگی کے اختتامی برسوں میں ایک بالکل نئی صورت حال پیدا ہوگئی، جس کے بارے میں اجی کی شہادت کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"مجھے ایام جوانی میں کبھی مہینوں اور کبھی کئی سالوں کے بعد کوئی رویا صالحہ آتا یا الہام ہوتا تھا۔ اور اب ایام پیری میں کثرت سے الہامات صادقہ سے مشرف ہو رہا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس وقت علم طریقت سے ناواقفی اور جوانی دیوانی کا زمانہ تھا۔ دوسرے یہ کہ قرآن کریم کی راہنمائی نے یہ شرف بخشا۔ تیسرا یہ کہ حضرت احمد کی محبت نے مجھے اس عہدہ پر پہنچایا۔ آپ نے مجھے پہلا سبق کلمہ استغفار پڑھایا اور ساری عمر اسی پر قائم رہنے کا ارشاد فرمایا۔ میں انہی کے وسیلہ جمیلہ سے اس معراج ترقی پر پہنچا ہوں۔ اے خدا اون پر ہزاروں سلام اور رحمتیں پہنچا"۔ (مقدمہ اسرار شریعت۔ صفحہ ۹)

"جب میری پہلی پیری مریدی کے تعلقات قطع ہوگئے، تو شجاع اسلام حضرت احمد کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ آپ نے اس احقر کی بیعت کرنے کے وقت کلمہ استغفار پڑہایا۔ آپ کی پہلی نظر اور اس پہلے ہی سبق نے اس مشت خاک کو زمین سے اوٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا۔ اس آسمانی چاشنی کا مزہ دکھا کر تدریجی ترقی کے راستہ پر لگایا۔ اور اس کا یہی راز بتایا کہ جیسا عالم جسمانی میں

تدریجی ترقی ہوتی ہے، اسی طرح روحانیت کی طرف عروج ہوتا ہے"۔(مقدمہ اسرار شریعت۔صفحہ ۱۰۔۱۱)

"جب کثرت استغفار نے دل پر اپنا اثر جمایا، تو دل پر ملائکۃ اللہ کا نزول اجلال شروع ہو گیا۔اور عالم عجائبات کے در فتوح ہو گئے۔بعض اوقات آسمانی فرشتے آئندہ آنے والے اہم واقعات وحادثات کی خبریں قبل از وقت دیتے ہیں"۔(مقدمہ اسرار شریعت۔صفحہ ۱۲)

اجی جوانی کے زمانہ میں اپنی رویاء اور اپنے کشوف والہامات کو ضبط تحریر میں لانے سے باز رہے، کیونکہ آپ کو ایسا کرنے کا ارشاد نہ ہوا تھا۔جب آخری عمر میں آ کر اجازت مرحمت ہوئی، تو ابتدائی زمانے کی بہت سی باتیں نسیان کی نذر ہو چکی تھیں۔اس زمانہ کی چند ایک رویاء، جن کا ذکر اجی کی تحریروں میں ملتا ہے، ان میں سے ایک ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

"سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے بعد جب کہ میں نے لوگوں میں تبلیغ کا کام شروع کیا، تو اپنے علاقہ چنگا بنگیال کے ایک مقام میں خواب میں میں نے دیکھا کہ وہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت شدہ دراز پڑے ہیں اور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے رہا ہوں ۔ میرے غسل دینے سے آنحضرت صلعم زندہ ہو کر علاقہ چنگا میں چلنے پھرنے لگے ہیں۔اس خواب کی تعبیر ظاہر و باہر ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے سے پہلے میری دینی حالت مردہ تھی ۔اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے اور تبلیغ حق کرنے سے میرا دین زندہ ہوا۔اور آنحضرت صلعم کا میرے غسل سے زندہ ہونے سے مراد میری پیروی سنت نبوی صلعم وتبلیغ اسلام کا احیاء اور زندہ ہونا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ مدام

توفیق رفیق کرے، تو انسان کے اعمال میں حق کا خود عامل ہونا اور اس کی دوسروں کو وصیت کرنا بہترین چیز ہیں۔ والعصرِ ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات و تواصوا بِالحق و تواصوا بِالصبرِ"۔

اسی کشف کو اجی نے دوسری جگہ پر زیادہ تفصیل کے ساتھ ذیل کے الفاظ میں بیان کیا ہے:

"۱۳۳۵ ہجری کے آغاز میں آج سے قریباً بیس سال پہلے خاکسار پر ایک لمبی کشفی حالت طاری ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پہلے خوبصورت حلیہ میں صحیح وسالم عمدہ لباس میں ملبوس میرے سامنے لیٹے ہوئے ہیں۔ اوس وقت میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ آنحضرت علیہ السلام تیرہ سو سال سے وفات یافتہ ہیں اور اب بھی وہ فوت شدہ ہیں۔ اس وقت ان کے زندہ ہونے کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ سے عرض کی جائے کہ وہ آنحضرت کو زندہ کر دے، تا کہ وہ مردہ قوموں کو زندہ کریں۔ اوسی وقت میرے دونوں ہاتھوں کے اندر غیب سے آب حیات کا چشمہ نہر رواں کی طرح جاری ہو گیا۔ خدا کی طرف سے ارشاد آیا، اس پانی کے ساتھ ان کو غسل دے دو، زندہ ہو جائیں گے۔ تب میں نے وہ پانی آنحضرت کے وجود اقدس پر بڑے زور سے ڈال کر غسل دینا شروع کیا۔ پانی غیب سے میرے ہاتھوں میں آتا جاتا تھا اور میں آنحضرت کو معہ لباس ملبوس نہلانے میں تنہا مشغول تھا۔ ابھی میں اس کام میں مصروف تھا کہ اچانک آنحضرت علیہ السلام اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور مجھے اپنے فرزند کی طرح تعلیم و تربیت کے لئے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ آنحضرت کا وجود ایک بڑے زبردست پہلوان کی طرح قوی تھا، تیز قدمی سے چلتے تھے۔ اور میں ساتھ دوڑتا

چلا جاتا تھا۔ جب ہم ہر دو ایک بڑے پہاڑ کے دامن میں پہنچے، تو آنحضرت نے اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر زور سے دھکہ دیا۔ پھر وہی ہاتھ میرے سر پر رکھ کر میرے وجود میں پنہاں ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد میرے وجود پر ایک جدید دور کا آغاز شروع ہوا"۔ (اسرار شریعت۔ جلد دوم۔ کتاب علم تاویل الاحادیث بِالقرآن و الحدیث۔ لوح نمبر ۱۰۔ صفحہ ۵۔ ۶)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اجی نے متعدد بار کشوف میں دیکھا، بلکہ آپؐ سے ایک موقعہ پر حدیث کا درس بھی لیا۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ بعض صاحب الہام بزرگوں کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ رسول اکرم صلعم سے حدیث کے کسی مشکل مقام کی وضاحت کروا سکیں۔ اس کشف کا حال اجی کے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد سلسلہ وار دوسرے کشوف درج کئے جائیں گے، جن میں اجی کو حضور صلعم کی زیارت سے نوازا گیا۔

☆ ۸ مارچ ۱۹۳۱ء۔" کشف۔ ایک محفل ہے، اوس کے دو حصے ہیں۔ ایک طرف مرد بیٹھے ہیں اور دوسری طرف پردہ کے پیچھے مستورات ہیں۔ وہ سب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجات مطہرات اور آنحضرت کے گھر کی خاتونیں ہیں۔ اوس جلسہ میں حضرت عمر خطاب بھی تشریف رکھتے ہیں۔ کسی نے کہا: کیا حضرت ابوبکر نے یا کسی اور نے اس بات کی قبولیت شرف نبوت سے کی ہے۔ تو انہوں نے اس بات کا جواب اثبات میں دیا۔ پھر پردہ کے پیچھے سے ازواج مطہرات کی طرف سے اس امر کے متعلق آواز استحسان اور خوشنودی کا آیا، جس کے الفاظ مجھے یاد نہیں رہے۔ البتہ اس قدر یہ لفظ یاد ہے: عادك الله لاعيدك ۔ ترجمہ: خدا تجھ سے یہ بات پھر کہلوائے، تو میں اس کا جواب تجھ کو پھر

اسی طرح دوں"۔(کتاب الالہامات۔صفحہ۴۳)

☆ ۱۹ نومبر۱۹۳۳ء۔" کشف۔میں نے دیکھا کہ ہم نے نبی کریم محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی دعوت نان کی ہے۔روٹی کھاتے ہوئے آنحضرت نے اپنے سر کی ٹوپی اتار کر مجھے مرحمت فرمائی۔وہ کشادہ اور میرے (سر) کے لئے فٹ تھی"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ۳۱۵۔نمبر۵۶۰۲)

☆ ۲۵ نومبر۱۹۳۳ء۔"ایک عالی شان فرشتہ کی شکل پر نبی کریم محمد رسول اللہ علیہ السلام میرے سامنے تشریف لائے۔آپ کا لباس نہایت سفید تھا۔میں نے پوچھا۔حضور کس جگہ پر رہتے ہو۔فرمایا۔چنگا بنگیال میں تمہارے ساتھ رہتا ہوں"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ۳۱۷۔نمبر۵۶۲۲)

☆ ۳ اپریل۱۹۳۴ء۔"نبی کریم محمد رسول اللہ علیہ السلام پر کشف کا ورود فرمایا۔میں نے دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور خدا نے مجھے اپنے اندر لے لیا ہے اور میرے اندر خدا کی طاقتیں محسوس ہو رہی ہیں"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ۳۴۷۔نمبر۶۲۵۲)۔عین یہی کشف میرزا غلام احمد قادیانی نے بیان کیا ہے:"میں نے دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے اندر لے لیا ہے اور میرے اندر خدا کی طاقتیں محسوس ہو رہی ہیں"۔(البشریٰ۔صفحہ۹۔حصہ دوم مکاشفات) (بحوالہ کتاب الہامات۔صفحہ۲۹۲)

☆ ۱۵ مئی۱۹۳۴ء۔" کشف میں دیکھا کہ ایک خوبصورت جلیل القدر سفید لباس والا گھوڑے پر سوار ہماری حویلی کے اندر چلا آیا۔معلوم ہوا کہ وہ نبی کریم محمد رسول اللہ علیہ السلام ہیں"۔(الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۳۹۷۔نمبر ۶۵۲۲)

☆ ۷ اگست ۱۹۳۴ء۔ " کشف میں دکھایا گیا کہ میں نے اپنی ٹوپی اوتار دی اور نبی کریم (صلعم) نے مجھے اپنی دستار مبارک میرے سر پر پہنائی اور ایک گدھے پر سوار کیا۔ میں دور دراز ممالک میں پھر کر آیا اور اس گدھے سے اوتر پڑا ۔ پھر دیکھا کہ کئی گدھے کیچڑ میں کھبے ہوئے ہیں اور کلام ذیل ارشاد فرمایا: جو ہمارا مقابلہ کرے گا، وہ کیچڑ میں کھب جائے گا"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۴۲۷۔ نمبر ۶۸۹۲۔۶۸۹۳)

☆ ۱۷ نومبر ۱۹۳۴ء۔ " کشف میں مجھے محسوس ہوا کہ ایک ہی وقت میں میرا وجود مسیح موعود ہے، وہی محمد رسول اللہ ہے۔ پھر یہ کہ میں ابوبکر صدیق و عمرو عثمان و علی و دیگر صحابہ کرام یکے بعد دیگرے ہوں۔ اور پھر یہ کہ میں وہی محمد فضل خان بن غلام محمد خان ہوں"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۴۴۷۔ نمبر ۷۱۴۴)

☆ ۲۸ دسمبر ۱۹۳۴ء۔ " کشف میں دیکھا کہ مسیح موعود علیہ السلام موجود ہیں اور نبی کریم (صلعم) نے ایک سیر مصری مجھے قیمتاً عطا فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں ایک ڈلی مصری کی دی ہے کہ شربت کر کے پیو۔ مسیح نے فرمایا کہ آنحضرت علیہ السلام نے بغیر قیمت کے دی ہے"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۴۵۵۔ نمبر ۷۲۴۳)

☆ ۲۸ دسمبر ۱۹۳۴ء۔ " کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ ہم نبی کریم (صلعم) کے ساتھ کسی مقام میں سیر و تفریح کے لئے گئے ہیں اور پھر وہاں سے واپس آئے ہیں"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۴۵۸۔ نمبر ۷۲۴۵)

☆ ۲۴ جولائی ۱۹۳۵ء۔ " کشف میں مجھے نبی کریم (صلعم) دکھائے گئے۔ ان کی زبان مبارک پر مجھے خدا کی طرف سے یہ پیغام پہنچا کہ میں آنحضرت علیہ السلام پر نازل شدہ الہامات الٰہیہ کو قلم بند کر کے لوگوں میں شائع

کردوں۔فرمایا:

قلم گوید کہ من شاہ جہانم
قلم کش را بدولت مے رسانم

(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۵۱۷۔نمبر ۷۹۲۶)

اس کشف کے حوالہ سے اجی اپنے ایک عربی رسالہ میں تحریر کرتے ہیں:

" اعلموا ایھا الاخوان انی اریت فی المنام ان اللّٰہ احیاء النبی محمد رسول اللّٰہ علیہ السلام فی عالم الملکوت علی صورۃ الملك سماوی ثم خاطبنی کن کاتب وحیہ ۔ اکتبه و ارسله الی کل ذی رشد و ارشاد ۔ و قال لی انك لست بنبی و لا رسول ۔ رایته ینزل الوحی علیه مثل البرق و یلقی عکسه علی قلبِی فاکتبه و ارسله (الیٰ)ممالك الارضیه ۔ قال النبی لا نبِی بعد محمد و لا یاتی نبِی بعده "۔(ترجمہ: جان لواے برادران کہ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ علیہ السلام کو عالم ملکوت میں ایک سماوی فرشتہ کی شکل میں زندہ کیا۔پھر مجھے فرمایا کہ اس کی وحی کا کاتب بن جا۔اس کو نوٹ کر اور اسے ذی رشد وارشاد لوگوں کی طرف بھیج ۔اور فرمایا کہ تم نہ نبی ہو نہ رسول۔میں نے دیکھا کہ آنحضرت (صلعم) پر وحی بجلی کی طرح نازل ہوتی ہے اور اس کا عکس میرے دل پر پڑتا ہے، تب میں اسے لکھ لیتا ہوں اور دنیا کے ممالک میں ارسال کرتا ہوں۔نبی (علیہ السلام) نے فرمایا کہ محمد کے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ ہی کوئی نبی اس کے بعد آئے گا "۔

☆ ۹ جولائی ۱۹۳۷ء ۔" فضل کاتب دربار محمدیہ ہے "۔(الہامات

الہٰیہ۔صفحہ۶۹۸۔نمبر۹۹۲۶)

☆ ۱۸اکتوبر ۱۹۳۵ء۔ " کشف۔ دیکھا کہ کچھ لوگ مسیح اور ان کے مریدوں کوگالیاں دے رہے ہیں اور درپئے ایذا ہیں۔ان میں سے دوشخص نبی کریم کے اوسی مکان پر جا پہنچے ہیں، جہاں آنحضرت فروکش ہیں اور یہ خاکسار آنحضرت میں ہے۔انہوں نے مجھے اور نبی کریم کونہیں دیکھا۔جب وہ باہر نکلنے لگے،تو نبی کریم نے ان ہر دوشخصوں کو گلے سے پکڑ کر کافی زخم کئے۔فرمایا ان کو پکڑو، چور ہیں"۔(الہامات الہٰیہ۔صفحہ۵۳۶۔نمبر۸۰۹۰)

☆ یکم و۲جولائی ۱۹۳۶ء۔" بہشت میں مجھے نبی کریم کے چودہ وجود دکھائے گئے، جوزندہ ہیں اوران کوغسل دیا گیا"۔(الہامات الہٰیہ۔صفحہ۶۶۳۔ نمبر۸۰۴۴)

☆ ۱۲۵اگست ۱۹۳۶ء۔"سوال: کیا محمد رسول اللہ علیہ السلام کا وجود ایک ہے یا دو؟ جواب از خدا تعالیٰ: محمد رسول اللہ ایک ہی ہے"۔(الہامات الہٰیہ۔ صفحہ۶۶۴۔نمبر۹۰۱۳)

☆ ۲۰اگست ۱۹۳۶ء۔ " کشف۔میں نے دیکھا کہ مسٹر گاندھی صاحب میرے سامنے آئے ہیں۔وہ نبی کریم کا شرف دیدار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دیکھا کہ اون کے ساتھ اور بھی کثیر التعداد لوگ ہیں۔میں نے ان کو نبی کریم علیہ السلام کا پیغام پہنچا دیا۔اونہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور میں نے ان کو نبی کریم علیہ السلام کے حکم سے کلمہ طیبہ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا پیغام سنایا۔اونہوں نے بڑی خوشی سے کلمہ پڑھ لیا۔میں نے ان کوایک کتاب دی کہ اس کو پڑھ لیں۔پھر میں نے دیکھا کہ مسٹر گاندھی صاحب نے نبی کریم کے

ہاتھ میں ہاتھ دے کر مصافحہ کرلیا" (الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۶۴۳۔نمبر ۹۰۰۳)

☆ ۱۹ نمبر ۱۹۳۶ء۔" کشف۔میں نے دیکھا کہ نبی کریم نے دو سانپ پکڑ کر کپڑے میں باندھ لئے ہیں۔دیکھا کہ وہ زبان باہر نکال کر ہلاتے ہیں۔ پھر دیکھا کہ دو بڑے اونٹ ہیں۔ایک کی ناک میں نکیل ڈال کر اس کو زور سے کھینچ رہے ہیں اور ایک کھلا ہے۔اور میں اس کے پاس سے گذر رہا ہوں۔تفہیم ہوئی کہ اونٹ سے مراد انسانوں کے نفسانی جذبات وخواہشات ہیں۔اس بارہ میں قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ذیل ہے:ان الذین کذبوا بِایاتنا و الستکبروا عنها لن تفتح لهم ابواب السماء و لا يدخلون الجنة حتیٰ يلج الجمل فی سم الخياط (سورہ اعراف۔رکوع ۵)۔تشریح۔اس جگہ یہ خاکسار بمنزلہ سم الخياط ہے اور میرے بالمقابل لوگ، جو کہ مجھ سے روگردان ہیں، وہ اونٹ ہیں۔جب تک کوئی اس ناکہ سے نہ گذرے، اس کا بہشت میں جانا ناممکن ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۶۶۷۔نمبر ۹۴۰۳)

☆ ۳۱ جنوری ۱۹۳۷ء۔" کشف۔آج میں نے دیکھا کہ جنت میں نبی کریم محمد رسول اللہ علیہ السلام کا نکاح مریم علیہا السلام سے ہو گیا ہے۔پھر میں نے اس کشفی حالت میں کئی ایک مولوی صاحبان سے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ احادیث نبویہ یہ بات وارد ہوئی ہے کہ نبی کریم کا نکاح جنت میں مریم علیہا السلام سے ہو گا۔انہوں نے کہا۔ہاں یہ بات درست ہے۔میں نے کہا کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا جھوٹ نہیں بولتا، میرے سامنے مریم کا نکاح نبی کریم سے جنت میں ہو گیا ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۶۷۵۔نمبر ۹۸۲۸۔۹۸۲۹)

☆ ۳ مارچ ۱۹۳۷ء۔" کشف۔میں نے دیکھا کہ میں نبی کریم کے حضور

میں ہوں اور احادیث نبویہ کا آنحضرت علیہ السلام سے سبق پڑھ رہا ہوں ۔
حدیث میں لفظ سقط یا کہ سقطت تھا۔اس کے پڑھنے میں میں نے التوا کیا۔
بعدازاں وہ لفظ حل ہوگیا۔اوراس جلسہ درس الاحادیث (میں) خاندان نبوی کی
عورتیں بھی شامل تھیں ، جو کہ احادیث نبویہ کا درس سن رہی تھیں " ۔(الہامات
الٰہیہ ۔صفحہ ۶۸۰۔نمبر ۹۶۰۲)

☆ ۲۵ جنوری ۱۹۳۸ء ۔" کشف ۔میں نے دیکھا کہ بتصرف نبی کریم
علیہ السلام میرے سر کی ٹوپی کا رخ بدل دیا گیا"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۷۴۵)

اجی کے الہامات میں بعض جگہوں پر نبی اور رسول کے الفاظ ملتے ہیں،جس کے
بارے میں آپ نے وضاحت کی خاطر ایک استفسار اللہ تعالیٰ کے حضور کیا،جس کو اجی نے
ذیل کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔

" سوال بحضور خدا۔حضرت میرزا غلام احمد قادیانی اور میرے بعض الہامات میں
نبی و رسول کے جو خطاب وارد ہوئے ہیں ، یہ خطاب کس پر واقع ہیں۔کیا یہ
خطاب ہم پر واقع ہوئے یا کہ نبی کریم پر " ۔

۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء۔"جواب از خدا تعالیٰ۔ما کان خطاب اللّٰہ للغیر ۔ محا
الغیر فی عین محمد ۔ترجمہ۔ان الہامات میں نبی و رسول کا خطاب میرزا اور
تجھ پر واقع نہیں ہوا۔ بلکہ میرزا اور تیرا وجود محمد میں فنا ہونے کی وجہ سے غیریت
مٹ گئی۔دراصل وہ خطابات محمد صلعم پر واقع ہوئے " ۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ
۲۱۳۔نمبر ۴۵۴۱)

☆ "انک لست بِنبِی و لا رسول (تم نبی ہو نہ رسول ہو)"۔(الہامات
الٰہیہ ۔صفحہ ۶۸۴۔نمبر ۹۶۶۱)

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے الہام کے اس امت محمدیہ میں جاری ہونے کے سلسلہ میں یہی فرمایا ہے کہ دراصل الہام کا نزول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے اور آپ کے تابع صاحب وحی کے دل پر اس کا عکس پڑتا ہے۔ آپ کی رائے میں وحی ایک ہی ہے، جس کا نزول ہمیشہ سے جاری ہے اور جاری رہے گا۔ چنانچہ آپ "فتوحات مکیہ" میں، جو ابن عربیؒ کی اہم ترین کتاب تصور کی جاتی ہے، اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اولیاء اللہ کو الہامات و وحی مشتمل بر امر الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل ہوتے ہیں

اگر وہ اس بارہ میں جو کچھ وہ کہتا ہے، راست گو ہے اور کہتا ہے کہ امر الٰہی کو میں نے سنا ہے، تو وہ اس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ اس کے لئے تجلی الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ظاہر ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو خطاب کرے یا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں اس کو قائم کیا جاوے۔ اور یہ اس لئے کہ رسول کریم امر الٰہی کے پہونچانے والے ہیں، جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو امر فرمایا ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کسی حضرت میں اس امر الٰہی کو سن لے، جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی بار دنیا میں لائے تھے اور وہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طرح فرمایا ہے"۔ (فتوحات مکیہ۔ جلد اول۔ باب ۲۲۔ پارہ ۱۶۔ صفحہ ۶۱۲)

اجی نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ "یہ بات قرآن کریم سے ثابت شدہ ہے کہ اس جہان سے جانے کے بعد بھی متوفی پر الہام نازل ہوتا رہتا

ھے اور خدا تعالیٰ اوس جھاں میں ابد الاباد اون سے باتیں کرتا رھے گا "
(کتاب الالہامات ۔ صفحہ ۴۸) اس کی بہترین مثال یہ ہے کہ ملہم حضرات کو بعض اوقات قرآن کریم کی آیات، بلکہ پوری سورتیں الہام کی جاتی ہیں ۔ جس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کریم کا ان پر از سر نو نزول ہوتا ہے، بلکہ ان کے دل پر اس وحی الٰہی کا عکس پڑتا ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی اور ہو رہی ہے ۔ چنانچہ اجی کے الہامات کا ایک بڑا حصہ قرآنی آیات پر مشتمل ہے ۔ البتہ بعض اوقات قرآنی آیات کا نزول کسی مخصوص معاملہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوتا ہے ۔

معراج روحانی

معراج روحانی کا مسئلہ بہت نازک ہے، کیونکہ بعض لوگوں نے اس کو اپنی ناسمجھی کے سبب موضوع ممنوعہ کا درجہ دے رکھا ہے۔ عظیم جرمن شاعر وولفگانگ گوئٹے نے کہا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح معراج ہر اس شخص کا مطمع نظر ہونا چاہیئے، جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکہ آراء تصنیف فتوحات مکیہ میں اس موضوع پر نہایت لطیف بحث کی ہے، جسکا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

"انسان کے لئے معراج کی سیڑھی پر ترقی کے وقت سے تجلی الٰہی اسکے نردبان کے مطابق ہوتی ہے، کیونکہ اہل اللہ میں سے ہر ایک شخص کیلئے ایک سیڑھی مخصوص ہوتی ہے، جس پر اسکے سوا کوئی دوسرا نہیں چڑھ سکتا۔ اگر کوئی شخص کسی اور کی سیڑھی پر چڑھ سکتا، تو نبوت مکتسبہ ہوتی، جب کہ سیڑھی ذاتی طور پر عطا ہوتی ہے، جس پر چڑھنے والے کا ایک خاص مرتبہ ہوتا ہے۔ اور اگر علماء انبیاء کی سیڑھی پر چڑھ سکتے، تو اس عمل سے نبوت کو پا لیتے ......جبکہ یہ امر ایسا نہیں ہے...... اور کشائش الٰہی تکرار سے زائل ہو جاتی۔ ہمارے نزدیک یہ بات طے ہے کہ اسکی جناب میں تکرار نہیں پائی جاتی۔ البتہ بلندیوں کے درجوں کے اعتبار سے سبھی ......انبیاء اور اولیاء اور مؤمن اور مرسل ...... برابر ہیں۔ کوئی سیڑھی کسی دوسری سیڑھی سے درجہ میں اونچی نہیں ہوتی۔

معراج کا پہلا درجہ اسلام ہے، جو خود سپردگی ہے۔ اور آخری درجہ عروج میں فناء کا ہے اور خروج میں بقاء کا۔ اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان باقی ہے، وہ ایمان اور احسان اور علم و تقدیس و تنزیہہ اور غنیٰ اور فقر اور ذلت اور عزت اور تلوین اور تلوین میں تمکین ہے۔ اور فناء تب ہے، جب تم خارج ہوتے ہو۔ اور بقاء تب ہے، جب تم اسکی درگاہ میں داخل ہوتے ہو۔ اور ہر درجہ سے خروج کے وقت تمہارے باطن میں اسی قدر کمی آئیگی، جتنی تمہارے ظاہر میں علوم تجلی سے ترقی ہوگی، یہانتک کہ تم آخری درجہ تک پہنچ جاؤ گے۔

اگر تم خارج ہوتے ہوئے سیڑھی کے آخری درجہ تک پہنچ جاتے ہو، تو وہ خود تمہارے ظاہر میں تمہاری استطاعت کے مطابق ظاہر ہوگا اور تم اس کی مخلوق میں اس کا مظہر ہو گے۔ اور تمہارے باطن میں اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا اور باطن کی تجلیات جاتی رہیں گی۔ پھر جب حق تعالیٰ تم کو اپنی طرف داخل ہونے کی دعوت دے گا، تو یہ امر (یعنی یہ دعوت) پہلا درجہ ہے تمہارے باطن میں اس نسبت سے تجلی کا، جس نسبت سے تمہارے ظاہر میں تجلی میں کمی ہو گی۔ یہاں تک کہ جب تم آخری درجہ تک پہنچ جاؤ گے، تو وہ تمہارے باطن میں بذاتہ ظاہر ہوگا اور تمہارے ظاہر میں کوئی تجلی باقی نہ رہے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بندہ اور رب ایک ساتھ اپنے نفس کے کمال وجود میں ہوتے ہیں اور بندہ بدستور بندہ رہتا ہے اور رب رب ہوتا ہے، اس زیادتی اور کمی کے باوصف۔ پس یہ سبب ہے علوم تجلیات میں ظاہر اور باطن میں زیادتی اور کمی کا۔ اور اس کا باعث چیزوں کا مرکب ہونا ہے۔ کیونکہ اللہ کی پیدا کردہ ہر شے، جس کو اس نے وجود دیا ہے، مرکب ہے۔ اس کا ظاہر پایا جاتا ہے اور باطن۔ اور جس چیز کو بسائط (ایٹم)

کا نام دیا جاتا ہے، وہ ایک خیالی شے ہے، جس کا اعیان میں وجود نہیں پایا جاتا۔ گویا ہر موجود شے سوائے اللہ تعالیٰ کے مرکب ہے۔ یہ چیز ہمیں کشف صحیح نے سکھائی ہے، جس میں کوئی شک وشبہ نہیں پایا جاتا۔ اور یہ موجب ہے اسکے لئے احتیاج رکھنے کا، کیونکہ یہ اسکا ذاتی وصف ہے۔

پس اگر تم سمجھ گئے ہو، تو ہم نے تمہارے لئے راستہ واضح کر دیا ہے اور تمہارے لئے معراج (کی سیڑھی) کو لگا دیا ہے۔ پس اس پر چلو اور چڑھتے جاؤ۔ غور سے دیکھو اور مشاہدہ کرو اس چیز کا، جسے ہم نے تمہارے لئے کھول کر بیان کر دیا ہے۔ جب کہ ہم نے تمہارے لئے معراج کے درجے مقرر کردہ بتا دیئے ہیں، تو جان لو کہ ہم نے تمہارے لئے خیر خواہی کی کوئی بات باقی نہیں چھوڑی، جس کا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ اگر ہم تمہارے سامنے ثمرات اور نتائج بیان کر دیتے اور ان تک پہنچنے کے راستے کی نشان دہی نہ کرتے، تو ہم تم میں ایک امر عظیم کا شوق پیدا کرتے، جس تک پہنچنے کا راستہ تم نہیں جانتے۔ پس اس ذات پاک کی قسم ہے، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہی معراج ہے۔ اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہ راہ راست پر چلاتا ہے"۔

(فتوحات مکیہ۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۶۷)

امت اسلامیہ کی بزرگ ہستیوں میں سے بے شمار کو اس روحانی معراج کی سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے اس امر کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ ذیل میں اجی کے چند کشوف کا ذکر تحدیث نعمت کے خیال سے کیا جاتا ہے۔

☆ ۱۷ فروری ۱۹۳۱ء۔ "آسمانی دربار سے میرے نام حکم اس طرح آیا: مولوی فضل حاضر ہو جاؤ۔ تب ملائکۃ اللہ میرے روحانی قالب کو آسمان پر لے

گئے ۔ایک عالی شان ہال نمودار ہوا۔اس کے جنوبی جانب سے اندر چلا گیا۔ ایک رعب دار فرشتہ ایک میز کے پاس کرسی پر رونق افروز تھا اور میز پر اوس کے سامنے ایک کتاب (کی) دو ضخیم جلدات دیکھی گئیں۔ میرا بایاں بازو فرشتہ کے دائیں بازو سے ملا کر مجھے کھڑا کر دیا گیا۔ اور میں نے عرض کیا: لو جی میں حاضر خدمت ہو گیا ہوں۔فرمایا اپنی ڈیوٹی پر لگ جاؤ۔ بأی ارضٍ تموت ۔ترجمہ۔تو نے کس زمین پر مرنا ہے ۔ (عریضہ از فضل: جس جگہ رہ کر تفسیر القرآن کی اشاعت تیری مرضی کے موافق ہو اور اسلام کی تقویت ہو) " (الہامات الٰہیہ ۔ صفحہ ۱۷۔ نمبر ۲۸۴)

☆ ۱۹ مئی ۱۹۳۱ء۔ "آسمان پر ملائکۃ اللہ وانبیائے کرام کی ایک محفل منعقد ہوئی ۔ اوس میں اس احقر کے روحانی قالب کو ملائکۃ اللہ لے کر آسمان پر چڑھ گئے ۔ بعد طے ہونے مطالب کے میری اون سے عرض تھی کہ میں زمین پر جانا چاہتا ہوں ۔فرشتوں نے کہا کہ کس جگہ پر اوترو گے۔ میں نے عرض کی کہ پنجاب محل میں ۔ میری زبان سے یہ لفظ نکلتے ہی بجلی کی طرح میرا قالب زمین پر آ کر جسم سے پیوست ہو گیا۔ اسکے زمین پر پہنچتے ہی میرے جسم میں ایک حرکت پیدا ہو گئی"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۴۹ ۔نمبر ۶۷۷)

☆ ۱۴ جولائی ۱۹۳۱ء ۔ " کشف ۔روحانی قالب کے ساتھ مجھے دربار الٰہی میں طلب کیا گیا۔ در پر پہرہ دار کھڑے تھے۔ان کو دربار الٰہی میں حضوری کی سند دکھائی گئی ،تو مجھے دربار الٰہی میں حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی گئی ۔ اس سوال کا جواب کہ وہاں میں نے کیا دیکھا اور کیا تھا، یہ ہے: لیس کمثلہ شئی و ھو السمیع البصیر ۔ایک کام اوپر جانے کا میرا یہ تھا کہ میں مسیح و نبی کریم کو اپنے

ساتھ زمین پر لے آیا۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۶۰ ۔نمبر ۸۶۲)

☆ ۲۹ جولائی ۱۹۳۶ء۔" کشف ۔خدا تعالیٰ کو میں نے اپنی والدہ ماجدہ کی شکل و تمثیل میں دیکھا۔اس نے مجھے ایک عجیب قسم کی شیرینی گنا کی تیار کر کے عطا فرمائی ۔اور فرمایا کہ میں نے اس کو اس طرح بنایا ہے۔میں نے عرض کی کہ اس میں ایمان کی حلاوت و شیرینی ہے " ۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۶۳۸ ۔نمبر ۸۹۲۶ ۔۵۵۳)

☆ ۳۰ نمبر ۱۹۳۴ء ۔"اے میرے بندے میں تیرا خدا ہوں"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۴۴۸ ۔نمبر ۷۱۵۶)

بزرگان امت سے کشف میں ملاقات

اجی کا کشف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد بار ملنے اور بعض صحابہ کرام کو دیکھنے کا ذکر، جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شامل ہیں، پہلے ہو چکا ہے۔ذیل میں اس سلسلہ کے چند کشوف بیان کئے جاتے ہیں،جن میں اجی کو بزرگان امت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

☆ ۲۰ نومبر ۱۹۳۲ء ۔" کشف ۔میں نے دیکھا کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ آ کر مجھے نہایت محبت سے ملے اور میرے منہ پر کئی بوسے دیئے۔میں نے اون سے عربی میں پوچھا:من انت ۔فرمایا:انا سید عبدالقادر جِیلانی ۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۱۹۲ ۔نمبر ۴۳۰۹)

اجی کی کشفی ملاقات حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ متعدد بار ہوئی۔اس بات کا اظہار اجی نے اپنے ایک رسالہ میں ذیل کے الفاظ میں کیا ہے۔

☆ "حضرت شیخ عبدالقادر امت محمدیہ میں کبار اولیاء سے ہیں۔وہ مجھے ملے ہیں۔پہلی بار وہ خدا کے حکم سے میرے پاس تشریف لائے،تو عربی لباس میں دیکھ کر میں نے اون سے عربی میں کلام کیا۔اور میں نے کہا: من انت ۔جواب میں فرمایا:انا شیخ عبد القادر جِیلانی ۔پھر میرے چہرہ پر بوسے دینے لگے۔ ان کے اس فعل سے میرے وجود میں ایک کشش پیدا ہوئی اور میرے کمالات ان کے اندر جذب ہو گئے۔اور بعدازاں میری توجہ ان پر پڑی،تو وہ میرے اندر آ گئے۔مورخہ ۶ مئی ۱۹۳۵ء کو اونہوں نے لوگوں کے تراجم القرآن کے بارہ میں بالفاظ ذیل ارشاد فرمایا:" قرآن کا ترجمہ بگاڑ دیا جاتا ہے"۔ان کے اس کلام کا نمبر میری کتاب میں ۱۳۲۴۸ تیرہ ہزار دوسو اڑتالیس ہے۔اے رب العالمین بتوسط نبی کریم ان پر رحم فرمایا جائے"۔(اسرار شریعت۔جلد دوم۔ کتاب علم تاویل الاحادیث بالقرآن و الحدیث۔لوح نمبر ۱۰۔صفحہ ۲۰۔۲۱)

☆ لقد جاء الشیخ عبد القادر الجیلانی لاداء الشهادة الحقه بحضرة النبی محمد رسول الله علیه السلام۔ انی رایت بحالت الیقظه انه جاء الشیخ علیه الرحمة الی فقال ان الله ارسلنی بحضرة محمد رسول الله علیه السلام لانه طلبنی یرید ان یسئل عنی اشیاءً قلت نعم انه طلبك و یسئلك ان قبرك جعل صنم فی البغدادیعبد و کذالك اسمك یعبدك الناس و یدعونك أ انت قلت لمریدك ان یعبدوك ۔ قال کلا ما قلت لهم الا ما کتب فی القرآن ۔ و ان کتابی

فتوح الغیب شاهد علی قولی هٰذا انی بری منهم و من تلك افعالهم و اقوالهم الشنیعة۔ قال النبی علیه السلام قد فصل ان مدینة البغداد تغرق و تهلك و كذٰلك مدائن اخریٰ التی تعبد القبور فیها بملك العراق ۔ قلت للشیخ لا تذهب الی البغداد امكث عندی لانك محب اللّٰه ۔ قال طیب امكث عندك لانك من المتقین (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ادائے شہادت حقہ کے لئے نبی کریم محمد رسول اللہ کے حضور میں حاضر ہوئے ۔ میں نے بحالت نیم خوابی دیکھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی میرے پاس آئے ہیں۔اور فرمایا کہ مجھے خداتعالیٰ نے نبی کریم کے حضور میں بھیجا ہے کہ آنحضرت نے مجھے بلایا ہے، مجھ سے کچھ باتیں دریافت فرمانا چاہتے ہیں۔میں نے کہا: ہاں درست ہے کہ آنحضرت نے آپ کو بلایا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ بغداد میں آپ کی قبر بمنزلہ ایک بت کے ہے، جس کی لوگ پوجا کرتے ہیں اور ایسا ہی آپ کا نام ہے۔کیا آپ نے اپنے مریدوں کو کہا تھا کہ وہ آپ کی پوجا کریں۔فرمایا میں نے ان کو ایسا ہرگز نہیں کہا۔میں نے ان کو وہی بتایا، جو کچھ قرآن میں لکھا ہے اور میری کتاب فتوح الغیب میرے اس قول پر شاہد ہے۔میں ایسے مریدوں اور ان کے افعال واقوال بد سے بیزار ہوں ۔ نبی کریم نے فرمایا: فیصلہ ہو چکا ہے کہ شہر بغداد غرق کر کے نابود کر دیا جائے گا اور ایسا ہی ملک عراق کے دوسرے شہر غرق ہوں گے، جن میں قبروں کی پوجا ہوتی ہے۔ میں نے شیخ کو کہا کہ آپ بغداد کو لوٹ کر نہ جائیں ۔ میرے پاس ہی ٹھہریں، کیونکہ آپ خدا کے دوست ہیں ۔شیخ نے کہا: بہت اچھا میں آپ کے پاس ٹھہروں گا ، کیونکہ آپ متقی ہیں " ۔ (خادم المسلمین نمبر ۴ ۔ مجریہ ۴ نومبر

۱۹۳۱ء۔۱۸شعبان۱۳۵۵ھ۔صفحہ۲۴۔۲۷)

☆ ۳۰مارچ۱۹۳۳ء۔کشف۔"امام غزالی مؤلف احیاء العلوم کی دعوت میں میری حاضری۔دستر خوان پر خربوزہ اور روٹی لائی گئی۔امام غزالی کی دعوت دیر پا رہی۔وہ جسیم اور بڑے انسان ہیں۔ہم نے ان کے ساتھ مل کر روٹی کھائی۔خدا تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم (صلعم) نے اون سے ہمارا تعارف کرایا۔فرمایا یہ امام غزالی ہے، جو کہ اولیائے کبار سے اور مشہور و معروف ولوگوں سے ہے۔ہم اس دعوت میں تین آدمی تھے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۲۱۹۔نمبر ۱۴۵۹)

☆ ۳جنوری۱۹۳۶ء۔" کشف۔کئی اولیاء اللہ مجھے نہایت خوبصورت لباس پہنے ہوئے ملے۔ازاں جملہ حضرت شیخ عبدالقادر، حضرت امام غزالی اور بعض صحابہ کرام علیھم السلام ہیں"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۵۶۸۔نمبر ۸۳۲۱)

☆ ۱۲اکتوبر۱۹۳۷ء۔" کشف۔دیکھا کہ صحابہ کرام میں سے کوئی شخص فوت ہوا ہے۔صحابہ نے اس کو صندوق میں بٹھا کر دفن کرنا چاہا،تو خدا کی طرف سے نبی کریم نے اسکے لئے یہ آواز دیا کہ اس کو صندوق میں لٹا کر طول میں دفن کرو"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۲۷۔نمبر ۱۰۱۴۹)

کشف میں انبیاء کا دیکھنا

☆ ۵جولائی۱۹۳۴ء۔"(حضرت ابراہیم اون کے فرزند ذبیح اللہ اسماعیل کا نظارہ ذبح)۔کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ ایک مقام میں کچھ لوگ جمع ہیں۔ایک جوان لڑکا اپنے سر (کو) جھکائے ہوئے کھڑا ہے اور ایک مرد نے چھری ہاتھ میں لی ہوئی ہے اور بار بار اللہ اکبر کہہ رہا ہے اور اوس جوان کی گردن چھری

سے اڑانا چاہتا ہے۔لڑکا خاموشی سے گردن جھکائے کھڑا تھا اور فرشتے بھی کثیر تعداد میں جمع تھے۔ وہ اس حالت میں تھے، جو نظارہ ہٹ گیا۔ مجھے ارشاد ہوا کہ لڑکا اسماعیل ہے اور چھری والا اس کا باپ ابراہیم ہے"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۴۱۵۔نمبر ۶۷۳۹)

☆ ۲۶ جولائی ۱۹۳۴ء۔" کشف میں دیکھا کہ ایک مچھلی ہے۔فرشتوں نے کہا۔موسیٰ کی قوم کے یہودی، جو مسیح پر ایمان لائے۔ان میں سے ایک یہودی مسیح پر ایمان لایا اور مسیح کو کہا۔آپکے لئے مچھلی پکڑ کر فلاں جگہ پر رکھی ہے۔ وہ ہر دو چل پڑے۔ دیکھا کہ مچھلی دوسری جگہ چلی گئی ہے۔ وہاں سے اولٹے (پاؤں) چل پڑے۔تو مچھلی دوسری جگہ سے ملی۔ مسیح نے مچھلی لے کر کھانے کیلئے میرے سامنے تیار کی۔ یہی آخری مسیح وموسیٰ کی مچھلی ہے۔میرا چشم دید واقعہ ہے "۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۴۲۲۔نمبر ۶۸۳۸)

☆ ۲۳ جنوری ۱۹۳۵ء۔" کشف میں مسیح کو دیکھا"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۴۶۵۔نمبر ۷۳۵۰)

☆ ۲۲ مارچ ۱۹۳۱ء۔"بدھ، کرشن، رام چندر خدا کے پیغمبر تھے" (کتاب الہامات ۔صفحہ ۵۰، الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۳۳)

☆ ۱۷ مارچ ۱۹۳۱ء۔"(ھندوؤں میں رسول متواتر آتے رہے) لقد ارسلنا رسلنا فیھِم تتراً ۔(ترجمہ: ہم ان میں متواتر رسول بھیجتے رہے)۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۲۴۔نمبر ۴۰۲)

متفرق کشوف

اجی کی کتابوں "الہامات الٰہیہ "اور" کتاب الالہامات" میں سے بعض کشوف کو ذیل میں ترتیب وار درج کیا جاتا ہے، جن کا ذکر اب تک اس سوانح عمری کے کسی باب میں نہیں ہوا۔

☆ ۲۳ نومبر ۱۹۳۰ء۔" کشف۔ تین قلم مجھے مرحمت ہوئے۔ دو میرے پاس رہے اور تیسری ایک پردار جانور کی شکل بن کر میرے کمرے کی دیوار کے سوراخ میں چلی گئی"۔ نوٹ: یہ ملائکۃ اللہ کے تمثل ہیں، جو میری امداد کے لئے آسمان سے تشریف لائے اور اشکال مختلفہ میں مجھے نمودار ہوئے۔ (کتاب الالہامات۔ صفحہ ۷)

اس کشف کے بارے میں اجی نے دوسری جگہ پر تفصیل سے لکھا ہے، جو اس کشف کے سمجھنے میں بہت حد تک ممد ثابت ہوتا ہے۔

"مورخہ ۲۳ نومبر کی شب کو ۱۲ بجے کے وقت تین فرشتے آئے۔ وہ تین قلمیں دکھائی دیتے تھے...... پھر وہ پردار جانور بن گئے۔ دو میرے پاس ہی رہے، جو غالباً میرے جسم میں داخل ہو گئے اور ان میں سے ایک بڑا پردار میرے سامنے کی دیوار میں داخل ہو کر مخفی ہو گیا۔ مگر ان تینوں نے اس تاریخ کو میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی۔ البتہ انکی زبان حال یہ بات ظاہر کر رہی تھی کہ یہ وہی کل والے

ملائکتہ اللہ ہیں، جن میں سے دو کے کلام میں نے لکھ لئے تھے ۔ چنانچہ وہ تو میرے پاس رہے اور ایک تیسرا وہ ہے، جس کا الہام کسی مصلحت الٰہی نے میرے ذہن سے اتار دیا۔ اس کو میں نے اپنی کتاب میں درج نہیں کیا۔ اس کا مفہوم یہ تھا کہ وہ عذاب قریب تر آ جائے۔ میں نے ادباً اپنی کتاب میں لکھ کر عرض کیا تھا کہ وہ ٹل جائے تو بہتر ہے۔ ابھی وہ وقت مخفی رہنا چاہیئے ۔ غالباً اوس وقت میں کچھ قدر روقفہ ہمارے ملک کیلئے ہے، مگر وہ ٹلا نہیں ۔ خدا کی مخلوق ایک دوسرے سے بڑھ کر بھی ہوتی ہے۔ میرے عندیہ میں ان ہر سہ ملائکہ کے الہامات اور انکی تعداد ایسی معلوم ہوتی ہے، جیسے تین فرشتے حضرت ابراہیم ولوط علیہما السلام کو ملے تھے، جو سدوم وعمورہ کی بستی کو فناہ کرنے کے لئے آئے تھے۔ اور حضرت ابراہیم اس بستی کو بچانے کے لئے فرشتہ کی تجویز کو چھ بار بشرائط ذیل ٹالتے رہے۔ مگر وہ نہیں ٹلا ، بلکہ دس آدمیوں صالح کے موجود ہونے کی آخری شرط رکھی تھی ۔ جب کہ وہ ایک عظیم الشان نبی ورسول کی سفارش سے نہ ٹل سکا، تو میں نہ نبی ہوں نہ رسول، بلکہ محض ایک شخص مجہول ۔ میری وہاں پر کیا دال گل سکتی ہے۔ فرشتہ نے جو شرط رکھی ہے، لوگ اس کو پورا کریں ۔ چنانچہ بائبل کتاب پیدایش باب ۱۸ آیت ۲۲ اس بارہ میں اس طرح شروع ہوتی ہے۔ تب ابرہام جا کے بولا۔ کیا تو نیک کو بد کے ساتھ ہلاک کرے گا۔ شاید پچاس صادق اس شہر میں ہوں۔ کیا تو اسے ہلاک کرے گا اور ان پچاس صادقوں کی خاطر جو اسکے درمیان ہیں، اس مقام کو نہ چھوڑے گا۔ ایسا کرنا تجھ سے بعید ہے کہ نیک کو بد کے ساتھ مار ڈالے۔ اور نیک بد کے برابر ہو جائیں۔ یہ تجھ سے بعید ہے ۔ کیا تمام دنیا میں انصاف کرنے والا انصاف نہ کرے گا۔ خداوند نے کہا یعنی اس فرشتہ نے کہا کہ اگر

سدوم میں شہر کے درمیان پچاس صادق پاؤں تو میں انکے واسطے تمام مکان کو چھوڑ دوں گا۔تب ابرہام نے جواب دیا اور کہا کہ اب دیکھ میں نے خداوند سے بولنے کی جرات کی ، اگرچہ میں خاک اور راکھ کے برابر ہوں۔شاید پچاس صادقوں سے پانچ کم ہوں ۔کیا ان پانچ کے واسطے تو تمام شہر کو نیست کرے گا۔ اس نے کہا: اگر وہاں پینتالیس پاؤں،تو نیست نہ کروں گا۔پھر اس نے اس سے کہا کہ شاید وہاں چالیس پائے جائیں ۔تب اس نے کہا کہ میں ان چالیس کے واسطے بھی نہ کروں گا۔پھر اس نے کہا میں منت کرتا ہوں کہ اگر خداوند خفا نہ ہوں، تو میں پھر کہوں: شاید وہاں تیس پائے جائیں ۔وہ بولا کہ اگر وہاں تیس پاؤں،تو میں یہ نہ کروں گا ۔پھر اس نے کہا: دیکھ میں نے خداوند سے بات کرنے میں جرات کی،شاید وہاں بیس نہ پائے جائیں ۔وہ بولا میں بیس کے واسطے بھی اسے نیست نہ کروں گا۔تب اس نے کہا: میں منت کرتا ہوں کہ خداوند خفا نہ ہوں ۔ تب میں فقط ایکبار کہوں شاید وہاں دس نہ پائے جائیں ۔ بولا میں دس کے واسطے بھی اسے نیست نہ کرونگا، جب خداوند ابرہام سے باتیں کر چکا تو چلا گیا۔ اور ابرہام اپنے مقام کو پھرا۔ان میں سے بڑا فرشتہ وہ ہے، جو حضرت ابراہیم سے باتیں کررہا تھا۔وہ یہاں ہی تھا۔اور باقی دو حضرت لوط کے پاس پہنچ گئے۔ اور لوط کو کہا کہ یہاں سے نکل۔فرمایا جو کوئی تیرا اس شہر میں ہے،تو اسے لیکر اس مقام سے نکل جا، کیونکہ اس مقام کو غارت کریں گے۔

دراصل یہ تین فرشتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تینوں ہی کو دیکھا تھا۔ چنانچہ کتاب پیدائش باب ۱۸ آیت ۲ میں یہ عبارت لکھی ہے: اور اس نے اپنی آنکھیں اٹھا کے نظر کی اور کیا دیکھا کہ تین مرد اس کے پاس کھڑے ہیں

۔ممکن ہے کہ کوئی خیال کرے کہ یہاں پر مرد کا لفظ لکھا ہے۔ وہ مرد ہی ہوں فرشتے نہ ہوں۔اس بارہ میں عرض ہے کہ وہ ہر شکل میں متشکل ہو سکتے ہیں اور فرشتے ہی ہیں۔ چنانچہ کتاب پیدایش باب ۱۹ آیت ۱۸ میں لکھا ہے کہ وہ دو فرشتے شام کو سدوم آئے اور لوط سدوم کے پھاٹک پر بیٹھا تھا"۔(مقدمہ اسرار شریعت۔صفحہ ۱۷۔۱۸)

☆ ۸ دسمبر ۱۹۳۰ء۔" کشف۔ دیکھا بے شمار برہنہ بوڑھی عورتیں کھڑی ہیں۔ان کا معصوم برہنہ بچہ ان سے ایک گز یا دو گز کے فاصلے پر زمین پر پڑا ہے۔ ایک اونٹ آیا۔ اون کے سامنے اوس بچہ کو کھینچ کر لے گیا ہے اور وہ عورتیں خاموش ہیں، کوئی چیخ و پکار نہیں کرتیں۔ میں نے ایک لمبی آہن دار سونٹی لے کر اوس اونٹ کو ڈھونڈنا شروع کیا کہ اونٹ کو بالکل ماردوں اور بچہ کو چھڑا کے لے آؤں۔ بوڑھی عورتوں سے مراد علمائے زمانہ خدا اور مولوی لوگ ہیں۔اور بچہ سے مراد ان کا اسلام ہے، جس کو شیطان نے اون سے چھین لیا ہے"۔(کتاب الہامات۔صفحہ ۱۰)

☆ ۲ فروری ۱۹۳۱ء۔" دیکھا کہ ایک فرشتہ ایک چبوترہ پر ایک چارپائی پر بیٹھا ہے۔ میں نے اوس سے پوچھا کہ کنویں میں جو کہ اوس کے قریب تر تھا، کتنا پانی آیا ہے۔اوس نے کہا: پانی اتنے زور سے آیا ہے کہ سب کچھ بہا لے جائے گا۔پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے بآواز بلند یہ ارشاد آیا: ان ھذا اشارۃ بالحق۔ نوٹ: اس میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا کا پہلا نظام سارا ٹوٹ جائے گا"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۴۔نمبر ۲۲۴)

☆ ۳ فروری ۱۹۳۱ء۔" کشف۔دیکھا کہ آسمان پر ایک راستہ بنا ہوا

ہے اور اوس پر پردہ دار ڈولیاں چلی جاتی ہیں ۔ الہام: ان کا سب جانب سے محجوب ہونا یہ ہے کہ تم کو معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ ان کا حافظ و نگہبان ہے"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ۱۴۔نمبر۲۳۲)

☆ ۱۶ فروری ۱۹۳۱ء ۔" (آسمانی لوح محفوظ میں درختوں کے کٹ جانے کا نظارہ)۔ کشف میں میں نے دیکھا کہ کچھ درخت ہیں، جن کو میں نے ایک تیز درانتی سے زمین کے قریب سے کاٹ دیا۔ پھر الہام ہوا: باطن میں قوی دعا کرو"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ۱۶۔نمبر۲۸۱)

☆ ۱۸ فروری ۱۹۳۱ء ۔" کشف ۔ میں دوات میں رنگ ڈالنا چاہتا ہوں ۔لہٰذا میں ایک دوکان پر چلا گیا۔ دوکاندار سے کہا کہ رنگ دے دو۔ اوس نے کہا: میں بیمار ہوں، آپ لے لو۔ میں نے ایک شیشی سے رنگ لے لیا اور اس کو منہ میں ڈال لیا۔ پھر خیال ہوا یہ مضر ہے۔ اس لئے اس کو منہ سے نکال دیا۔ میرے پاس ایک فرشتہ خورد بچہ کی شکل میں تھا۔ اس کو کہا پانی لاؤ۔ وہ پانی لے آیا اور میں نے پانی لے کر کرولی کر ڈالی"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ۱۷۔نمبر۲۹۱)

☆ ۲۰ فروری ۱۹۳۱ء ۔" کشف ۔ میں نے دیکھا کہ ہمارے خورد بھائی نواب خان کی شکل پر ایک فرشتہ نمودار ہوا۔ وہ چاہتا ہے کہ ہماری زمین اور اپنی زمین میں قلبہ رانی کرے اور درمیاں میں جو حد بندی اور آڑ ہے، اس کو قلبہ رانی کر کے توڑ ڈالے ۔ اس نے قلبہ رانی کی ،تو زمین کا رنگ بدل گیا اور وہ نمدار کلری زمین ہو گئی اور اوس زمین میں کلر پیدا ہو گیا۔ تب لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اس زمین میں اب کچھ پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ زمین کلری ہو گئی ہے اور اس میں سے جو پانی نکلے گا، وہ کڑوا ہو گا۔ تب میں نے اوتر کر زمین کو کھودنا شروع کیا۔

میں نے ٹیلہ کو ہاتھ لگایا، تو اس سے تیز پانی کا فوارہ چلنا شروع ہو گیا۔ پہلے تھوڑا گدلا پانی آیا۔ پھر صاف اور شیریں پانی نہایت زور سے چلنے لگا۔ دیکھا کہ پانی والے نل کا رخ نیچے کی طرف ہے اور پانی صاف اور شیریں ہے۔ میں نے کہا کہ پانی صاف اور شیریں آرہا ہے۔ پھر اوس کے بعد یہ الہام نازل ہوا: کذالك مننا علیٰ یوسف و اخوته ۔ترجمہ۔ ہم ایسا ہی احسان کیا کریں گے یوسف اور اس کے بھائیوں پر"۔ (الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۱۸۔ نمبر ۳۰۰)

☆ ۲۲ فروری ۱۹۳۱ء۔" کشف۔ ایک بالا خانہ پر میں بیٹھا ہوں ۔۱۰ تاریخ کا پرچہ اخبار سیاست لاہور میرے ہاتھ میں ہے۔ اور ایک فرشتہ نیچے کھڑا ہے۔ میں اسکو کہتا ہوں کہ اخبار سیاست آج بند ہو گیا ہے۔ میں اسکو کہتا ہوں (غلطی: وہ کہتا ہے) کہ اخبار سیاست جاری ہے ۔ میں اسکو کہتا ہوں: میں آج لاہور سے آتا ہوں، بند ہو گیا ہے۔ میرے ہاتھ سے اخبار کا پرچہ کاغذ گر گیا۔ میں نے اسکو کہا کہ اٹھا کر دے دو۔ اوس نے اٹھا کر دے دیا۔ نوٹ: یہ بات پوری ہو گئی ۔ میں نے سید حبیب صاحب محرر خصوصی اخبار سیاست کو ایک مضمون سیاست میں مؤرخہ ۶ اپریل ۱۹۳۱ء کو دیا کہ اخبار میں چھاپ دو۔ مؤرخہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۱ء کو سید صاحب نے وہ مضمون مجھے واپس دے دیا کہ ہم یہ مضمون اخبار میں چھاپ کر احمدیت کی تبلیغ نہیں کرنا چاہتے۔ لہٰذا خدا نے اوسی ۱۰ اپریل ۱۹۳۱ء کو آسمان پر یہ حکم جاری کر دیا۔ پھر گذشتہ ماہ جون ۱۹۳۵ء میں سید حبیب صاحب نے مجھے دفتر سیاست میں دیکھ کر بڑی تحقیر سے فرمایا: ہم الہام کے قائل نہیں۔ نوٹ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۵ء سے سیاست بند ہے"۔ (الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۱۹۔ نمبر ۳۲۱)

☆ ۲۴ فروری ۱۹۳۱ء۔" کشف۔ پانی کے کنارہ پر ایک ننگا درخت کیکر کا دیکھا گیا۔ آواز آیا: اس کو دیکھو۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ اوس کی شاخیں کٹی ہوئی (ہیں)، خشک درخت ہے"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۰۔ نمبر ۳۱۶)

☆ ۲۷ فروی ۱۹۳۱ء۔" کشف۔ ایک شخص سرکاری ملازم مجھے کہتا ہے: بھینس اتنے روپیہ سے خریدی جائے اور اس قدر روزمرہ اس کا دودھ پیا جائے، تو اتنی مدت میں اوس کی قیمت نکل آئے گی۔ معلوم ہوا کہ وہ اور میں ایک ہی محکمہ میں ملازم ہیں۔ میں نے اس کو کہا کہ دوسو دن یا کہ اتنی مدت کے بعد ہم شہر میں چلیں گے، تو بھینس خرید لیں گے۔ یہاں ہم جنگل میں ہیں۔ بھینس کو سنبھالنے والا کوئی نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا: اتنا لمبا عرصہ بہت ہے۔ میں نے کہا کہ اس سے بھی قریب تر ہو (سکتا ہے)۔ پھر کلام ذیل نازل ہوا: ان اللّٰہ انزل من السماء ماءً فاحیا به الارض بعد موتھا"۔ (ترجمہ از ناقل: خدا تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا اور اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا)۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۱۔ نمبر ۳۴۱)

☆ ۲۸ فروری ۱۹۳۱ء۔" کشف۔ میں نے دیکھا کہ ایک خرمن کے پاس گندم کے پسے لگے ہوئے دکھائے گئے، جن میں کچھ بڑے اور کچھ چھوٹے ہیں۔ ان میں سے جو شمالی جانب (ہے) بہت بڑا ہے۔ پوچھا گیا کہ یہ کس کا ہے۔ میرے پاس ایک فرشتہ انسانی شکل میں متمثّل ہو کر ظاہر ہوا اور کہا کہ یہ فصل فلاں کا ہے۔ اوس وقت خدا کی طرف سے یہ آواز آئی اور الہام ہوا: چھوٹوں کو ہے خدا بڑائی دیتا"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۲۔ نمبر ۳۵۲)

☆ یکم مارچ ۱۹۳۱ء۔" کشف۔ ایک زمین پر بہت سا پانی کھڑا ہے اور

وہاں کئی اشخاص دیکھے گئے ہیں۔ میں آڑ پر چلتا ہوں اور ایک شخص اور کالا حجام گدلے پانی میں داخل ہو گئے۔ کالا اوس پانی میں تیرتا ہوا دیکھا گیا۔ پانی اوس کے گلے تک دیکھا گیا۔ اور دوسرا آدمی بڑی مشکل سے تیر کر اوس پانی سے نکل گیا "۔ (الہامات الٰہیہ ۔ صفحہ ۲۲ ۔ نمبر ۳۵۵)

☆ ۲ مارچ ۱۹۳۱ء۔ " سلطان ابن سعود کے متعلق کچھ باتیں۔ کشف۔ بادشاہوں کا ایک جلسہ محسوس ہوا اور وہاں ملائکۃ اللہ محسوس ہوئے۔ کسی نے کہا کہ ابن سعود نے فلاں بات میں کیوں دخل دیا۔ گفتگو دراز ہے۔ آخری فقرہ یہ تھا: ابن سعود "۔ (الہامات الٰہیہ ۔ صفحہ ۲۲ ۔ نمبر ۳۵۹)

☆ ۲ مارچ ۱۹۳۱ء۔ " کشف۔ میں نے دیکھا کہ آسمان سے خطرناک بجلی گر رہی ہے۔ میں وہاں لوگوں کو کہتا ہوں کہ زلزلہ آ گیا، باہر آ جاؤ۔ اس وقت فرشتے لوگوں کو آواز دیتے ہوئے سنے گئے "۔ (الہامات الٰہیہ ۔ صفحہ ۲۲ ۔ نمبر ۳۶۴)

☆ ۳ مارچ ۱۹۳۱ء۔ " کشف۔ آج سے ۴۳ سال پہلے زمانہ کا ذکر۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑے درخت کا پھل پختہ ہے۔ وہ بڑا خوبصورت ہے۔ میں اس کو چیرتا ہوں، تو معلوم ہوا کہ وہ بوسیدہ ہو کر اندر سے خراب ہو گیا ہے اور اس کو کیڑا نے کھا لیا ہے۔ اوس کے اندر سے گندا پانی نکلتا تھا اور وہ کھانے کے قابل ہرگز نہیں رہا تھا۔ اس کے بعد الہامات ذیل نازل ہونے شروع ہوئے: ۔ آج سے ۴۳ سال پہلے جب کہ دنیا پر تاریکی چھا گئی تھی۔ ۔ دریا، سمندر اور جنگل اور بیاباں، اون سب کی حالت ٹھیک نہ تھی۔ ۔ آج سے ۴۳ سال پہلے جب کہ جنگل اور بیاباں، دریا اور سمندر خراب ہو گئے تھے۔ ۔ آج سے ۴۳

سال پہلے جب کہ دنیا کی حالت ٹھیک نہ تھی۔ ۞ خدا کا کلام نازل ہو رہا ہے۔ ادھر فرشتہ نازل ہو رہا ہے۔ ۞ جو چلتا پھرتا تھا، لوٹ لیا جاتا تھا ۞ جدھر خدا نے کام لگایا ادھر کام کر۔ ۞ بیس ٹکٹ اجو کیٹڈ جاری ہوئے۔ ۞ اطیعون فالطاعون یدفع و یفنی و یدحر "۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ۲۲۔۲۳۔نمبر ۳۶۶۔۳۷۵)

☆ ۵ مارچ ۱۹۳۱ء۔ " شیر ملک الموت کا نظارہ۔ دیکھا کہ میرے دونو شانوں پر دو شیروں نے آ کر ہاتھ ڈالا ہے۔ پھر وہ غائب ہو گئے۔ دوسری بار جسم پر جم نہیں سکے اور وہ گر پڑا۔ خدا تعالیٰ نے کچھ مدت کے لئے اوس سے مخلصی عطا فرمائی۔ اسکے لئے آئندہ قرآن کریم سے مزید عمر کے احکام بتائے گئے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ۲۴۔نمبر۳۸۹)

☆ ۱۰ مارچ ۱۹۳۱ء۔" کشف۔ میں نے دیکھا کہ دو فرشتے بیٹھے ہیں اور وہ بیدانہ انگور بیچتے ہیں۔ انہوں نے بغیر میرے کہنے کے عمدہ انگور کے دانے میری جھول میں ڈال دیئے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ۲۶۔نمبر۴۱۰)

☆ ۱۱ مارچ ۱۹۳۱ء۔"(کشف دربارہ جنگ یاجوج و ماجوج یعنی روس و برطانیہ و دیگر اقوام یورپ)۔ میں نے مفتی صادق کو کہا کہ روس منحوس نے ہند پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ مگر ہم نہیں چاہتے کہ وہ ملک ہند پر حملہ کر کے اس میں بدامنی پیدا کرے۔ میں انگریزوں کو کہتا ہوں کہ وہ میری باتیں مان جائیں، تو ملک ہند کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔ ورنہ نتیجہ اچھا نہیں"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۲۷۔نمبر۴۲۴)

☆ ۱۹ اپریل ۱۹۳۱ء۔" کشف۔ دیکھا کہ ایک فرشتہ کبوتر کی شکل پر خدا کی

طرف سے آیا۔ وہ مجھے الفاظ ذیل سناتا ہے We are with you ترجمہ: ہم تمہارے ساتھ ہیں"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۳۹۔نمبر ۵۴۰)

☆ ۲۱ اپریل ۱۹۳۱ء۔"فرشتہ ممتحن کی تشریف آوری۔ میں نے دیکھا کہ چند اشخاص ایک جگہ بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا کہ فلاں جگہ ہندو مسلم لڑ رہے ہیں، ہندوؤں کا زیادہ نقصان ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ خوش ہوا۔ میں نے اس کو ملامت کی کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ سب خدا کی مخلوق ہیں، ہندو مسلم سب خدا کی مخلوق ہیں۔ سب پر ہمارا دست شفقت (ہونا) چاہیئے۔ نبی کریم کے ساتھ مسیح کو حکم الٰہی ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۴۲۔نمبر ۵۷۸)

☆ ۲۲ اپریل ۱۹۳۱ء۔" کشف در باب شکست عیسائیت۔ میں نے دیکھا کہ راولپنڈی کے راجہ بازار کی طرف مشن ہائی اسکول راولپنڈی کے صحن میں آیا ہوں۔ وہاں مشن والوں کے کاغذات اور کتب پڑی ہیں۔ میری آمد سے ان میں کھڑکھڑاہٹ (پیدا ہوئی) اور زلزلہ آ گیا اور ان کے کاغذات میں بے ترتیبی پیدا ہوگئی"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۳۲۔نمبر ۴۶۶)

☆ ۲۲ اپریل ۱۹۳۱ء۔"عیسائیت اسلام کے آگے سربسجود ہو جائے گی۔ کشف۔اس مشن ہائی اسکول کے صحن میں کشف میں ایک تخت پر ایک سفید پوش انسان دیکھا گیا"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۳۲۔نمبر ۴۶۷)

☆ ۲۲ اپریل ۱۹۳۱ء۔" کشف۔میں نے دیکھا کہ عیسائیت صفحہ زمین سے بالکل مٹ جائے گی۔سب اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور اسلام کے مکذب مٹ جائیں گے۔میں نے دیکھا کہ مشن ہائی اسکول کے احاطہ کے اندر ایک بڑا چوڑا عالی شان کنواں پختہ تیار شدہ ہے اور وہ نہایت صاف پانی سے لبریز

ہے۔مگراوس میں سے پانی نکال کرلوگوں کو پلانے والاکوئی نہیں۔میری آمد سے وہاں ایک فرشتہ نمودار ہوا۔دیکھا کہ کنویں کے اردگرد گراریاں لگ گئی ہیں اور اوس فرشتہ نے ایک بہت بڑا ڈول کنویں میں سے پانی نکالنے کے لئے ڈالا ہے اوروہ پانی سے پر ہو گیا ہے"۔

تعبیر۔ ہرسہ کشوف مذکورہ کی تعبیر یہ ہے کہ جہاں تک اس وقت عیسائیت صفحہ زمین پر موجود ہے، ان کے موجودہ ریکارڈ، جو اسلام کے خلاف ہیں، وہ سب نابود ہو جائیں گے۔ ان کی سب کاغذی خام خیالیاں مٹ جائیں گی اور عیسائیت کواسلام کا آب حیات پلا کر زندہ کیا جائے گا۔بائبل میں اسلام کا پانی ہے،مگرعیسائی نابینا ہیں۔اب وہ چشمہ ان کو دکھایا جائے گا"۔(الہامات الٰہیہ۔ صفحہ۳۲۔نمبر۴۷۸)

☆ ۴مئی ۱۹۳۱ء۔" کشف۔ایک فرشتہ نمودار ہو گیا۔مجھ سے پوچھا گیا: اس جگہ کا مفتی اور گرداور کون ہے۔میں نے کہا کہ میں ہوں اور ایک اور شخص ہے۔اوس نے کہا: تمکوتحریری حکم سرکار کی طرف سے آیا تھا۔میں نے کہا کہ حکم تحریری آیا تھا۔لیکن میں نے اسکی منظوری سے انکار کر دیا تھا۔ یہ انکار عواقب امور کے غور کے بعد ہوا تھا۔ پہلے تو میں نے خود اس عہدہ کے لئے درخواست کی تھی اور پھر عہدہ لینے سے انکار کر دیا تھا"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۵۰۔نمبر۶۸۵)

☆ ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء۔" کشف۔میں نے دیکھا کہ ایک تالاب پانی سے لبریز ہو گیا ہے۔میرے ہاتھ میں کاپیاں ہیں۔ میں اوس تالاب سے باہر آنا چاہتا ہوں کہ کاپیاں بھیگ نہ جائیں۔اوس وقت میں ایک شخص کو کہتا ہوں: قاضی

جی کا پیاں لے لو، میں پانی سے اوپر آنا چاہتا ہوں تا کہ کاپیاں بھیگ نہ جائیں"۔
(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۶۵۔نمبر ۹۲۴)

☆ ۱۲۲ اکتوبر ۱۹۳۱ء۔" کائنات عالم کی لوح محفوظ مجھے چرخ گرداں کی شکل میں دکھائی گئی۔ چرخ کائنات عالم تیز گردش میں تھا۔ میں نے اس کو کہا :ٹھہر جاؤ۔ وہ فی الفور پھرنے سے بند ہو کر ٹھہر گیا۔ پھر میں نے اس کو کہا: چل پڑ۔ تب وہ نہائت تیز رفتاری سے گردش کرنے لگا"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۹۰۔نمبر ۱۲۷۵۔۱۲۷۶)

☆ ۱۲۷ اکتوبر ۱۹۳۱ء۔" کشف۔ایک بڑا پرندہ نمودار ہوا۔اس کو کسی شخص نے فائر کیا۔ وہ گرتا ہوا دوسری جگہ جا کر بیٹھا۔اوس نے اس کو پکڑ کر مجھے دے دیا۔میں نے کہا: یہ جنگلی مرغ حلال ہے"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۹۱۔نمبر ۱۲۹۳)

☆ ۲۴ جنوری ۱۹۳۲ء۔"افغانستان کے بارہ میں پیش خبری
میں نے دیکھا کہ شاہ افغانستان یا کہ کوئی اس کا ہم نشین میرے سامنے ایک کمرہ میں ہے اور میں اس کو کہتا ہوں کہ آپ کی تخت نشینی کی بات سن کر خوشی ہوئی۔اب دنیا آرام وامن سے بیٹھے گی"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۱۱۶۔نمبر ۱۵۸۱)

☆ ۷ افروری ۱۹۳۲ء۔" کشف۔میں نے دیکھا کہ ہم مدینہ منورہ میں پہنچ گئے ہیں۔وہاں سب لوہار بود و باش رکھتے ہیں۔ایک فرشتہ انسانی شکل میں متمثل ہوا۔اس نے پانی کا چھڑکاؤ کیا۔سب زمین تر ہوگئی۔وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم قین یعنی لوہار ہیں"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۱۲۳۔نمبر ۱۶۵۲)

☆ یکم اپریل ۱۹۳۲ء۔" کشف۔میں نے دیکھا کہ میں گھوڑی پر سوار ہوں اور لمبا چغہ میں نے پہنا ہوا ہے۔ پھر میں اس گھوڑی کو پکڑے ہوئے پستی سے

بلندی کی طرف چڑھ رہا ہوں۔ بعدازاں یہ کلام نازل ہوا: نیچے سے اوپر کو آنا اسلام میں لکھا ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۳۳۔نمبر ۱۷۶۰)

☆ ۱۷ مئی ۱۹۳۲ء۔" کشف دیکھا کہ ہمارے گھر کے کنواں کا پانی اوپر سے جوش مار کر باہر آ رہا ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۴۷۔نمبر ۱۸۹۷)

☆ ۱۹ جولائی ۱۹۳۲ء۔"بالشوئیکی مظاہرہ۔رایت امرۃ هندیه فهمت انها ملك بشكل حوراء و انها ليست من نسل انسان (ترجمہ از ناقل: میں نے ایک ہندوستانی عورت کو کشف میں دیکھا اور جان گیا کہ وہ حور کی شکل میں ایک فرشتہ ہے اور انسانی نسل میں سے نہیں ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۵۷۔نمبر ۲۰۳۶)

☆ ۱۳۱ اگست ۱۹۳۲ء۔" کشف۔میں نے دیکھا کہ سیلاب آ گیا ہے۔ اوس پر میری چارپائی روانہ ہے اور میں اسکے اوپر لیٹا ہوں۔اور ایک دوسری چارپائی پر دوسرا آدمی ہے۔ہم کنارہ پر پہنچے، تو میں نے تکیہ یعنی سرہانہ نکال کر خشکی پر ڈال دیا اور چارپائی اوتار کر خشکی پر رکھ دی۔پھر یہ الہام ہوا: ذالك اليوم الحق فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلاً (ترجمہ از ناقل: یہ قیامت کا روز ہے اور جو کوئی چاہے، وہ اپنے رب کی طرف ایک سبیل بنا سکتا ہے" ۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۶۹۔نمبر ۲۰۷۳)

☆ ۱۹ ستمبر ۱۹۳۲ء۔" کشف۔رویا میں دیکھا کہ ایک کنواں ہے۔اوس پر ہم نے ایک مشین پانی نکالنے کی لگائی ہے۔اوس پر ایک آدمی کام کرتا تھا۔میں خود اوس کنواں میں اوتر پڑا ہوں۔اور وہ بھی اوس میں اوتر جاتا ہے۔اوس میں لوہے کی ایک سیڑھی لگی تھی۔میں اوس پر چڑھ کر اوپر آ گیا ہوں"۔(الہامات

الٰہیہ۔صفحہ ۱۷۳۔نمبر ۴۰۲۷)

☆ ۱۲۸اکتوبر ۱۹۳۲ء۔" کشف۔ایک فرشتہ مسجد میں دیکھا گیا۔ہم اوس مسجد کے صحن میں ایک صاف حوض دیکھ رہے ہیں۔ایک جگہ سے تختہ اٹھایا گیا،تو اس کے نیچے صاف بہتا ہوا پانی نظر آیا۔اس میں نلکا لگا ہوا تھا۔اس سے ہم نے وضو کیا۔وہ فرشتہ کہتا ہے کہ یہ جنت ہے۔دوسرے نے کہا: اچھا جنت ہے۔میں نے بھی کہا: جنت ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۸۳۔نمبر ۴۱۷۳)

☆ ۶ نومبر ۱۹۳۲ء۔" کشف۔تین فرشتے نمودار ہوئے۔اونہوں نے پھلوں کے ٹوکرے اٹھائے تھے۔اونہوں نے کہا: ان میں سے پھل پسند کرلو۔ میں نے کہا: ہم مفت نہیں لیتے۔ان کے پاس سبزی پکی ہوئی تھی،کھانے لگے۔ ان کے اصرار سے میں نے اور میرے لڑکے عبدالرؤف نے کھائی۔بعدازاں وہ کھڑے ہوئے اور کہا: دعوت قبول"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۸۴۔نمبر ۴۱۸۶)

☆ ۱۱دسمبر ۱۹۳۲ء۔" کشف۔میں کسی طرف چلا جاتا ہوں۔ایک فرشتہ میرے ساتھ ہے۔وہ مجھے کہتا ہے: تم اوستاذ ہو، بتاؤ ہم کو روٹی کون دے گا۔میں اس کو کہتا ہوں: خدا تعالیٰ، جو ہم کو اس طرف لے آیا ہے، وہ ہم کو سب کچھ دے گا"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۹۳۔نمبر ۴۳۲۲)

☆ ۲۱دسمبر ۱۹۳۲ء۔" کشف۔نقشہ آئندہ جنگ افغانستان با ہندوستان۔ آئندہ افغانستان و ہندوستان میں باہم ایک دوسرے (کذا) قوت کے ساتھ جنگ واقع ہوگی،یعنی افغانی و ہندوستانی ہر دو سلطنتیں آپس میں لڑ پڑیں گی۔مجھے ان کا آئندہ نقشہ جنگ دکھایا گیا کہ طرفین ایک پہاڑی کی اوٹ میں ایک دوسرے پر آتش باری کررہے ہیں اور افسر سپاہیوں کو تیزی سے ہدایات جاری

کررہے ہیں۔اون افیسروں کی آواز میرے کانوں میں پہنچ رہے ہیں۔حدود ہند کے مقامات ذیل پر ......واقع ہوگی: قلعہ لاکھارٹ۔قلعہ اٹک۔حسن ابدال۔قلعہ عبداللہ۔بلوچستان۔ریاست انب۔ضلع ہزارہ۔صوبہ سرحد۔پشاور وغیرہ۔کاکے خیل"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۹۵۔نمبر ۴۳۴۴)

☆ ۳۰ جنوری ۱۹۳۳ء۔"کشف۔جورج کی تاج پوشی۔بعدازاں ایک دوسرے شخص کو تاج پوشی کی گئی"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۲۰۴۔نمبر ۴۴۴۴)

☆ ۲۶ فروری ۱۹۳۳ء۔"سردار ہاشم خان وزیراعظم افغانستان کی عمر میں کمی"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۲۰۸۔نمبر ۴۵۰۲)

☆ ۷ مارچ ۱۹۳۳ء۔"کشف۔میں نے دیکھا کہ میدان آخرت سامنے آ گیا۔پھر الہام ہوا: یہ اوسی عالم آخرت کا نظارہ ہے۔اما الاولین والاخرین"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۲۲۱۔نمبر ۴۵۱۸)

☆ ۸ مارچ ۱۹۳۳ء۔"کشف۔دیکھا کہ فرشتوں نے دو پرندے پکڑ کر ہمارے لئے باندھ دیئے ہیں۔میں نے ان کو کہا کہ اس جگہ آفتاب قہرآلود نظر سے زمین کو دیکھ رہا ہے،ان کو یہاں سے کھول کر سائے میں باندھ دیا جائے تاکہ دھوپ سے محفوظ رہیں۔(تعبیر از بندہ): اس کشف کی تعبیر یہ ہے کہ دو ایسے انسان ہیں،جن کا باطنی تعلق میرے ساتھ ہو گیا ہے اور وہ مصلحتاً کسی مقام پر پوشیدہ ہیں۔وہ میری روح آسمانی کی مدد وسفارش سے بچائے جائیں گے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۲۱۱۔نمبر ۴۵۲۴)

☆ ۷ اپریل ۱۹۳۳ء۔"کشف۔عطائے عصائے موسیٰ علیہ السلام من جانب خدا۔میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت روئیں آہنی مضبوط عصا من جانب

خدا مرحمت ہوا ہے۔ فرمایا گیا: وہ باہر سے سونٹا لوہے کا معلوم ہوتا ہے اور بیچ سے وہ بندوق کی مانند کھوکھلا ہے۔ (نوٹ) یہ الہام بھی چار سال کے اندر پورا ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ بعینہ عصا مل گیا ۳۱/۱۲/ ۳۷)۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۲۲۔ نمبر ۴۶۱۵)

☆ ۲ مئی ۱۹۳۳ء۔ " کشف۔ میں نے دیکھا کہ میں ایک محل کے اندر گیا ہوں۔ اوس میں ایک آدمی بیٹھا ہے۔ وہاں چینی وغیرہ کی طشتریاں پڑی ہیں۔ اون کے ساتھ کاغذ آویزاں ہیں۔ وہ سب انگریزی میں چھپے ہوئے ہیں۔ اوس کمرہ کے ملحقہ کمرہ میں ایک نوجوان لڑکی کرسی پر بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے قریب بستر والی چارپائی پڑی ہے۔ کچھ دیر کے بعد اوس جگہ پر اور لڑکی آ گئی اور میں وہاں سے باہر آ گیا"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۳۴۔ نمبر ۴۷۴۴)

☆ ۹ مئی ۱۹۳۳ء۔ " کشف۔ میں نے دیکھا کہ آدمیوں کی ایک بڑی صف بیٹھی ہوئی ہے اور روٹی کھاتے ہیں اور ان کو روٹیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔ میں نے ان میں سے ایک کو دیکھا کہ وہ روٹیاں مع خواش کسی اور شخص کے لئے باہر لے جا رہا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کا کلام ذیل نازل ہوا: اَصُحَابُ الصُّفَہ و مَا اَدراكَ مَا اَصُحَابُ الصُّفه (ترجمہ از ناقل: اصحاب الصفہ اور تم کیا جانو کہ اصحاب الصفہ کون ہیں)"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۳۹۔ نمبر ۴۷۹۳)

☆ ۱۱ جون ۱۹۳۳ء۔ " کشف۔ میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ زمین پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے پاس زمین و آسمان کی خبریں حاصل کرنے کا ایک آلہ زمین پر لگا ہوا ہے، جس کے ذریعہ وہ خدا کی خبریں لے کر آگے پہنچاتا ہے"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۵۱۔ نمبر ۴۹۴۱)

☆ ۲۱ جولائی ۱۹۳۳ء۔ " کشف ۔ میں نے دیکھا کہ کثیر التعداد لوگ میرے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور کچھ الگ ہیں ۔ ایک انسان سفید ریش پست قد سفید دستار والا نمودار ہوا۔ پھر وہ غائب ہوا" ۔ (الہامات الٰہیہ ۔ صفحہ ۲۶۳ ۔ نمبر ۵۰۸۶)

☆ ۱۲ اگست ۱۹۳۳ء۔ " کشف ۔ میں نے دیکھا کہ دو فرشتے دو لڑکیوں کے متمثل ہمارے کنویں میں اوتاری گئیں ۔ اور میں نے کنویں میں ڈول ڈالا ۔ اونہوں نے ڈول میں پانی ڈالا اور وہ بھر گیا اور میں نے اوپر کھینچ لیا۔ دیکھا وہ لڑکیاں پانی میں ہیں" ۔ (الہامات الٰہیہ ۔ صفحہ ۲۷۳ ۔ نمبر ۵۱۹۴)

☆ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۳ء۔ " کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ میں ایک گرجا میں نہایت سفید لباس پہنے ہوئے قرآن کریم ہاتھ میں لئے عیسائی صاحبوں کو، جو میرے پاس اور سامنے بیٹھے تھے ۔ سنا رہا ہوں ۔ لیمپ والے کو میں نے کہا کہ اس کی روشنی تیز کر دو۔ اس نے روشنی تیز کر دی، تو میں قرآن کریم کے باریک حروف بخوبی پڑھ رہا تھا " ۔ (الہامات الٰہیہ ۔ صفحہ ۲۹۰ ۔ نمبر ۵۳۶۴)

☆ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء۔ " کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ زمین پر ایک کیڑا پیدا ہوگا، جو بنی آدم کے لئے باعث آلام ہوگا" ۔ (الہامات الٰہیہ ۔ صفحہ ۲۹۳ ۔ نمبر ۵۳۸۹) دوسری جگہ پر یہی کشف ان الفاظ میں بیان ہوا ہے: " پیغام از جبرئیل ۔ ایک قسم کا کیڑا زمین پر پیدا ہونا چاہتا ہے ۔ وہ ہر ایک رنگ کا ہوگا : سبز، زرد، سرخ، سیاہ، سفید۔ اور اس قدر کثرت سے ہوگا کہ اس سے گھر باہر کوئی جگہ خالی نہ ہوگی ۔ نباتات کو کھا کر چٹ کر جائے گا۔ بنی آدم کے لئے موجب درد و آلام ہوگا" ۔ (کتاب الالہامات ۔ صفحہ ۲۴۰)

☆ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء۔ " کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ ایک بڑی مجلس منعقد ہے، جس میں کئی سرکاری عہدہ دار ہیں۔ اوس میں ایک حاکم اعلیٰ ایک طرف اور باقی اہل مجلس اس کے دائیں بائیں بیٹھے ہیں اور میں ان سب کے آخر سامنے بیٹھا ہوں۔ مجلس کا حلیہ بطریق ذیل دکھایا گیا: میرے متعلق حاکم اعلیٰ نے پوچھا کہ سامنے کون صاحب بیٹھے ہیں۔ سب نے کہا: یہ مولوی فضل صاحب ہیں۔ تب حاکم کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میں ان کی دعوت ضیافت کرنا چاہتا ہوں"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۹۶۔ نمبر ۵۴۱۵)

☆ ۱۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء۔ " کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ براستہ خشکی مکہ تک حجاج کی سہولت کی خاطر ریلوے یا ٹریموے کا راستہ تیار ہونا چاہتا ہے۔ اون میں کرمخ وغیرہ کے گدیلے رکھے گئے۔ علیٰ ھذا القیاس۔ پیادہ پا حاجیوں کے لئے کرمح وغیرہ نرم اور ٹھنڈی چیزوں کے گدیلے راستہ میں رکھے جائیں گے، جن سے حجاج کے پاؤں گرمی سے نہ جلیں"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۹۷۔ نمبر ۵۴۲۱)

☆ ۱۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء۔ "ھاروت و ماروت بابل میں خدا کا کلام لے کر نازل ہوتے ہیں"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۹۸۔ نمبر ۵۴۲۹)

☆ ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء۔ " کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ میرے پاس ایک انسان بیٹھا ہے۔ میرے سامنے ہند، یورپ کے نقشہ کی کتابیں پڑی ہیں۔ میں نے اون پر انگریزی میں نام لکھے ہیں۔ اس نے کہا۔ انکے نام اردو میں لکھو۔ لہٰذا میں نے اون پر اردو میں اس طرح نام لکھے۔ نقشہ ہندوستان، نقشہ یورپ۔ پھر اوس فرشتہ نے، جو کہ بشکل انسان تھا، مجھے کہا کہ آپکی اس تحریر میں یہ خبر دی گئی

ہے کہ جو چاہے سمندروں کے پار جا سکتا ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۲۹۹۔نمبر ۵۴۴۴)

☆ ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء۔" کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ ایک نہایت اعلیٰ قسم کا جدید چغہ سیاہ رنگ کے کشمیرا کا مجھے پہنایا گیا۔اس کے اندرونی طرف اخبار چھاپا گیا ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۳۰۰۔نمبر ۵۴۸۹)

☆ ۱۸ نومبر ۱۹۳۳ء۔" کشف دراز۔میں نے دیکھا کہ میں نے ایک دریا کو ایک طرف سے دوسری طرف عبور کیا اور میری مشایعت میں بہت سے لوگ ساتھ آئے۔میں اونچی جگہ پر ہوں۔میں پھر دریا میں اوتر پڑا ہوں اور اوس میں طوفان آ رہا تھا۔میں دریا میں ہوں اور محفوظ ہوں۔پھر میں کنارہ پر ہوں اور لوگ اوس میں ایک قسم کے چوکھٹے میں منفرداً تیر رہے ہیں اور کچھ بغیر کسی سہارے کے تیرتے ہیں۔علاوہ ازیں اور بھی نظارے دیکھے گئے،جن میں سے بعض مکروہ تھے۔میں خدا کے حضور عرض کرتا ہوں کہ بحرمت اپنے اسمائے ستاری وغفاری کے ان کو ظاہر نہ فرمائے،ہمیں معاف فرمائے۔آمین"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۳۱۴۔نمبر ۵۵۸۹)

☆ ۲۵ نومبر ۱۹۳۳ء۔" کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ ایک محل ہے۔اوس میں میز اور کرسیاں پڑی ہیں اور فرش بچھا ہوا ہے۔میزوں پر عمدہ قسم کے گرم اونی کپڑے کوٹ۔اوورکوٹ وغیرہ پڑے ہیں۔میں نے اوس کمرہ کی ساری اشیاء کو شمار کیا،تو وہ چونتیس تھیں۔صاحب مکان کا چوکیدار ہمارے لئے پتیوں والی چائے پکانے لگا،تو میں نے اس کو کہا کہ باریک سبز چاہ لے آؤ"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۳۱۷۔نمبر ۵۶۲۱)

☆ ۱۰ دسمبر ۱۹۳۳ء۔" کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ ایک چوپایہ جانور، جو کہ ایک گز اونچا ہوگا، میں اس کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہوں۔ وہ دوڑتا ہوا کبڑا ہو گیا۔ اس کو دوسری طرف سے آ کر ایک فرشتہ نے پکڑ لیا۔ تب میں نے اس کو پکڑ کر گود میں اوٹھا لیا۔ اس کے منہ کے پاس میں ہاتھ لے گیا، تو اوس نے میری انگلی کو کاٹا۔ تب میں نے اس کو مضبوط کر کے پکڑ لیا۔ پھر وہ فارسی۔ اردو زبان میں گفتگو کرنے لگا اور کئی آدمیوں کے نام لئے، جو کہ مجھے بھول گئے۔ پھر یہ الہام ہوا: ما قضیٰ بینھم ۔یعنی فرشتہ نے جن کے نام بول کر محو کر دیئے، ابھی ان کے درمیان قضاء وقدر کا فیصلہ نہیں ہوا"۔ (الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۳۲۳۔ نمبر ۵۶۹۲)

☆ ۶ جنوری ۱۹۳۴ء۔" کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ مصری کے بہت بڑے ڈلے ہیں، جو کہ بڑے وزنی ہیں جو کہ ہتھوڑوں سے توڑنے کے قابل معلوم ہوتے ہیں اور اون کے اوپر برف چمٹی ہوئی ہے۔ گویا کہ وہ سب برفانی ڈلے معلوم ہوتے ہیں اور ہم ان کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں"۔ (الہامات الٰہیہ ۔ صفحہ ۳۳۵۔ نمبر ۵۸۴۵)

☆ ۲۴ جنوری ۱۹۳۴ء۔" کشف ۔ دیکھا کہ ہم وادی نمل میں پہونچ گئے ہیں اور چیونٹیاں بے شمار ہیں۔ وہ ہمارے کپڑوں میں داخل ہو رہی ہیں"۔ (الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۳۴۳۔ نمبر ۵۹۳۴)

☆ ۱۳ فروری ۱۹۳۴ء۔" کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ ایک بادشاہ ہے، اس کے ساتھ انسانی تمثل کا فرشتہ ہے۔ وہ جدید شہر بنانے کے لئے اس کو جگہ بتاتا ہے۔ میں بھی اس کے کارکنوں میں سے ایک ہوں۔ مجھے مطبوعہ کاغذات حوالہ کئے گئے اور کہا گیا کہ اس کو خوش خط بنا کر لکھنا ہے۔ پھر حکم ہوا کہ اس کا عکس اوتارنا ہے۔

اور عکس اوتارنے کے کافی کاغذات وغیرہ کا حکم ہوا"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۳۵۲۔نمبر ۶۰۱۶)

☆ یکم مارچ ۱۹۳۴ء۔" کشف۔مجھے دکھایا گیا کہ ایک بہت بڑا چھتر ہے۔وہ بمنزلہ خوردبین کے ہے۔ایک فرشتہ اس کو پھیلاتا ہے، تو آسمان کی ساری اشیاء مجھے نظر آتی ہیں۔وہ چھتر میرے سر پر ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۳۵۸۔نمبر ۶۰۹۳)

☆ ۳ مئی ۱۹۳۴ء۔" کشف۔طبعاً آدم سے حوا اور حوا سے آدم پیدا ہوا۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۳۹۰۔نمبر ۶۴۴۴)

☆ ۱۵ مئی ۱۹۳۴ء۔" دنیا میں ہر دور سات ہزار سال کا ہوتا ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۳۹۷۔نمبر ۶۵۲۸)

☆ ۲۰ جون ۱۹۳۴ء۔" کشف میں مجھے ایک کوٹھڑی دکھائی گئی، جس میں مردے پڑے ہیں۔وہاں سے مجھے سخت بدبو آئی۔وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہاں مردے کھائے جاتے ہیں۔جب مجھے بدبو محسوس ہوئی، تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ بات واقعی ہے، یہاں مردے کھائے جاتے ہیں"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۴۱۰۔نمبر ۶۶۶۳)

☆ ۶ جولائی ۱۹۳۴ء۔" کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ میں معلم القرآن ہوں اور قرآن کریم کا درس دے رہا ہوں۔کسی مقام کا اسسٹنٹ انسپکٹر آف اسکولز ہمارے پاس سے گذرا اور میری تدریس القرآن کو اوس نے حقارت کی نظر سے دیکھا۔میں نے ایک عریضہ اسکولوں کے افیسر اعلیٰ کے سامنے پیش کیا، جو اتفاقاً ہمارے پاس آ گیا تھا۔اس نے وہ عریضہ بغور پڑھ کر حکم لکھنے کی کاروائی

شروع کی۔ میں نے افیسر سے پوچھا کہ اس میرے عریضہ (سے) اس کونقصان تو نہ پہنچے گا۔ اس نے کہا کہ آپ کی یہ عرضی اس کی بنیاد اکھیڑ دے گی۔ تب میں نے کہا کہ آپ یہ عریضہ اور یہ حکم ملتوی کر دیں۔ میں دوسرا عریضہ لکھتا ہوں۔ اس نے حکم ملتوی کر دیا اور اپنے دفتر سے مجھے ایک خالی کاغذ دے کر کہا کہ جو کچھ چاہتے ہو، اس کاغذ پر لکھ کر مجھے دے دو"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۴۱۶۔ نمبر ۶۷۴۶)

☆ ۷ جولائی ۱۹۳۴ء۔" کشف میں دیکھا کہ میرے ساتھ ایک اور فرشتہ ہے۔ ہم ایک دفتر میں جا کر داخل ہوئے۔ ایک اور فرشتہ آیا۔ اس نے افسر اعلیٰ کے پاس ایک عرضی پیش کرنا چاہی۔ وہ اس نے رد کر دی۔ ہمارے ساتھ جو فرشتہ تھا، اس نے ایک عریضہ پیش کیا، جس پر جلی حروف میں یہ لفظ تھے: منجنیق مسیح۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ ایام خوف وخطر کے ہیں"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۴۱۷۔ نمبر ۶۷۵۴)

☆ ۵ اگست ۱۹۳۴ء۔" کشف میں دیکھا کہ میں کچھ لوگوں کو نظارہ جنت دکھا رہا ہوں"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۴۲۵۔ نمبر ۶۸۷۳)

☆ ۱۲ستمبر ۱۹۳۴ء۔" کشف میں فرشتہ سامنے آیا اور اس کے ساتھ میرا وجود منضم ہو گیا"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۴۳۳۔ نمبر ۶۹۷۶)

☆ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۴ء۔" کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ افغانستان اور ہندوستان کے حدود اربعہ ایک ہی ہو گئے ہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ افغانستان ہندوستان کے اندر ہے"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۴۵۲۔ نمبر ۷۲۱۲)

☆ ۲۹ دسمبر ۱۹۳۴ء۔" کشف میں دیکھا کہ کئی مقامات میں میں نے

پھولدار ایسے پودے لگائے ہیں، جو کبھی پژمردہ نہ ہوں"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۴۵۵۔نمبر ۲۵۰۷)

☆ ۲۲ جنوری ۱۹۳۵ء۔" کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ لکڑیوں کا ایک پنجرہ بنا ہوا ہے۔اوس میں کبوتر ہیں۔جب وہ اڑتے ہیں،تو پنجرہ کو بھی ساتھ لے کر اڑ جاتے ہیں۔کشف میں میں نے اوس پنجرہ کا وزن ایک فرشتہ سے پوچھا کہ کیا ہے ۔ اوس نے کہا: ایک من دو سیر " ۔ (الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۴۶۴۔۴۶۵۔نمبر ۳۰۔۲۳۴۱)

☆ ۲۹ جنوری ۱۹۳۵ء۔" کعبہ تو بر آمد آی مدنی۔کشف میں میں نے دیکھا کہ میں کعبہ اور مدینہ ہر دو میں موجود ہوں"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۴۶۷۔نمبر ۲۳۶۹)

☆ ۱۵ مارچ ۱۹۳۵ء۔" کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ ایک عالیشان مکان ہے، وہ گرنا چاہتا ہے۔اوس کے آگے کی دیوار کے پتھر گر رہے ہیں اور وہ ہلتا ہے۔اوس وقت میں لوگوں سے کہتا ہوں: اے لوگو! اس مکان سے ہٹ جاؤ۔وہ گرنا چاہتا ہے۔میں اوس مکان سے دور چلا گیا۔ایک فرشتہ آیا اور کہنے لگا: دیکھو فورس (قوت الٰہی کا نظارہ کرو) یہ کہہ کر اس نے مکان کی دیواروں کو ہاتھ لگا کر مکان کو مع بنیادوں کے اٹھا کر دور پھینک دیا"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۴۷۹۔نمبر ۲۵۰۵)

☆ ۳۰ اپریل ۱۹۳۵ء۔" کشف میں دیکھا کہ میں بعض متصوفین اور دوسرے لوگوں سے یہ باتیں کر رہا ہوں کہ ہم متصوفین کا ایک مدرسہ بنانا چاہتے ہیں اور ایسے انسان مہیا کرنا چاہتے ہیں،جن کو عالم قبر و عالم آخرت سامنے نظر آ

جائے اور فرشتے اون سے باتیں کریں

ہر کہ صیقل بیش کرد او بیش دید
بیشتر آمد برو صورت پدید

ہم ایسے لوگ مہیا کرنا چاہتے ہیں، جن پر قرآن کریم کے حقائق و معارف کھلیں اور اون سے حب وجاہ و جلال مرجائے، جیسا کہ اس بارہ میں خدا کے عارف نے فرمایا ہے:

ننگ و نام و عزت دنیا ز داماں رتختم
یار ایزد مگر با ما بخاک امیختم

(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۴۹۷۔نمبر ۷۷۰۸)

☆ ۲۲ مئی ۱۹۳۵ء۔" کشف۔دیکھا کہ ایک بڑا کارکن فرشتہ ہے۔ وہ ٹیلی فون لگانے والا ہے۔میں نے اوس سے پوچھا کہ یہ ٹیلی فون کہاں جائے گی۔اوس نے کہا: چھ میل۔اوس نے ہمارے گھر چنگا کی طرف اشارہ کیا"۔
(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۵۰۵۔نمبر ۷۸۰۲)

☆ ۲۱ ستمبر ۱۹۳۵ء۔" کشف۔میں بین النوم و الیقظہ دیکھا کہ میرا منہ بند ہے اور آسمان سے پانی کا ایک صاف قطرہ آ کر میری زبان پر گرا اور میں اس کو پی گیا ہوں (آب حیات ہے)"۔ (الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۵۳۱۔نمبر ۸۰۴۲)

☆ ۱۳ جنوری ۱۹۳۷ء۔" کشف۔دیکھا کہ میں کسی مسجد میں ہوں۔وہاں دو فرشتے ہیں۔وہ مجھے آ کر ملے اور ایک نے دو انگشتریاں اور ایک نقشہ دیا۔اوس میں مسجد نبوی کا نقشہ تھا اور بیت اللہ کی تصویر تھی۔وہ نقشہ مٹی کا تھا۔اس کے ایک

طرف مسجد نبوی اور دوسری طرف بیت اللہ منقش تھا۔ اوس فرشتہ کا نام فضل علی تھا۔ فضل علی نے دوسرے فرشتہ کو ایک روپیہ اور انگشتری"......(نامکمل)۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ۶۷۲ ۔نمبر۹۴۷۸)

☆ ۲۰ جنوری ۱۹۳۷ء۔" کشف ۔آج میں نے حالت کشف میں دیکھا کہ زمین کے لوگ مر چکے ہیں الا ماشاء اللہ۔ سب وحشی اور درندے ضرر رساں کیڑے ہو گئے ہیں ۔اور جس طرف جاؤ، وہ انسانی صفات ہمدردی وشفقت علی الخلق کھو چکے ہیں"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ۶۷۳ ۔نمبر۹۴۹۳)

☆ ۲۷ فروری ۱۹۳۷ء۔" کشف ۔میں نے دیکھا کہ کابل کا اخبار اردو میں شائع ہونے لگا ہے۔ وہ صاف صاف حروف میں ہندوستانی طرز پر چھاپا گیا ہے۔اس کی تقطیع اخبار راھنما راولپنڈی کے برابر ہے"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۶۷۹ ۔نمبر۹۵۹۱)

☆ ۲۱ مارچ ۱۹۳۷ء۔" کشف ۔میں نے دیکھا کہ ایک کنواں ہے۔اوس میں پانی ہے۔ پانی کے اوپر فضا وخلا میں ایک سانپ اوچھلتا ہوا اوپر کو آرہا ہے۔ چنانچہ وہ صحن میں آ گیا۔ میں اوس پر کپڑے ڈال کر پکڑتا ہوں ۔چادر ڈال کر میں نے اس کو زمین پر کئی بار پٹک کر مارا۔ پھر وہ ایک سوراخ سے نکل کر میری پشت پر آ کر چمٹ گیا۔ میں نے ایک آدمی کو کہا کہ اس کو لکڑی سے پکڑ کر اوتار دو"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ۶۸۳ ۔نمبر۹۶۵۵)

☆ ۲۷ جون ۱۹۳۷ء۔" کشف ۔ مجھے ایک فرشتہ دکھایا گیا، جس کو میں کہتا ہوں: ہمارے الہام کا یہ فائدہ ہے کہ جو باتیں عقل سے اور حواس مدرکہ سے معلوم ومحسوس نہیں ہو سکتیں ، ہم ان کو خدا کی ہستی کا ثبوت ، فرشتوں کا وجود،

عذاب وثواب قبر و دوزخ وبہشت کا وجود حسی بتا سکتے ہیں"۔(الہامات الٰہیہ ۔ صفحہ ۶۹۶۔نمبر ۹۸۸۳)

☆ ۲۰ جولائی ۱۹۳۷ء۔" کشف۔ میں نے دیکھا کہ میں پانیوں پر چادر ڈال رہا ہوں اور اس چادر کے ساتھ بیشمار آبی جانور مچھلیاں وغیرہ اٹھائے جاتے ہیں۔ پھر مندرجہ ذیل الہام ہوا: اللّٰہ الذی رفع السماوات من الارض۔ نوٹ: اس میں یہ اشارہ ہے کہ سمندر سے پانی اوچھل کر خشکی پر پڑے گا۔ اس کے ساتھ بیشمار آبی جانور اٹھائے جائیں گے"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۶۹۹۔نمبر ۹۹۵۴)

☆ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۷ء۔ " فلسطین کو زیر و زبر کیا جائے گا"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۷۰۱۔نمبر ۱۰۱۱۴)

☆ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء۔" کشف۔قمطر من حدید فیه شجر مقفل۔ ثم جاء ملك فاخذه ۔ فقلت له فیه شجر لا تجعله معکوساً لئلا یکسر الشجر فیه "۔(ترجمہ از ناقل: ایک لوہے کا صندوق ہے، جس میں ایک درخت بند ہے۔ پھر ایک فرشتہ آیا اور اس نے اسے اٹھا لیا۔ میں نے اسے کہا کہ اس میں درخت ہے۔ اس لئے اس کو الٹانا نہیں، تا کہ درخت کہیں ٹوٹ نہ جائے)۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۷۱۳۔نمبر ۱۰۱۵۶)

☆ ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء۔"الـــم کے معانی وتفسیر پر خدا تعالیٰ کی شہادت۔ آج مؤرخہ ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء کو میں سحر کے وقت قرآن کریم کی سورہ بقرہ کے ابتدائی تین حروف الـــم پر غور کر رہا تھا کہ معانی جو کہ مجھے الہام کے ذریعہ بتائے گئے۔ آیا کسی مفسر نے ایسا لکھا ہے یا نہیں۔ لہٰذا میں تفاسیر کی ورق گردانی کے درپے تھا۔ اسوقت نبی کریم نے خدا کی طرف سے یہ پیغام سنایا، جو کہ جلی حروف

میں لکھا گیا تھا:ای شھادۃ اکبر من اللہ "(ترجمہ از ناقل: کون سی گواہی خدا تعالیٰ کی گواہی سے بڑھ کر ہے)۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۲۸۷۔نمبر ۱۰۳۵۲)

☆ یکم دسمبر ۱۹۳۷ء۔" کشف ۔میں نے فرشتہ کو دیکھا کہ وہ کسی الہامی بات کو دوہراتا ہے۔میں نے اس کو کہا کہ ملہم پر خدا کا کلام بغیر کسی تدبیر و تجویز و فکر کے نازل ہوتا ہے"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۲۹۷۔نمبر ۱۰۳۶۳)

☆ یکم فروری ۱۹۳۸ء۔" کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ میرے سامنے ایک آفتابی گھڑی رکھی گئی ،جس کی بلندی ایک فٹ سے زیادہ ہے۔وہ چلتی ہے۔اس پروقت ایک بج کر کئی منٹ پر تھا۔اوس کی ساخت ۱۸۱۰ء میں ہوئی تھی۔یہ سن اس کے سامنے کی طرف درج تھا"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۷۴۸)

جماعت احمدیہ سے علیحدگی

اجی نے اپنی زندگی میں دو بار انقلابی اقدام اٹھائے اور دونوں بار آپکے ماحول کا رد عمل انکے خلاف شدید تھا۔ آپ نے جوانی کے زمانے میں میرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی اور مسیح موعود مانتے ہوئے انکی بیعت کی اور جماعت احمدیہ کی رکنیت اختیار کی ۔ اس پر برادری، پیر بھائیوں اور دوسرے لوگوں نے مخالفت کا طوفان برپا کر دیا۔ اجی جانتے تھے کہ احمدیت میں شمولیت کے نتیجہ میں آپکی شہرت کو دھچکا لگے گا اور آپکی بزرگی اور آپ کے علم دین پر حرف آئے گا۔ مگر چونکہ آپ نے مطالعہ کر کے اور انشراح صدر سے احمدیت کو قبول کیا تھا، اسلئے آپ اپنے عقیدہ کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار تھے۔ آپکو آئندہ دنوں اور سالوں میں احمدیت کے ساتھ وابستگی کی بنا پر جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ، اس کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ سابقہ ابواب میں آ چکا ہے۔ جہاں پر یہ بھی بیان ہوا ہے کہ آپ کی مساعی کے نتیجہ میں آپ کے خاندان کے اکثر افراد جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ کی اپنی ڈھوک اور ہمسایہ ڈھوک حیات بخش کی نصف آبادی، جس کا آپ سے قرابت داری کا رشتہ تھا، احمدی ہو گئی تھی۔ یہ لوگ رفتہ رفتہ اپنے نئے عقیدہ میں بے حد پختہ ہو گئے اور اجی کے خالہ زاد بھائی فضل محمد خان، جن کا داماد آگے چل کر میرے والد ماجد کو بننا تھا، احمدیت کو قبول کرنے کے چھ سات سال کے اندر چنگا بنگیال سے ہجرت کر کے قادیان میں جا بیٹھے تھے، جہاں پر میری اماں اور ان کے بہن بھائیوں نے پرورش پائی۔ خالہ بیگم جی

کی شادی وہاں پر مولوی غلام نبی مصری سے ہوئی، جنہوں نے مصر میں جامعہ الازہر میں مفتی محمد عبدہ کی شاگردی میں تعلیم حاصل کی تھی۔ وہاں سے واپسی پر آپ کو قادیان میں میرزا غلام احمد قادیانی کی قائم کردہ دینی درس گاہ مدرسہ احمدیہ میں، جس کا قیام سلسلہ احمدیہ کے لئے عالم دین اور مبلغ پیدا کرنے کی خاطر تھا، مدرس اول تعینات کیا گیا۔ آگے چل کر اسی مدرسہ میں ماموں احمد خان نسیم اور میری منجھلی خالہ گلاب بی کے بیٹے محمد احمد نعیم نے تحصیل علم کیا اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کی سند حاصل کی اور اپنی زندگیاں جماعت احمدیہ کی خدمت اور تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دیں۔ چنانچہ دونوں نے عمر بھر اپنے عہد کو نبھایا۔ان کا شمار جماعت احمدیہ کے نامور علماء میں ہوتا ہے۔ ماموں احمد خان نسیم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے چھوٹے بیٹے نسیم مہدی نے بھی اپنی زندگی خدمت دین کیلئے وقف کی اور گذشتہ کئی برسوں سے جماعت احمدیہ کینیڈا کا امام اور امیر جماعت ہے۔ وہ اس وقت اس جماعت کے عمائدین میں گنا جاتا ہے۔

اجی نے اپنی زندگی کے اختتامی برسوں میں پھر ایک بار ایک انقلابی قدم اٹھایا اور جماعت احمدیہ سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا، جس کی وجوہات کا اس باب میں تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا جائے گا۔آپ نے یہ قدم نہ تو بلا وجہ اٹھایا تھا اور نہ ہی اس کے پیچھے ذاتی انا کا کوئی ہاتھ تھا۔آپ خوب جانتے تھے کہ یہ چیز آپ کی زندگی کی کہانی کو ایک المیہ ڈرامے میں بدل کر رکھ دے گی، کیونکہ اس موقعہ پر کوئی آپ کا ساتھ نہ دے گا۔ آپ خود اپنے عزیزوں سے بھی یہ توقع نہ رکھ سکتے تھے کہ وہ آپ کی خاطر جماعت احمدیہ سے قطع تعلق کرنے کو تیار ہوں گے، کیونکہ وہ لوگ اس جماعت کے نظام کا حصہ بن چکے تھے۔ان کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ سنجیدگی کے ساتھ ان وجوہات پر غور و فکر کرتے، جن کی بنا پر اجی خود اپنے سائے پر سے پھلانگنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

اجی کی زندگی کی کہانی کے آخری باب کا آغاز اس طرح ہوا کہ آپ نے اپنی کتاب "اسرار شریعت" کو، جو دو بار طبع ہو کر شائع ہو چکی تھی، تیسری بار چھاپنے کا ارادہ کیا اور کتاب کی خریداری کے لئے درخواستیں دینے والے احباب کو مطلع کیا کہ "اسرار شریعت" نئے سرے سے لکھی جائے گی۔ مگر آپ کو یہ ارادہ بار بار ملتوی کرنا پڑا، کیونکہ آپ کو ایک کشف میں کچھ روحانی قوتوں و طاقتوں کے ذکر کو شامل کرنے کا ایما ہوا تھا۔ جن کے ورود کا آپ کو ایک عرصہ تک انتظار کرنا پڑا۔ چنانچہ آپ اس بارے میں لکھتے ہیں:

"اس دفعہ کتاب اسرار شریعت کے لکھنے میں مجھے وہی غیر معمولی واقعہ پیش آ گیا، جو حضرت جلال الدین صاحب رومی کو اپنی کتاب مثنوی معنوی لکھنے میں پیش آیا تھا۔ انہوں نے مثنوی کے چھ دفتر لکھنے کا وعدہ فرمایا تھا، لیکن ایک دفتر لکھ کر خاموش ہو گئے۔ شایقین نے باقی پانچ دفتروں کے مطالبے کئے، تو بڑی مدت و انتظار کے بعد آپ نے مثنوی کا دفتر دوم اس عبارت سے لکھنا شروع فرمایا:

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد
مہلتے بایست تا خوں شیر شد
تا نزاید بخت تو فرزند نو خوں نگردد
شیر شیریں خوش شنو

یعنی مثنوی کے لکھنے میں دیر کی وجہ یہ ہے کہ آسمانی حقائق و معارف کے نزول کا انتظار تھا، جیسا کہ خون سے دودھ تیار ہونے کے لئے کچھ زمانہ وقفہ اور انتظار کرنا پڑتا ہے۔ ایسا ہی یہاں بھی انتظار کی ضرورت تھی۔ جب تک تمہارے بخت سے جدید فرزند پیدا نہ ہو جائے، تب تک تمہارے خون سے میٹھا خوشگوار دودھ بن نہیں سکتا۔ یہ خدا کا مقررہ و مستمرہ قانون ہے، اس بات کو اچھی طرح سن لو۔

خلاصہ یہ کہ اسرار شریعت کا مجھ پر پہلے آسمانی دروازہ بند تھا۔ اس لئے میں بھی خاموش تھا۔ اب وہ دروازہ کھل گیا ہے اور میرا قلم بھی رواں ہو پڑا ہے

قرآن کریم کا زندہ معجزہ دیکھنے کے خواہشمند ہمارے طریق عمل کی تعمیل کر کے دیکھ لیں

میں نے اسرار شریعت کو پہلے دو بار محض خشک متکلمین کے طریق پر لکھ کر چھاپ دیا تھا۔ خشک روٹی کھانے کے عادی اوسی پر خوش ہو گئے۔ اب ارادہ ہے کہ اس کتاب کے کچھ حصہ کو قال و حال دونوں کے ساتھ متحد کر کے منصۂ ظہور میں لایا جائے۔ قرآن کریم نے شرع اسلام کے احکام کے جو تاثیرات اور افعال و خواص بیان فرمائے ہیں، انکو میں نے بذات خود حالی طور پر مشاہدہ کرلیا ہے، وہ واقعی ایسے ہی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انکے خواص وافعال بیان فرمائے ہیں۔ پس میں اپنے مشاہدہ و تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کا پابند ہوگا، جسکو میں کچھ یہاں اپنی سوانح عمری کے ضمن میں مختصر طور پر اور اسرار شریعت میں مفصل لکھوں گا، وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے باتیں کر کے اسلامی معجزات کو بچشم خود دیکھ سکتا ہے۔ قرآن کریم کا یہ زندہ معجزہ ہر ایک طالب حق کیلئے نمایاں وعیاں ہے۔ صرف شرط یہ ہے کہ استقلال و صبر سے کچھ تھوڑی مدت قرآن کریم کے بتائے ہوئے طریق پر مجاہدہ کیا جائے۔ میں نے دیکھا ہے کہ محض جیفہء دنیا کمانے کیلئے آج کل لوگ ایم۔ اے اور دیگر امتحانات پاس کرنے کیلئے شب و روز سالہائے دراز مجاہدات میں

مشغول رہتے ہیں۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی کا شرف حاصل کرنے کیلئے کسی مجاہدہ کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم میں یہ وعدہ ہے: والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (دیکھو قرآن کا پارہ ۲۱۔ رکوع ۳) یعنی جولوگ ہماری ملاقات کیلئے مجاہدہ کرتے ہیں، ہم انکو اپنے تک پہنچنے کے راستے بتا دیا کرتے ہیں۔ یہ خدا کا اٹل وعدہ ہے

اگر خود آدمی کاہل نباشد در تلاش حق
خدا خود راہ بنماید طلبگار حقیقت را

واللہ میں نے قرآن کریم کے اس معجزہ کو بچشم خود دیکھ لیا ہے"۔
(مقدمہ اسرار شریعت۔ صفحہ ۶۔۸)

اس ۵۴ صفحوں کے رسالہ میں اجی نے جہاں اس موضوع پر بحث کی ہے کہ الہام کا سلسلہ جاری وساری ہے، وہاں یہ بھی بیان کیا ہے کہ الہام غیر نبی پر بھی ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے متعدد مثالیں دی ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنے بہت سے الہامات وکشوف درج کیئے ہیں، جن کے ذریعہ یہ ثبوت مہیا کرنا مقصود تھا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اس کے پیروؤں میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں، جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے شرف مخاطبت سے نوازا جاتا ہے۔ آپ نے اس خیال کی تردید کی کہ تقدیر نہیں ٹل سکتی اور نہ اس میں تاخیر وتقدیم ہوسکتی ہے۔ اس بارے میں آپ نے خود اپنے تجربہ سے مثالیں دی ہیں۔ اس رسالہ میں اجی نے ایک عظیم زلزلہ کی پیش گوئی کی:

"تیسری بار کا زلزلہ سخت آنے والا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اہل دنیا پر ان کی غفلت اور بے دینی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا ایک قہری تازیانہ برسے گا۔ حاکم ومحکوم راعی و رعایا گرفتار عذاب ہوں گے"۔ (مقدمہ اسرار شریعت۔ صفحہ ۱۵)

اجی نے اس رسالہ سے، جو ۲۴ دسمبر ۱۹۳۰ء کو لکھا گیا اور اغلباً سال کے خاتمہ سے پہلے یا جنوری ۱۹۳۱ء کو منظور عام پریس، لاہور سے چھپ کر شائع ہو گیا، اپنے کشوف و الہامات کی اشاعت کا سلسلہ جاری کیا۔ اسکے بعد آپ نے " کتاب الزلزلہ " کے عنوان کے تحت ٹریکٹوں کا ایک سلسلہ شروع کیا، جو تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد شائع کیا جانے لگا۔ " کتاب الزلزلہ نمبر۲" لکشمی آرٹ سٹیم پریس، راولپنڈی سے شائع ہوا۔ اسکی ضخامت ۱۶ صفحے ہے اور تاریخ تالیف ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۱ء درج ہے۔ نمبر ایک اور تین دستیاب نہیں ہیں۔ البتہ پہلے نمبر کا انگریزی ضمیمہ موجود ہے، جو چار صفحوں پر مشتمل ہے اور جس میں ۵۹ پیشگوئیاں درج ہیں۔ اس پر تاریخ اشاعت ۳۰ جون ۱۹۳۱ء چھپی ہوئی ہے۔ " کتاب الزلزلہ نمبر۴" لکشمی سٹیم پریس، پشاور سے ۱۲ دسمبر ۱۹۳۱ء کو طبع ہوا۔ جسکی ضخامت ۳۲ صفحے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے بعد اس سلسلہ کے ٹریکٹ جلدی جلدی شائع ہوئے، کیونکہ " کتاب الزلزلہ نمبر۱۱" پر تاریخ تالیف ۲۸ مئی ۱۹۳۲ء درج ہے۔ ان رسالوں میں اجی نے سینکڑوں الہامات شائع کئے اور انکو ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں بھی پھیلا دیا۔ اس بات کا اندازہ اس فہرست سے ہوتا ہے، جو مجھے اجی کے کاغذات میں سے ملی ہے اس پر سینکڑوں افراد کے پتے درج ہیں اور اس بات کا اندراج ہے کہ ان کو ٹریکٹ کس تاریخ کو بذریعہ ڈاک ارسال کیا گیا۔ اس کے علاوہ اجی نے ۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء کو ایک پوسٹ کارڈ چھپوایا، جسکا عنوان تھا: "چھ سال کے اندر قیامت نما زلزلہ آنا چاہتا ہے"۔ یہ کارڈ بہت بڑے پیمانے پر ذاتی طور پر بانٹا اور ڈاک کے ذریعہ بھیجا گیا۔

ان رسالوں کے پہلو بہ پہلو اجی نے اپنے الہامات و کشوف کو عربی اور انگریزی میں شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ چنانچہ ۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو آپ نے ایک ٹریکٹ انگریزی زبان میں شائع کیا، جس کا عنوان تھا:

Certain Revelations from the Almighty God

اس ٹریکٹ میں ۸۵ الہامات وکشوف درج ہیں ۔اگلا انگریزی ٹریکٹ ۱۶ اگست ۱۹۳۳ءکو لکھا گیا۔اس سلسلہ کا چوتھا ٹریکٹ ۱۷نومبر ۱۹۳۴ءکواور پانچواں ٹریکٹ ۱۲۱کتوبر ۱۹۳۵ءکو چھپا۔اس کے بعد اجی نے اپنے انگریزی ٹریکٹوں کو ایک نئے عنوان The Servant of the Muslims کے تحت نمبروار شائع کرنا شروع کیا۔اس سلسلہ کا آخری ٹریکٹ نمبر ۱۷تھا، جو ۱۰ اپریل ۱۹۳۸ءکو اجی کی وفات سے صرف دو ماہ قبل چھپ کر شائع ہوا۔

عربی ٹریکٹوں کا سلسلہ "خادم المسلمین" کے نام سے چھپتا رہا۔ پہلا ٹریکٹ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۶ءکو شائع ہوا۔اس کا عنوان تھا:

المکتوب المکشوف الیٰ

جلالة الملک والئی عراق خلد اللہ ملکه

اس سلسلہ کا چوتھا ٹریکٹ ،جس کی ضخامت چالیس صفحے تھی ،۴ نومبر ۱۹۳۶ءکو بعنوان ذیل شائع ہوا:

الانتباہ الیٰ اھالیء العراق

" خادم المسلمین " کا پانچواں نمبر ۲۴ دسمبر ۱۹۳۶ءکو چھپا اور آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔اس کے مخاطب ترکی کے ارکان پارلیمان تھے:

المکتوب المکشوف من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم

الیٰ ارکان الجمهوریه حکومة الترکیه

یہ ٹریکٹ اور دوسری ساری مطبوعات اجی کی طرف سے جماعت احمدیہ کے مقتدر علماء کے علاوہ امام جماعت احمدیہ میرزا بشیر الدین محمود احمد کو بھی بھجوائے جاتے رہے ۔ چنانچہ انگریزی زبان میں چھاپے جانے والے پہلے ٹریکٹ کے آخری ورق کی پشت پر اجی

نے اپنے قلم سے درج کیا: " دریائے جہلم میں طوفان کے متعلق میری پہلی پیشگوئی، جو سکنائے جہلم و مرزا محمود احمد صاحب کو بھیجی گئی تھی"۔ کوئٹہ کے زلزلہ کے سلسلہ میں اجی کی پیشگوئی جماعت احمدیہ میں اور دوسرے حلقوں میں بہت مشہور ہوئی تھی۔ آپ نے خود اس کا اعلان پشاور کی مسجد احمدیہ میں کیا تھا۔ اور دوسری جگہوں کے احباب کو بھی یہ اطلاع کر دی تھی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

> " خاکسار نے خاں صاحب ڈاکٹر عبداللہ صاحب کے ذریعہ کوئٹہ کے احمدیوں کو ۱۹۳۱ء میں پیغام دیا تھا کہ کوئٹہ سے نکل جاؤ۔ انہوں نے میاں محمود احمد صاحب سے پوچھا کہ آیا اس بات پر عمل کیا جاوے، تو میاں صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ نہ نکلو۔ بالآخر ڈیڑھ درجن احمدی میاں صاحب کے فتویٰ کی بناء پر کوئٹہ کے زلزلہ میں مؤرخہ ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کو ہلاک ہو گئے"۔ (تمہید تفسیر القرآن۔ نمبر ۸۔ لوح ۱۰۔ صفحہ ۱۲)

جماعت احمدیہ کی صدر انجمن احمدیہ کے ناظر امور عامہ اس زمانے میں سید زین العابدین ولی اللہ شاہ تھے، جن کی بہن ام طاہر سیدہ مریم مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی۔ اس شادی سے پیدا ہونے والا فرزند مرزا طاہر احمد جماعت احمدیہ کا امام اور مرزا غلام احمد قادیانی کا خلیفہ چہارم تھا۔ سید ولی اللہ شاہ کا خاندان کلر سیداں کا رہنے والا ہے، جو ہمارے آبائی گاؤں چنگا بنگیال سے صرف سات میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اجی کے تعلقات سیدوں کے اس خاندان کے ساتھ بہت لمبے عرصہ سے چلے آتے تھے، کیونکہ یہ اہل علم لوگ تھے اور پیری و مریدی ان کا آبائی پیشہ تھا۔ اجی کو قادیان سے سید ولی اللہ شاہ کے خطوط ملنے لگے، جن میں ابتدا میں مؤدبانہ مشورہ دیا گیا کہ اجی اپنے الہامات کی تشہیر نہ کریں۔ جب اجی نے اس مشورے کو قبول نہ کیا اور " کتاب الزلزلہ " کے ٹریکٹ چھاپے،

جو بڑے پیمانے پر پھیلائے جاتے رہے، تو سید ولی اللہ شاہ نے اپنے خطوط بطور ناظر امور عامہ جماعت احمدیہ لکھنے شروع کئے، جن میں اجی کو اپنے الہامات چھاپنے کی ممانعت کی گئی۔ اس کے جواب میں اجی نے لکھا کہ جماعت احمدیہ کی بنیاد ہی اس بات پر رکھی گئی تھی کہ میرزا غلام احمد قادیانی پر الہام نازل ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ کے جملہ الہامات کو "تذکرہ: مجموعہ الہامات، کشوف ورویاء" نامی کتاب میں ۱۹۳۵ء کو یکجا کر دیا گیا تھا۔ یہ کام مرزا صاحب کی وفات کے بعد مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی کے ایماء پر ہوا۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک کتاب بعنوان "حقیقۃ الوحی" لکھی تھی، جس میں اپنے اور اپنے معتقدین کی خوابوں اور الہامات کو درج کر کے یہ دعویٰ کیا تھا کہ صرف اسلام کے اندر یہ جوہر پایا جاتا ہے کہ انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے براہ راست نوازا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ اس چیز پر فخر کرتے تھے کہ جماعت احمدیہ میں بے شمار افراد صاحب الہام ہیں۔ خود مرزا محمود احمد اپنے کشوف والہامات کو فخر کے ساتھ پیش کرتے رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں درجنوں احمدیوں کا ذکر موجود ہے، جن کو صاحب کشف والہام بتایا جاتا ہے۔ مثلاً تاریخ احمدیت، جلد ہشتم، صفحہ ۲۷۴ پر حضرت ملک الطاف خان (متوفی ۱۹۳۵ء) متوطن موضع ترناب، تحصیل چارسدہ، ضلع پشاور کا ذکر خیر درج ہے، جس میں آپ کو "صاحب کشف و الہام بزرگ" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اجی کو ذیل کا الہام ہوا تھا:

☆ ۱۹ مئی ۱۹۳۶ء۔ "ہمارے زمانے کی قوم ثمود قادیانی و لاہوری ہے" (الہامات الٰہیہ۔ ص۶۲۳۔ نمبر ۱۸۷۸) اس کی تشریح اجی نے ذیل کے الفاظ میں کی ہے: "ثمد بالفتح: تھوڑا پانی۔ ثمودی پانی والے لوگ۔ یہ قوم قادیانی اور لاہوری گروہ جماعت مرزا محمود احمد و محمد علی ہے، جن کے پاس الہام کا پانی موجود ہے۔ اب وہ نہ اس کو خود پیتے ہیں اور نہ دوسروں کو پینے دیتے ہیں۔ یہ پانی مسیح

قادیانی کے مجموعہ الہامات ہیں"۔ (الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۶۲۳ ۔نمبر ۸۷۱۹)

☆ ۱۲ نومبر ۱۹۳۲ء ۔ "تم احمدی ہو اور یہاں صداقت سے احمدیوں میں انکار ہو رہا ہے۔ مرزا صاحب مدعی الہام تھے۔ انہوں نے دجال کی دھجیاں ادھیڑ دی ہیں" (الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۱۸۵۔ نمبر ۴۲۱۵)

اجی عام طور سے مشکل معاملات میں براہ راست خدا تعالیٰ سے راہنمائی کے لئے رجوع کرتے تھے۔ چنانچہ اس معاملہ میں بھی آپ نے باری تعالیٰ سے استفسار کیا، جس کا ذکر ذیل کے الفاظ میں ملتا ہے۔

☆ ۳ مارچ ۱۹۳۳ء۔ "سوال بحضور خدا: مرزا محمود احمد صاحب قادیانی اور ان کے تابعدار مجھے فرماتے ہیں کہ الہامات کی اشاعت نہ کرو۔ وہ مجھے اس کام سے روکتے ہیں۔ اس بارہ میں کیا حکم ہے۔ جواب مرحمت ہو"۔ "جواب: ان کے کہنے پر نہ چلنا۔ ان کے کہنے پر نہ چلنا۔ کیا خدا تعالیٰ کے حکم سنتے ہوئے کسی دوسرے حکم کی ضرورت ہے"۔ (الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۳۰۹۔ نمبر ۴۵۱۲)

اجی کو اس بات کا بے حد رنج تھا کہ جماعت احمدیہ میں الہام و کشوف کی وہ اہمیت نہیں رہی تھی، جو میرزا غلام احمد قادیانی کے زمانے میں ہوا کرتی تھی۔ جماعت احمدیہ کے بے شمار ارکان اس بات پر فخر مند تھے کہ ان کو سچے خواب آتے تھے اور ان کی راہنمائی خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام و کشوف کے ذریعہ کی جاتی تھی۔ چنانچہ جب اجی نے میرزا غلام احمد قادیانی کے خاص مریدوں کے حالات زندگی کو ایک کتاب میں جمع کر کے چھاپنے کا ارادہ کیا، جس کا نام " تذکرۃ الکرام و اصحاب امام مہدی معہود علیہ السلام" تجویز ہوا تھا، تو اجی کی طرف سے جماعت احمدیہ کے آرگن "الفضل"، اور اخبار "فاروق" قادیان، میں ۲۸ جون ۱۹۳۰ء کو ایک اعلان اس عنوان کے تحت شائع ہوا: "احمدی احباب غور سے پڑھیں"

۔اس میں بتایا گیا تھا کہ بانیء جماعت احمدیہ نے اپنی کتاب "ازالہ اوہام" جلد دوم صفحہ ۳۴۳۔۳۴۴ (طبع پنجم) میں تاکید کی تھی کہ آپ کے اصحاب ومبائعین کے کوائف جمع کر کے کتابی صورت میں چھاپے جائیں۔اجی نے اس ارشاد کی تعمیل کا ارادہ باندھا تھا اور اصحاب مرزا غلام احمد قادیانی سے تعاون کی درخواست کی تھی۔علاوہ دوسرے ذاتی کوائف مہیا کرنے کے احباب کو کہا گیا کہ وہ اپنے کشوف والہامات بھی درج کریں۔چنانچہ اس کے جواب میں درجنوں احمدی اصحاب نے اپنے حالات زندگی لکھ کر اجی کی خدمت میں روانہ کئے۔مگر یہ کتاب نہ چھپ سکی۔جماعت احمدیہ ایک ایسی تنظیم ہے، جس کے اراکین کوئی کتاب جماعت کی اجازت کے بغیر نہیں چھاپ سکتے۔تقسیم ملک سے قبل قادیان میں اور اب ربوہ میں کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی صدر انجمن احمدیہ کی منظوری سے ہی سرانجام پا سکتا ہے۔چنانچہ جماعت کے اخبارات کو ہدایت کر دی گئی کہ اجی کے الہامات اور "تذکرۃ الکرام" کے لئے اشتہارات نہ چھاپے جائیں۔اس بات کی شہادت "کتاب الالہامات" میں اجی کے اس اندراج سے ہوتی ہے، جس میں آپ میرزا بشیرالدین محمود احمد کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

"آپ اپنے پریس میں میری باتیں شائع ہونے دیں۔روک نہ کریں"
(کتاب الالہامات۔صفحہ ۲۰۶)۔

اجی جماعت احمدیہ کی اس روش سے بہت دل آزردہ ہوئے، کیونکہ الہامات و کشوف کو پس پشت ڈال کر جماعت نے میرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات کی خلاف ورزی شروع کر دی تھی۔اس سلسلہ میں آپ لکھتے ہیں:

"آخری زمانہ میں سب سے اول اسلامی جماعت قوم اہل حدیث پھر جماعت احمدیہ الہام کے معتقد اور اصلاح وتجدید کے دعویدار ہوئے تھے۔چنانچہ ان کے

رہنما حضرت سید احمد بریلوی و مولانا اسماعیل شہید و حضرت عبد اللہ غزنوی ثم امرتسری و حضرت غلام احمد قادیانی علیہم الرحمۃ و الرضوان کی کتابیں شاہد ہیں ۔اب عملی طور پر ان بزرگوں کے پیرو الہام کے منکر ہو چکے ہیں ۔اب ان میں ان کے ناموں اور شخصیتوں کی پرستش ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ سے قطع تعلق کر چکے ہیں"۔(خادم المسلمین نمبر ۱۶۔صفحہ ۷)

"اس زمانہ میں بھی اس عاجز کے سوا بے شمار اور لوگ صاحب الہام موجود ہیں ۔اور وہ بھی اس شہادت الٰہی کو حسب توفیق ادا فرما رہے ہیں ۔اور اس مشت خاک سے بڑھ کر مرتبہء کمال کو پہنچے ہوئے ہیں ۔اور ایسے لوگ اکثر جماعت احمدیہ ہی میں شامل ہیں"۔(مقدمہ اسرار شریعت ۔صفحہ ۴۷)

جماعت احمدیہ کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے ،تو پتہ چلتا ہے کہ اجی کی بات درست تھی ۔الہام کے مدعی اتنی بڑی تعداد میں شاید ہی کسی دوسری معاصر اسلامی تحریک میں پائے جاتے ہوں گے ،جتنے جماعت احمدیہ کے اندر پیدا ہوئے ۔مگر یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ جلد یا بدیر جماعت احمدیہ سے جدا ہو گئے یا جدا ہونے پر مجبور کر دیئے گئے ۔اس سلسلہ میں چند نام یہ ہیں:

۱۔ ڈاکٹر عبد الحکیم خان آف پٹیالہ ۲۔ چراغ دین جمونی ۳۔ الٰہی بخش اکونٹنٹ ، لاہور ۴۔ عبد الرحمٰن محی الدین لکھو کے ۵۔ غلام دستگیر قصوری ۶۔ سعد اللہ لدھیانوی ۷۔ فقیر مرزا عبد اللطیف گناچوری ۸۔ مولوی یار محمد وکیل نور پور کانگڑہ ۹۔ عبد اللہ تیماپوری ضلع گلبرگہ ۔ریاست نظام ۱۰۔ غلام محمد لاہوری ۔احمدیہ بلڈنگس ۱۱۔ صدیق دیندار ۔حیدر آباد دکن ۱۲۔ سید احمد نور کابلی ۔قادیان ۱۳۔ مولوی اسماعیل آف علی گڑھ ۱۴۔ مولوی محمد فضل خان آف چنگا بنگیال ۔ ۱۵۔ مولوی ظہیر الدین ساکن اروپ ضلع گوجرانوالہ ۔۱۶۔ صوفی محمد

اسماعیل۔حیدرآباد سندھ۔

ڈاکٹر عبدالحکیم آف پٹیالہ بیس برس تک میرزا غلام احمد قادیانی کا مرید رہنے کے بعد ان سے ایسے برگشتہ ہوئے کہ ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء کو یہ پیش گوئی کی:

"مجھے خدا نے الہام کیا ہے کہ یہ شخص تین سال کے عرصہ میں فنا ہو جائے گا، کیونکہ وہ کذاب اور مفتری ہے"۔

اس کے جواب میں میرزا صاحب نے ۱۶ اگست ۱۹۰۶ء کو ایک پیش گوئی شائع کی، جس کے الفاظ یہ تھے:

"خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں۔ وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ فرشتوں کی کھچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ پھر تو نے وقت کو نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا۔ رب فرق بین صادق و کاذب۔ اے میرے خدا صادق و کاذب میں فرق کر کے دکھلا۔ تو جانتا ہے کہ صادق و مصلح کون ہے"۔ (اشتہار ۱۶ اگست ۱۹۰۶ء)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب "چشمہ معرفت" میں لکھا:

"آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے، جس کا نام عبدالحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر ہے، جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا اور یہ اس کی سچائی کے لئے ایک نشان ہوگا۔ یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے۔ اس نے یہ پیش گوئی کی ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر خدا نے اس کی پیش گوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی ہے کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا جو اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ

رہوں گا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے، جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے، خدا اس کی مدد کرے گا" ("چشمہ معرفت"۔ صفحہ ۳۲۱)

میرزا غلام احمد قادیانی کی وفات ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی پیش گوئی میں بیان کردہ تین سالہ مدت کے اندر ۴ اگست ۱۹۰۸ء سے پہلے وقوع میں آئی، جب کہ وہ خود ۱۹۱۹ء تک بقید حیات رہے۔ اس کے مقابلے میں مولوی غلام دستگیر قصوری، مولوی اسماعیل علی گڑھ والے اور مولوی چراغ دین جمونی اپنی پیش گوئیاں شائع کرنے کے بعد میرزا غلام احمد قادیانی سے پہلے وفات پا گئے۔ اس امر کو میرزا صاحب کی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

موضع گنا چور، تحصیل گڑھ شنکر کے مولوی عبداللطیف، نے ۱۹۲۱ء میں نبی، امام مہدی اور مجدد وقت ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس نے میرزا غلام احمد قادیانی کے اس فتویٰ کو منسوخ قرار دیا، جس کی رو سے ان کی نبوت کو نہ ماننے والے کافر ہیں، جن کے پیچھے نماز پڑھنی یا ان کے ساتھ رشتہ و ناطہ کرنا حرام ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے بیشتر ملہمین نے کسی نہ کسی وقت جا کر نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ چنانچہ میں نے خود بچپن میں اپنی آنکھوں سے سید احمد نور کابلی کو قادیان میں دیکھا کہ وہ نماز جمعہ کے بعد مسجد اقصیٰ کے دروازے پر ایک اشتہار تقسیم کیا کرتے تھے، جس کی سرخی میں لکھا ہوا تھا: "احمد نور کابلی اللہ کا رسول"۔ ہماری ان کے ساتھ قرابت داری تھی، کیونکہ میرے منجھلے ماموں حافظ لعل خان ان کی صاحبزادی کے ساتھ بیاہے ہوئے تھے۔ ان کو قادیان میں اس وجہ سے برداشت کیا جاتا تھا کہ وہ مولوی صاحبزادہ عبداللطیف شہید کے شاگرد رشید تھے۔ انہوں نے اپنے استاد کی نعش

کوان کے کابل میں غیر احمدی علماء کے فتویٰ پر سنگسار کئے جانے کے بعد تن تنہا پتھروں کے ڈھیر سے نکال کر ایک قبر میں دفن کیا تھا۔ اس کے بعد خود ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے، جہاں پر وہ اپنی وفات تک مقیم رہے۔ وہ صاحب کشف و الہام تھے۔ ان کے بیان کے مطابق ان کو الہام میں نبی اور رسول کا خطاب دیا گیا تھا۔

اجی کے الہامات میں یہ دونوں القاب موجود ہیں۔ مگر اجی کی نظر میں ان کا اطلاق آپ پر نہیں ہوتا، بلکہ یہ القابات دراصل رسول اکرم صلعم کے لئے مختص ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں آپ نے درج کیا ہے:

☆ ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء۔ "سوال بحضور خدا: حضرت میرزا غلام احمد قادیانی اور میرے بعض الہامات میں نبی و رسول کے جو خطاب وارد ہوئے، یہ خطاب کس پر واقع ہیں۔ کیا یہ خطابات ہم پر واقع ہوئے یا کہ نبی کریم پر۔ جواب از خدا تعالیٰ: ما کان خطاب اللہ للغیر، محا الغیر فی عین محمد. ترجمہ: ان الہامات میں نبی و رسول کا خطاب مرزا اور تجھ پر واقع نہیں ہوا، بلکہ مرزا اور تیرا وجود محمد میں فنا ہونے کی وجہ سے غیریت مٹ گئی۔ دراصل وہ خطابات محمد صلعم پر واقع ہوئے"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۱۳۔ نمبر ۱۴۵۴)

اس موضوع کی طرف اجی دوسرے مقام پر لوٹتے ہیں اور اپنے سابقہ بیان کی مزید وضاحت کرتے ہیں، جس سے یہ مسئلہ پوری طرح کھل جاتا ہے:

"☆ ۲۳ اپریل ۱۹۳۳ء ۔ (سوال) یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ مسیح قادیانی کو اور مجھے خدا تعالیٰ نے نبی و رسول کا خطاب فرمایا ہے۔ اس سے انکار کرنا مشکل ہے۔ جواب از بندہ فضل: ہر کوئی جانتا ہے کہ شریعت کا خطاب دل پر ہوتا ہے۔ یہ خاکسار اور مسیح قادیانی حقیقت کعبہ و قرآن اور حقیقت محمدیہ کے مظہر اتم و اکمل

ہیں ۔اس بات کا ثبوت کہ آیا یہ بات واقعی ہے کہ مسیح اور فضل حقیقت محمد یہ کے مظہر ہیں، یہ ہے جو سورہ کہف میں ہے:و ربطنا علیٰ قلوبھم ۔ترجمہ:ہم نے اصحاب کہف کے دلوں پر محمد رسول اللہ کو پیوست کر دیا ہے۔پس مسیح قادیانی اور فضل کے الہامات میں جو خطاب یا ایھا النبی اورانك انت نبی آیا ہے، وہ خطاب واقعی اور حقیقی رنگ میں محمد پر ہے۔یہاں ہماری اپنی اصطلاحات جدیدہ کی کچھ ضرورت نہیں ۔خدا نے خود بتا دیا ہے۔فرمایا: یہ چشمہ محمد کے اندر سے جاری ہوا ہے"۔(کتاب الالہامات۔صفحہ۱۹۹)

میرزا غلام احمد قادیانی کے برعکس، جو اپنی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں، اگرچہ وہ اسکو ظلی نبوت کا نام دیتے ہیں،اجی اپنے لئے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کرتے اور پوری خاکساری کے ساتھ اپنے آپکو محض کاتب دربار محمدیہ لکھتے ہیں(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ۶۹۸۔نمبر۹۹۲۶)۔آپ نے دوسری جگہ پر لکھا:

"میں آخری زمانہ بعثت محمدیہ کی وحی الہیٰ کا کاتب ہوں"۔ (خادم المسلمین نمبر ۵۔۱۸اپریل۱۹۳۷ء)۔

اس بارے میں آپ اپنے ایک کشف کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:☆ "

اعلموا ایھا الاخوان انی اریت فی المنام ان اللّٰہ احیاء النبی محمد رسول اللّٰہ علیہ السلام فی عالم الملکوت علی صورۃ الملك سماوی ثم خاطبنی :کن کاتب وحیہ۔ اکتبہ و ارسلہ الی کل ذی رشد و ارشاد ۔ و قال لی انك لست بنبی و لا رسول ۔ رایتہ ینزل الوحی علیہ مثل البرق و یلقی عکسہ علی قلبی فاکتبہ و ارسلہ (الی) ممالك الارضیہ ۔ قال النبی لا نبی بعد محمد و لا یاتی نبی بعدہ ۔"

(ترجمہ: جان لواے برادران کہ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ علیہ السلام کو عالم ملکوت میں ایک سماوی فرشتہ کی شکل میں زندہ کیا۔ پھر مجھے فرمایا کہ اس کی وحی کا کاتب بن جا۔ اس کو نوٹ کرا اور اسے ذی رشد و ارشاد لوگوں کی طرف بھیج۔ اور فرمایا کہ تم نہ نبی ہو نہ رسول ۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت (صلعم) پر وحی بجلی کی طرح نازل ہوتی ہے اور اس کا عکس میرے دل پر پڑتا ہے، تب میں اسے لکھ لیتا ہوں اور دنیا کے ممالک میں ارسال کرتا ہوں۔ نبی (علیہ السلام) نے فرمایا کہ محمد کے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ کوئی نبی اس کے بعد آئے گا"۔ (ایک رسالہ کی پشت پر اجی کی تحریر)

☆ ۲۴ جولائی ۱۹۳۵ء۔" کشف میں مجھے نبی کریم (صلعم) دکھائے گئے۔ ان کی زبان مبارک پر مجھے خدا کی طرف سے یہ پیغام پہنچا کہ میں آنحضرت علیہ السلام پر نازل شدہ الہامات الٰہیہ کو قلم بند کر کے لوگوں میں شائع کروں۔ فرمایا:

قلم گوید کہ من شاہ جہانم
قلم کش را بدولت مے رسانم

(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۱۷۵۔نمبر ۷۹۲۶)

بااین ہمہ اجی کا اعتقاد میرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئیوں پر قائم و دائم تھا۔ ان پیشگوئیوں میں سے ایک بہت مشہور ہوئی، جس کا تعلق مصلح موعود کے ساتھ ہے۔ اس بارے میں کچھ لکھنے سے پہلے بہتر ہوگا کہ اس کا مکمل متن یہاں پر درج کر دیا جائے، تاکہ قاری معاملے کی نزاکت کو سمجھ سکے۔ میرزا غلام احمد قادیانی نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار شائع کیا تھا، جس میں ایک مصلح موعود کی آمد کی خوش خبری دی گئی تھی۔

" بالہام اللہ تعالیٰ عز وجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر

ہے (جل شأنه و عز اسمه) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا۔ اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت و رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں، جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عمنوائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے، جو اسکے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ و عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور

روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے، کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے)۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظهر الاول و الآخر ۔مظهر الحق و العلاء كان الله نزل من السماء ۔جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کے عطر سے ممسوح کیا ۔ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ و کان امراً مقضیا"۔ (مجموعہ اشتہارات۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۰۰۔۱۰۱)

یہ پیشگوئی، جو واضح طور پر میرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی نسل سے پیدا ہونے والے کسی مصلح موعود کی خبر دے رہی ہے، جماعت احمدیہ میں لمبے عرصے تک متنازعہ فیہ رہی۔ بہت سے لوگوں نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، جن میں بالخصوص قابل ذکر شیخ غلام محمد، احمدیہ بلڈنگس، لاہور اور میرزا بشیر الدین محمود احمد شامل ہیں۔ مؤخر الذکر تو فی الواقعہ میرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت اور تخم سے تھے۔ مگر اول الذکر نے اپنے آپ کو ان کا روحانی بیٹا قرار دیا، جس کے صفاتی ناموں سے ان کی پہچان ہوتی ہے۔ اس کے مقابلے میں اس پیش گوئی میں اجی کا نام موجود ہے یا کم از کم یہ تصور کیا جا سکتا ہے ("اس کے ساتھ فضل ہے، جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا")۔ چنانچہ اجی کو الہام ہوا:

☆ ۱۳ جون ۱۹۳۴ء۔ انت منی بمنزلة فضل عمر (تم میرے لئے فضل عمر کی منزلت رکھتے ہو)۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۴۰۹۔نمبر ۶۶۴۱)

☆ ۱۶ اپریل ۱۹۳۵ء ۔"سوال: فضل عمر کون ہے؟ جواب: فضل عمر بن غلام محمد خان ہے"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۴۹۰۔نمبر ۷۶۳۵)

☆ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۵ء ۔" مصلح موعود: فضل عمر ابن غلام محمد خان ہے"۔ (الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۵۳۴۔نمبر ۸۰۶۲)

میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی اپنے آپ کو مصلح موعود منوانا چاہتے تھے اور اس مقصد کے حصول کے لئے ایک عرصہ سے کوشاں تھے۔ مگر ان کے راستے میں ایک مشکل حائل تھی، جس کا تعلق ان کے ذاتی کردار سے تھا۔ ان پر میرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں ۱۹۰۵ء میں قاضی محمد یوسف پشاوری نے زناء کا الزام لگایا تھا، جسکی تحقیق کے لئے ایک چار رکنی کمیٹی مقرر کی گئی۔ مولوی محمد علی، جو بعد میں لاہوری جماعت کے صدر رہے، اس کمیٹی کے سربراہ تھے۔ انکا کہنا ہے کہ مرزا محمود احمد پر الزام ثابت ہو گیا تھا، مگر چونکہ چار عینی گواہ موجود نہ تھے، اس لئے کمیٹی نے ملزم کو Benifit of Doubt دے کر بری کر دیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے بیٹے کو عاق کر دینے کے ارادے کا اظہار کیا تھا۔

تیسری دہائی میں ایک اور واقعہ سکینہ بیگم کے ساتھ پیش آیا، جس نے خود میرزا محمود احمد پر الزام لگایا کہ انہوں نے اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا تھا۔ سکینہ بیگم کے خاوند مرزا عبد الحق کو علم نفسیات کا حوالہ دے کر تسلی دلا دی گئی کہ بعض اوقات جب عورتیں روحانی تعلق کی بنا پر اپنے امام سے شدید محبت کرتی ہیں، تو وہ اس جذبہ سے اس قدر مغلوب ہو جاتی ہیں کہ عالم خواب میں اپنے محبوب سے اختلاط کو بیداری کا واقعہ سمجھنے لگتی ہیں۔ مگر یہ بات سکینہ بیگم کے بھائیوں (مولوی عبد الکریم مباہلہ وغیرہ) کو مطمئن نہ کر سکی اور انہوں نے مرزا محمود احمد کو چیلنج

کیا کہ ان کے ساتھ اس بارے میں مباہلہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے "مباہلہ" کے نام سے ایک اخبار شائع کرنا شروع کیا، جس کے کئی نمبر چھاپے گئے۔ اس اخبار میں قادیان کے دوکاندار شیخ نورالدین کی صاحبزادی عائشہ کا بیان (نام کو ظاہر کرنے کے بغیر) شائع ہوا کہ اس کے ساتھ بھی میرزا محمود احمد نے یہی فعل اس کی مرضی کے خلاف زبردستی کیا تھا۔ اس کا جواب اس صورت میں دیا گیا کہ "مباہلہ" اخبار والوں کا گھر جلا دیا گیا اور چونکہ پولیس ا ن کی جانی حفاظت کی ذمہ داری اٹھانے کے لئے تیار نہ تھی، اس لئے سکینہ بیگم کے بھائیوں کو قادیان سے ہجرت کرنی پڑی۔

چوتھی دہائی میں قادیان میں ایک نیا اسکینڈل پیدا ہوا، جسکا تعلق مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر شیخ عبدالرحمٰن مصری کے بچوں سے تھا۔ کسی ذریعہ سے مصری صاحب کے علم میں یہ بات آئی کہ میرزا محمود احمد نے اسکے بیٹے بشیر احمد کو اپنی جنسی ہوس کا شکار بنالیا تھا، بلکہ بشیر احمد کی بہن پر بھی ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ مولانا مصری نے خفیہ طور پر تحقیق کی، تو پتہ چلا کہ قصر خلافت میں زنا کاری کا ایک خفیہ اڈہ بنا ہوا ہے۔ مصری صاحب نے میرزا محمود احمد کو خط لکھے اور تفتیش کرانے کا مطالبہ کیا۔ وہ خلیفہ کی معزولی چاہتے تھے۔ تاکہ نیا خلیفہ چنا جا سکے۔ میرزا محمود احمد نے اس معاملہ کو خلافت پر حملہ کا رنگ دے کر جماعت کی توجہ کو اصل الزام سے ہٹانے کی کامیاب کوشش کی۔ مصری صاحب کا ساتھ اس موقعہ پر صرف چند آدمیوں نے دیا، جن میں محمد فخر الدین ملتانی بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ وہ تاجر کتب اور پبلشر تھے، جن کی چھاپی ہوئی کتابیں آج بھی احمدیوں کے گھروں کی زینت ہیں۔ انکے ساتھ تیسرا آدمی حکیم عبدالعزیز تھا۔ انہوں نے مل کر "انجمن انصار احمدیہ" قائم کی، جس کی طرف سے قادیان میں اشتہار دیواروں پر لگائے گئے۔ ۵ اگست ۱۹۳۷ء کو فخر الدین ملتانی نے اپنے گھر کے قریب قادیان کے بازار میں ایک اشتہار چسپاں کیا، جسکا عنوان یہ تھا: "اسی

لئے تو ہم جماعت سے ایک آزاد تحقیقاتی کمیشن کا مطالبہ کرتے ہیں"۔ ٦ اگست کو جمعہ تھا ۔مرزا محمود احمد نے اپنے خطبہ میں اور شام کو ایک جلسہ عام میں جماعت کے نوجوانوں کو اشتعال دلایا گیا۔ جسکے سبب فخر الدین ملتانی نے پولیس سے حفاظت کی درخواست کی، جسے رد کر دیا گیا۔ ٦ اگست کو فخر الدین ملتانی پر قاتلانہ حملہ ہوا اور ٧ اگست کو وہ مر گیا۔ مصری صاحب کو، جن کو جماعت احمدیہ سے خارج کر دیا گیا تھا اور انکے پورے خاندان کے سوشل بائیکاٹ کا اعلان کیا گیا تھا، اپنی اور اپنے خاندان کی حفاظت کیلئے قادیان سے ہجرت کرنی پڑی۔ قاتل عزیز جفت ساز کے اس فعل کو میرزا محمود احمد نے "ایمانی غیرت" قرار دے کر اس کی تعریف کی اور جنت کی بشارت دی اور اسے پھانسی ہو جانے پر خود ایک بڑے مجمع کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اس زمانے کے احمدی اخبارات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جماعت کے اندر بے چینی اور تذبذب پھیلا ہوا تھا۔ قادیان سے باہر رہنے والے احمدیوں کو درست صورت حال کا علم نہیں تھا، نہ ہی جماعتی اخبارات میں کھل کر بتایا جاتا تھا کہ فتنہ خلافت کے پیچھے کون سے الزامات ہیں، جن کی بنا پر مرزا محمود احمد کی معطّلی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے ۔لیکن اجی کا شمار باخبر لوگوں میں ہوتا تھا، جن کو متفرق ذرائع سے قادیان کی خبریں ملتی رہتی تھیں۔ مصری صاحب کے ساتھ پیش آنے والے مفاجعہ سے پہلے اجی کے الہامات میں واضح طور پر اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ آپ کی نزدیک مرزا محمود احمد پر لگائے جانے والے الزامات درست تھے اور ان کی خلافت سے معطّلی ضروری تھی۔ چنانچہ آپ کا موقف تھا کہ میرزا محمود احمد خدا کا مامور نہیں بلکہ لوگوں کا منتخب شدہ ہے اور اس لئے اسکو اس عہدہ سے برطرف کیا جا سکتا ہے۔

☆ ۲۶ اگست ۱۹۳۲ء ۔" کشف: مجھے دکھایا گیا کہ ایک عالی شان جامع

مسجد ہے۔اوس میں سے آگ کے شعلے بہت بلند ہوئے۔میرے دل میں آرزو ہوئی کہ اس وقت ایک فائر برگید کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ ،جو علیم بذات الصدور ہے، میرے پاس فائر برگید کا عملہ کارکن فرشتوں کا بھیج دیا۔دیکھا کہ فائر برگید بڑی تیزی سے مع عملہ سیٹی بجاتا ہوا آرہا ہے۔میں نے کہا انجن کو اس حوض میں لگا دو۔ پانی اس میں بھر کر آ جائے گا۔فرشتوں کی بہت بڑی فوج آگ بجھانے میں مصروف العمل ہوگئی۔فائر گید (کذا) کا پانی مسجد کی طرف بڑے زور سے جانا شروع ہوگیا۔اس وقت خدا کی طرف سے مجھے یہ آواز آیا:قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علی ابراھیم ۔ یہ آواز آتے ہی آگ بجھ گئی۔پھر الہام ہوا: جامع مسجد سے مراد جماعت احمدیہ ہے۔پھر الہام ہوا: یہی جماعت احمدیہ ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۲۷۷۔نمبر ۵۲۲۹)

☆ ۳۰ مئی ۱۹۳۴ء۔"میاں محمود احمد خدا کا مامور نہیں،لوگوں کا مامور ہے"۔ (نوٹ: یعنی اس کو لوگوں نے مامور بنایا ہے)۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۴۰۴۔نمبر ۶۵۷۸)

☆ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۴ء۔ " اے مولوی جی وہ مر گیا۔خارج کیا گیا۔ Excluded " (نوٹ) یہ الہام قادیان کے لیڈر کے متعلق ہے کہ اوس پر روحانی موت واقع ہوچکی ہے۔اس کے بعد باقیوں پر بھی روحانی موت وارد ہو گی۔خدا فرماتا ہے:الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم و ھم حزا الموت ، فقال لھم اللّٰہ موتو ثم احیاھم ان اللّٰہ علیٰ کل شئے قدیر"(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۴۵۳۔نمبر ۷۲۲۹)

☆ ۱۳ جنوری ۱۹۳۵ء "مرزا محمود احمد مسیلمہ الکذاب"۔(الہامات الٰہیہ۔

صفحہ ۴۶۲۔نمبر ۱۳۲۱۷)اس کی تشریح آپ نے دوسری جگہ پر ان الفاظ میں کی ہے:"مرزا محمود احمد، محمد رسول اللہ کے مقابلہ میں مسیلمہ الکذاب ہے" (تمہید تفسیر القرآن۔نمبر ۸۔لوح ۱۰)

مرزا محمود احمد عام طور سے ایسے ایمرجنسی کے وقتوں میں نئی تحریکات کا اعلان کرتے تھے، تاکہ جماعت کے لوگوں کی توجہ فتنہ سے ہٹ کر اس طرف مبذول ہو جائے۔۱۹۳۴ء میں " تحریک جدید" کے نام کے تحت ایک وسیع سکیم کا اعلان کیا گیا، جسکا مقصد غیر ممالک میں تبلیغ اسلام بتایا گیا۔ دوسرا آزمودہ نسخہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات کا سہارا لینا تھا۔اس سلسلہ میں مصلح موعود کی پیش گوئی کو اپنی ذات پر چسپاں کرنا سب سے پہلے نمبر پر آتا تھا۔ چنانچہ ۲۴ جون ۱۹۳۵ء میں مرزا محمود احمد نے اس پیش گوئی کے حساس حصے کا اپنے وجود میں پورا ہونے کا دعویٰ کیا۔اس پر اجی کا ردعمل ایک کھلے خط کی صورت میں سامنے آیا، جو ہندوستان کے متعدد اخبارات میں شائع ہوا۔اس تحریر کا ایک حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

"مورخہ ۲۴ جون ۱۹۳۵ء کے پرچہ اخبار "الفضل" میں حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب آف قادیان نے غلط فہمی سے الہامی فقرہ مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء خدا کے جلالی نزول کو اپنے وجود پر چسپاں کر کے ایک بہت بڑا شرک کا دروازہ کھول دیا ہے۔فرقہ ضالہ بہائیہ بھی اسی شرک و بت پرستی میں مبتلا ہیں۔نعوذ باللہ من ھذا الاعتقاد الفاسد"۔(خبر دار۔دہلی۔۳ستمبر ۱۹۳۵ء۔اخبار سوراجیہ۔دہلی۔۱۵ستمبر ۱۹۳۵ء)

اجی اس موضوع کی طرف اپنے رسالہ "خادم المسلمین نمبر ۷" میں رجوع کرتے ہیں اور اپنی بات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اخبار "الفضل" قادیان مورخہ ۲۴ جون ۱۹۳۴ء اور ۹ جولائی ۱۹۳۷ء میں ایک

الہام کا ایک فقرہ درج ہوا ہے، جسکے سارے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔ یہی الہام مجھے کئی بار خدا کی طرف سے فرشتوں نے سنایا ہے: فرزند دلبند گرامی ارجمند **مظہر الحق و العلا کان اللہ نزل من السماء**۔ اس الہام کا مصداق صاجزادہ مرزا محمود احمد صاحب کو جماعت احمدیہ کے اکثر افراد نے غلط فہمی سے سمجھ رکھا ہے۔ اور صاجزادہ کا بھی یہی خیال ۲۴ جون ۱۹۳۴ء کے اخبار میں منقول ہوا ہے۔ یہ الہام کتاب تذکرہ کے صفحہ ۱۴۱ پر سارا درج ہے۔ حضرت میرزائے مرحوم نے حالت فنا فی الرسول میں کاتب وحی دربار محمدیہ ہوکر اپنے تئیں نبی اللہ و رسول اللہ غلط فہمی سے سمجھ لیا تھا۔ یہی حال اب جماعت احمدیہ کا ہے کہ وہ صاجزادہ صاحب کو اسکا مصداق گردانتے ہیں۔ اے برادران! خدا سیاں عورت کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوا کرتا۔ مجھے نبی کریم کے ذریعہ خدا تعالےٰ کا یہ پیغام پہنچا ہے۔ (۲) غلط فہمیوں کا سمندر موجزن ہے۔ اصلاح کرو۔ کوئی مغالطہ نہ رہے۔ اس کمال کو جو پہنچتا ہے، وہ اصلاح کرسکتا ہے۔ اے برادران واضح باتو اضح ہو کہ اس الہام مذکور میں نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلالی نزول اسم محمدیت کی پیشگوئی تھی جو کہ اب ظہور پذیر ہو رہی ہے۔ اس میں نبی کریم کے خلق جدید و نشاۃ ثانیہ کے وجود کی تخلیق کی جلالی پیشگوئی ہے، جو آنحضرت کے اپنے ہی اعمال صالح سے تیار ہوا ہے۔ ہر انسان کے اعمال سے عالم آخرت میں ایک وجود تیار ہوتا ہے۔ وہ اسکا **نتیجۃ الاعمال** وفرزند کہلاتا ہے۔ قرآن کی یہ آیت اسی بارہ میں ہے: الیہ یصعد الکلم الطیب و العمل الصالح یرفعہ (۲۲ / ۱۴) اس الہام کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آسمان سے خدا نازل ہوکر عورت کے پیٹ سے پیدا ہو گیا۔ یہ خیال رکھ کر تم مسلمان کیسے کہلا سکتے

ہوں۔ میری تم سے جدا ہونے کی یہی وجہ ہے"۔ (خادم المسلمین نمبر ۷۔ مطبوعہ ۲۲ جولائی ۱۹۳۷ء مطابق ۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ)

اجی کے لئے اب با قاعدہ طور پر اعلانیہ جماعت احمدیہ سے علیحدہ ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ اس سے پہلے آپکی تحریروں میں اس طرف صرف اشارے ملتے ہیں۔

☆ ۶ نومبر ۱۹۳۴ء ۔"لوگو! مرزا محمود کے تخت سے جدا ہو جاؤ" (الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۴۴۴ ۔نمبر ۱۱۱۳۷)۔

☆ ۲۳ جنوری ۱۹۳۵ء ۔" کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ فرشتہ جبرئیل سامنے آ گیا اور فرمایا: تساڈے دلے وچ ایہہ گل پے گئی ہے، جے تسی مرزائی نہیں ہو"۔ (الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۴۶۵ ۔نمبر ۷۳۴۹)۔"جواب از بندہ: بے شک یہ بات درست ہے۔قرآن کریم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام احمد اور محمد ہیں۔پس بدیں لحاظ میں احمدی اور محمدی ہوں۔اور مرزائی دنیا میں کوئی مذہب نہیں ہے، لہذا میں مرزائی نہیں ہوں، بلکہ احمدی اور محمدی ہوں اور لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں"۔(اشتہار شائع شدہ ۲۳ جنوری ۱۹۳۵ء)

اجی کا ایک مضمون "اہلحدیث"، امرتسر، کی اشاعت ۸ فروری ۱۹۳۵ء میں چھپا، جس میں آپ نے جماعت احمدیہ کو مخاطب کر کے لکھا:

"...... جو عذاب الٰہی سے بچنا چاہیں، وہ محمود احمد و محمد علی سے الگ ہو کر مدینہ میں میرے ساتھ تعارف پیدا کریں"۔

مضمون کے آخر میں آپ براہ راست جماعت کے عہدے داران سے خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جملہ علمائے کرام قادیان وممبران صدر انجمن میری عرضداشت توجہ سے سنیں: آپ صاحبان اگر میرے مذکورہ بالا ترجمۃ القرآن والہامات کو افترا علےٰ اللہ جانتے ہیں، تو مفتری علیٰ اللہ انسان از روئے قرآن وحدیث مقبرہ بہشتی میں داخل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا میری وصیت کے اموال مجھے بھیج دیں" (اشتہار: "تفاسیر وتراجم القرآن میں تیرہ سوسال کی اغلاط کی اصلاح"۔ تاریخ اشاعت: ۲۳ جنوری ۱۹۳۵ء مطابق ۱۷ شوال ۱۳۵۳ھ۔ (نقل شدہ در اہلحدیث۔ امرتسر۔ ۸ فروری ۱۹۳۵ء بمطابق ۳ ذیقعد ۱۳۵۳ھ)

مرزا محمود احمد کے بارے میں اجی کی رائے اب مستحکم ہو چکی تھی کہ وہ خلافت کے عہدہ کے لئے بہر صورت ناموزوں آدمی ہیں، جو مختلف حیلوں اور بہانوں سے اپنی جاگیر بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں اور اس مقصد کے لئے چندوں کا نظام قائم کیا ہوا ہے، جس کے بل پر لوگوں کو اپنا مرہون منت بنا رکھا ہے۔ اجی نے ۳ جنوری ۱۹۳۶ء کو نوٹ کیا:

"محمود لوگوں سے چندے جمع کر کے قادیاں میں رہنے والے علماء کا رب بنا ہو ہے"۔ (تمہید تفسیر القرآن لاحمد آخر الزمان۔ نمبر ۸۔ لوح ۱۰۔ صفحہ ۲۸)

میرزا محمود احمد نے اجی کو بھی خریدنے کی کوشش کی تھی، جس میں انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ اس بات کا علم اجی کے ایک خط سے ہوتا ہے، جو آپ نے اکتوبر ۱۹۳۰ء کو میرزا محمود احمد کے نام لکھا تھا۔ اس میں اجی ان سے پوچھتے ہیں:

"آپ نے بعض اوقات میرے نام روپے روانہ کئے ہیں، ان کا کیا حساب ہے"

یعنی آپ مجھے کیوں یہ رقم بھیجتے ہیں اور مجھ سے توقعات وابستہ کرتے ہیں، جو میں پوری کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اگر یہ چندے کی رقم ہے، جو تبلیغ اسلام کے لئے جماعت کے مخلصین ادا کرتے ہیں، تو اس کا درست استعمال ہونا چاہیے۔ واضح ہے کہ اس

خط کے بعد اجی کے نام کوئی منی آرڈر قادیان سے نہیں آیا۔

جنوری ۱۹۳۶ء تک اجی حتمی طور پر میرزا محمود احمد سے علیحدگی کا فیصلہ کر چکے تھے۔ جس پر جماعت احمدیہ کے کئی ممبر بدکاری کا الزام لگاتے آ رہے تھے اور متعدد عورتوں نے اپنے ساتھ زنا بالجبر کی شکایت کی تھی۔ حتیٰ کہ لاہور ہائی کورٹ میں ایک خاتون نے نالش بھی کی تھی۔ مگر ان میں سے کسی معاملہ کی تفتیش ہوئی نہ ہی عدلیہ نے اس سلسلہ میں کوئی کاروائی کی۔ اس وقت تک البتہ کسی نے میرزا محمود احمد پر لواطت کا الزام نہیں لگایا تھا۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری نے بھی ابھی اس بات کا چرچا نہ کیا تھا کہ ان کے بیٹے بشیر احمد کے ساتھ ایسا مجرمانہ فعل ہو چکا ہے۔ انہوں نے اس بات کو دو سال تک خفیہ رکھا، البتہ پوشیدہ طور پر تحقیق شروع کر دی تھی۔ ۲۹ جون ۱۹۳۷ء کو انہوں نے پہلا اور ۱۳ جولائی ۱۹۳۷ء کو دوسرا پوسٹر شائع کیا، جن میں علاوہ دوسری باتوں کے ذیل کی عبارت پائی جاتی ہے:

"موجودہ خلیفہ سخت بدچلن ہے۔ یہ تقدس کے پردہ میں عورتوں کا شکار کرتا ہے۔ اس کام کے لئے اس نے بعض مردوں اور بعض عورتوں کو بطور ایجنٹ رکھا ہوا ہے۔ ان کے ذریعہ یہ معصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو قابو میں کرتا ہے۔ اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے، جس میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور اس سوسائٹی میں زنا ہوتا ہے"۔

حیرت کی بات ہے کہ اجی اس سے بہت پہلے میرزا محمود احمد کے اخلاق کو جان چکے تھے۔ بلکہ قادیان سے کئی سو میل دور اپنے گاؤں میں بیٹھے ہوئے آپکو یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ موصوف لواطت سے بھی شغف رکھتے ہیں۔

☆ ۲۹ جنوری ۱۹۳۶ء ۔"میاں محمود احمد کے بارہ میں ارشاد من جانب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی: ہم سے کیوں علاحدہ ہو، اس کی وجہ بیان

کرو۔ وجہ مندرجہ ذیل ہے: قرآن میں پیشگوئیاں بطریق امثال وارد ہوئی ہیں
۔ مجھے خداتعالیٰ سے یہی تعلیم ہوئی ہے ۔میاں محمود احمد صاحب سے علاحدہ
ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی سورہ اعراف میں خداتعالیٰ میاں محمود احمد
صاحب کی تعریف بالفاظ ذیل فرماتا ہے ۔ ملاحظہ ہوسورۃ اعراف رکوع ۹" ۔
(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۵۸۱ ۔نمبر ۸۴۰۴)

جوکوئی سورۃ اعراف کا رکوع ۹ نکال کر پڑھتا ہے۔اسکوذیل کی آیات وہاں پر ملتی ہیں:و لوطاً اذ قال لقومه اتا تون الفاحشه ما سبقكم بها من احد من العالمين ۔ انكم لتاتون الرجال شهوة من دون النساء ، بل انتم قوم مسرفون ۔(ترجمہ:جب لوط نے اپنی قوم سے کہا: کیاتم ایک فحش چیز کا ارتکاب کرتے ہو، جوتم سے پہلے کسی نے دنیا میں نہیں کی ۔تم شہوت کی تسکین کی خاطر عورتوں کی بجائے مردوں کی طرف جاتے ہو۔تم لوگ یقیناً تمام حدود پر سے پھلانگنے والے ہو)

اگر چہ اجی ۱۹۳۴ء سے لکھ رہے تھے کہ " بچنا چاہتے ہو،تو مرزامحموداحمد سے ہٹ جاؤ"اور"وہ (یعنی) مرزامحموداحمداس قابل نہیں ہے کہ اس کوتخت پر رکھا جائے"،مگر ۱۹۳۶ء تک آپ نے جماعت احمدیہ کونہیں چھوڑا تھا ۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی عزت اورتوقیر بدستورآپ کے دل میں جاگزین تھی ۔ جماعت احمدیہ سے علیحدگی کے وقت کی تعیین بھی خود آپ کی ایک تحریرسے ہوسکتی ہے۔جواخبار"اہلحدیث"،امرتسر میں شائع ہوئی۔

قادیانی مشن

مولوی فضل خان صاحب ساکن چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی کا مکتوب

"میں محمدی ہوں"

قادیانی اور لاہوری دونوں پارٹیوں سے علیحدگی

اخبار "اہلحدیث" میں مولوی صاحب موصوف کو ہمیشہ احمدی (مرزائی) لکھا جاتا رہا۔ جس کی وجہ ہمارے پاس تھی اور ہے۔ مگر اب مولوی صاحب ممدوح نے ایک مراسلے میں اپنی احمدیت سے انکار کیا ہے، جو درج ذیل ہے (مدیر)

" مکرمی محترمی مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علیکم!

مندرجہ ذیل سطور اخبار میں چھاپ کر ایک غلط فہمی کا ازالہ فرما دیں۔

۲۳ جولائی ۱۹۳۷ء کے اخبار اہلحدیث صفحہ ۶ پر میرے متعلق کچھ ایسی باتیں شائع ہوئی ہیں، جن سے غلط فہمی ہو سکتی ہے۔

(۱) ایک یہ ہے کہ اخبار میں مجھے احمدی لکھا گیا ہے، حالانکہ میں موجودہ سلسلہ احمدیہ قادیانیہ و لاہوریہ سے بالکل جدا اور ان کے خیالات سے مبرا ہوں۔

(۲) احمد نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اس سلسلہ کا نام ایک الہام کو (کذا) غلط فہمی سے اپنے فرقہ احمدیہ کا نام رکھا ہے اور موجودہ پیروان مرزا محمود احمد صاحب اور مولوی محمد علی صاحب اسی خیال پر اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ یہ بات سراسر غلط اور جہالت ہے۔...... پس آپ مجھے احمدی نہ لکھیں...... میں محمدی ہوں۔ مجھے محمدی لکھا جائے۔

(۳) آپ نے مجھے مرزا صاحب کا راسخ الاعتقاد مرید لکھا اور ان سے فیض یافتہ شمار فرمایا ہے۔ یہ بات بھی غلط ہے۔ مرزا صاحب نے ماہ دسمبر ۱۸۸۸ء میں

لوگوں کو مرید بنانے کا اعلان فرمایا تھا اور میری بیعت اور میرا مکالمہ محمد رسول اللہ علیہ السلام سے مرزا صاحب کے اعلان سے پہلے ۳ مارچ ۱۸۸۸ء کو نو ماہ پہلے سے ہے۔ اب جائے غور ہے کہ کون بڑا ہے۔ مکالمہ وصحبت نبوی کے بعد ۱۶ جنوری ۱۸۹۸ء کو نو سال کے بعد مرزا صاحب کے ساتھ میری ملاقات ہوئی۔ اب غور فرمائیں کہ کون اسبق واقدم ہے۔ عالم ارواح میں خاکسار کا نام ناظر عالم روحانیت ہے، جس کو انگریزی میں انسپکٹر آف سپر چوال ورلڈ کہتے ہیں۔ پس میرے لئے ضروری تھا کہ ہر مدعی الہام کی جانچ و پڑتال لوح محفوظ کے ساتھ کروں۔ اور اس کو ملوں اور اس کے حالات کو بغور دیکھوں اور اس کی باتیں لوگوں کو سناؤں اور خود سنوں اور موازنہ کروں اور جو لوح محفوظ سے مخالف ہو اس کا نام کاٹ دوں۔

میرا طریق ونظام حضرت مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم ومغفور پر ہے۔ جو کہ بیس سال کی عمر میں ۱۲۵۰ھ میں محمد رسول اللہ علیہ السلام سے فیض یاب ہو کر عامل بالقرآن واحادیث نبویہ معین مقرر ہوئے تھے۔ مجھے یہی امر دربار نبوی سے صادر ہوا ہے کہ جو الہام قرآن واحادیث نبویہ کے مخالف ہو اس کو رد کیا جاوے۔ وہ قابل عمل نہیں۔ موجودہ سلسلہ احمدیہ کو توڑنے کی یہی وجہ ہے کہ ان میں بہت سی الہامی باتیں قرآن واحادیث کے مخالف مشرکانہ رائج ہو چکی ہیں۔

مجھے بار بار دربار نبوی سے یہ حکم صادر ہوا ہے کہ موجودہ مذاہب جن کے نام حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔ قادری، سہروردی، چشتی وغیرہ فرقے ہیں مٹ جائیں گے اور صرف محمد رسول اللہ صلے علیہ وسلم کے محمدی فرقہ کے مسلمان عامل بالقرآن واحادیث نبویہ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل......قائم رہیں گے

اور دنیا کی موجودہ حکومتیں جو میری ان باتوں سے متفق نہ ہوں مٹ جائیں گی۔
اس کام کی معیاد بیس سال کے اندر ہے۔

میں محمدی ہوں اور میرے نام کے ساتھ محمد رسول اللہ علیہ السلام کا اسم مبارک زیبا ہے۔ میرے والدین نے میرا نام فضل رکھا تھا اور میری قوم میں اب تک یہی نام مشہور ہے۔ عرصہ چالیس سال سے عشق محمدی کی وجہ سے ایک اپنی مہر میں یہ شعر میں نے کندہ کرایا تھا:

محمد فضل است غلام محمد

فدانت جانم اے جان محمد

راقم۔ خاکسار المعروف مولوی فضل محمدی۔ فضل عمر۔ مقام چنگا بنگیال۔ براستہ گوجر خان۔ ضلع راولپنڈی"

اہلحدیث: مولوی فضل خان صاحب اگر احمدیت سے علیحدہ ہو گئے ہیں، تو ہمارے ناظرین بلکہ جملہ مسلمانوں کے لئے موجب مسرت ہے۔ مگر ہم جو آج تک ان کو احمدی لکھتے اور سمجھتے رہے کیا وہ کسی غلط فہمی یا کسی غلط اطلاع پر مبنی تھا، نہیں بلکہ موصوف کی اپنی تحریر اس پر شاہد ہے جو درج ذیل ہے:

موجودہ قادیانی اور لاہوری جماعت احمدیہ سے میری جدائی اور عام مسلمانوں کے ساتھ میرے شامل ہونے کی وجہ

مندرجہ ذیل الہامات قادیانی اور لاہوری جماعت احمدیہ کے متعلق ہیں۔ میرے ذریعہ کافی نشانات دیکھنے کے باوجود انہوں نے اسی لئے اظہار حق نہیں کیا کہ مبادا وہ خاکسار کی طرف منسوب ہو جائیں اور ان کے پیشوا صاحبان اور ان کے دوسرے احباب کے تعلقات میں کمی واقع ہو کر ان کی عزت میں فرق آ جائے۔"

میں پورے چالیس سال ۱۶ جنوری ۱۸۹۷ء سے لیکر آخر ۳۶ءتک سلسلہ احمدیہ میں منسلک تھا۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس صداقت کا علیٰ رؤس الاشہاد اظہار حق کرتا ہوں کہ مجھے نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی طرف سے بارہا مندرجہ ذیل پیغامات ارشاد فرمائے کہ موجودہ قادیانی پیشوا اور اسکے پیرو اور موجودہ لاہوری جماعت احمدیہ کا پیشوا مولوی محمد علی صاحب اور اسکے اطاعت پذیر و مددگار گمراہی میں گرفتار ہیں۔ان سے جدا ہو جاؤ۔فرمایا انہوں نے شرک کیا ہے۔ان اللہ لا یغفر ان یشرك به و یغفر ما دو ن ذالك"۔(رسالہ خادم المسلمین نمبر ۵۔مطبوعہ ۱۸ مئی ۱۹۳۷ء مطابق ۷۔ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

اہلحدیث: مرقومہ عبارت کی جس سطر پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے۔ناظرین عموماً اور مولوی صاحب خصوصاً اسے ملاحظہ کر کے اہلحدیث کی راست گوئی پر مہر تصدیق ثبت فرمائیں۔بہرحال ہمیں خوشی ہے کہ مولوی صاحب آج کامل محمدی اور مکمل اہل سنت بن کر جماعت المسلمین میں داخل ہو گئے ہیں۔اسکی خوشی میں ہم یہ شعر پڑھتے ہیں:

کون کہتا ہے تم ہم میں جدائی ہو گی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

(اہلحدیث۔امرتسر۔۱۳ اگست ۱۹۳۷ء)

اجی کیلئے یہ بات بہت تکلیف کا موجب تھی کہ آپ کی اولاد اور دیگر قرابت دار آپکا ساتھ دینے اور احمدیت کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے۔وہ لوگ تو یہ بھی برداشت نہ کر سکتے تھے کہ اجی کھلے بندوں اہل السنۃ والجماعت کی مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کریں۔یہ مسجد اجی کے مکان کے پچھواڑے میں پائی جاتی ہے، جہاں پر ایک روز نمازیوں کو یہ دیکھ کر

حیرت اور خوشی ہوئی کہ ابا جی انکے ساتھ نماز ادا کرنے کیلئے تشریف لائے تھے۔ان کی خواہش تھی کہ ابا جی روز نماز پڑھنے کیلئے آیا کریں، بلکہ امامت کرایا کریں۔مگر میری اماں نے، جنکے ماں باپ قادیان میں مقیم تھے اور جن کا بھائی جماعت احمدیہ کا مبلغ بن کر برما گیا ہوا تھا، ابا جی کو گھر سے باہر جا کر نماز ادا کرنے سے روک دیا۔ابا جی کا مندرجہ ذیل کشف اس بارے میں ہے۔

☆ ۲۷ جنوری ۱۹۳۸ء۔" کشف۔میں نے دیکھا کہ میں کسی شہر میں ہوں۔اس کے کوچے اور آمد و رفت کے ایک دوسرے گھر کی طرف راستے بند ہیں۔ایک فرشتہ آیا۔اس نے میرے مکان کا راستہ، جس میں مجھے محبوس رکھا ہوا تھا، آ کر میرے مکان کی دیوار توڑ کر مجھے باہر نکال دیا"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۳۰۷۔نمبر ۱۰۳۸۱)

ابا جی اپنے بچوں کی طرف سے ہونے والی مخالفت کا ذکر بار بار کرتے ہیں اور ان کے لئے نہ صرف خود دعا کرتے ہیں، بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

☆ ۱۵ نومبر ۱۹۳۷ء۔" کشف۔آج نبی کریم تشریف لائے اور فرمایا: میں فلاں جگہ جاتا ہوں اور وہاں سے کھڑا کھڑا واپس آتا ہوں۔سوال بحضور نبی کریم: مرے بچوں کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ ان کے دلوں پر (سے) پردہ ہٹا دے اور ان کو راستی سمجھ آجائے اور سیدھے راستہ پر آجائیں"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۳۲۳۔نمبر ۱۰۴۱۳)

☆ "مرزا محمود احمد صاحب اور میری جسمانی اولاد آپس میں متفق اور مسیح اور میرے عقیدہ سے اب تک انجان و جدا ہیں۔خدا کرے وہ ہمارے قرآنی عقیدہ

سے متفق ہو جائیں۔ یہ نتیجہ تھا ہمارے نسیان کا کہ نسیان سے بے وقت ہم نے پھل کھایا اور ہماری اولاد اب تک ہمارے قرآنی حالات سے انجان اور الگ ہیں۔ اے خدا جب کہ تو نے ہم ہر دو کی توبہ قبول کر کے اپنے اعلیٰ ترین قرب کا شرف بخشا ہے اور محمد رسول اللہ علیہ السلام کو ہمارے ساتھ کر دیا ہے، تو ہماری رحلت سے پہلے ہماری جسمانی اولاد کو بھی ہمارے حالات سے آگاہ کر اور ان پر رحم فرما اور حقائق الاشیاء کا ان کو علم عطا کر۔ اے خدا ان کے لئے دعا وسفارش کی اجازت مرحمت کر ان رحمتك وسعت "۔ (تمہید تفسیر القرآن نمبر ۵۔ صفحہ ۱۹)

☆ ۵ اگست ۱۹۳۷ء ۔" کشف۔ میں نے دیکھا کہ میں مع نبی کریم و دیگر صحابہ کرام ابی بکر و عمر و عثمان و علی علیہم السلام مسجد میں مقیم ہوں اور ایک شخص کوئی اور بھی ہے ۔ مگر وہ شخص اکیلا ہم پر مسجد میں پتھر پھینک رہا ہے اور زبان سے ہمارے اور صحابہ کرام کے بارہ میں سب الفاظ کہہ رہا ہے"۔ نوٹ: یہ بات مورخہ ۷ اگست ۱۹۳۷ء صبح کو پوری ہوگئی ۔ کہ میں مسجد میں مقیم تھا (اور) اخویم خواجہ کرمداد میرے پاس مسجد میں علے الصباح آئے اور فرمایا مرزا محمود احمد خلیفہ ہے اور تمہارے الہام غلط اور جھوٹے ہیں اور محمود کو نہ ماننے والے گمراہ ہیں ۔ نوٹ: پتھروں سے مراد ہمارے بھائی صاحب کے غلط الفاظ ہیں" (الہامات الٰہیہ ۔ صفحہ ۷۰۵ ۔ نمبر ۱۰۰۲۱)

☆ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء ۔ رایت بعض الناس یصلون بی و بعضهم یصلون علاحدة منی و رایت بعضهم یحملون علی، فالتفت الیهم فقلت: لا تفعلوا هکذا ، فهم انتهوا من هذا ـ فقال بعضهم ما تقول

فی النبوة ، فقلت لهم لا نبی بعد المحمد ۔ ثم قال اثنین منهم ادع لنا بالخیر ، فدعیت لهما فذهبوا (ترجمہ: میں نے بعض لوگوں کو اپنے ساتھ نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا، اور بعض دوسرے مجھ سے علیحدہ نماز ادا کر رہے تھے۔ اور میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ مجھ پر حملہ کر رہے تھے۔ میں ان کی طرف مڑا اور میں نے کہا: ایسا نہ کرو۔ اس پر وہ رک گئے۔ ان میں سے بعض نے پوچھا: تم نبوت کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ میں نے ان سے کہا: محمد کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس پر ان میں سے دو نے کہا: ہمیں خیریت کے ساتھ روانہ کرو۔ میں نے ان کو جانے دیا اور وہ چلے گئے)۔ (کتاب الالہامات۔ صفحہ ۲۴۶)

پیش گوئیاں

الہام کی خصوصیات میں سے ہے کہ ملہم کو قبل از وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئندہ کسی وقت پیش آنے والی باتوں کی خبریں ملتی ہیں۔ یہ چیز دنیاوی لوگوں کی نظر میں ان کے سچے ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہے، جب کہ ملہم کو کسی ایسے ٹسٹ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چونکہ دوسروں کے لئے یہ چیز اہمیت رکھتی ہے، اس لئے ملہمین بسا اوقات ان باتوں کی تشہیر کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، جن کے پورے ہونے کی انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے خبر دی جاتی ہے۔

اجی کو کثرت کے ساتھ ایسے الہام ہوئے، جو قبل از وقت شائع کر دیئے گئے اور پھر عین اسی رنگ میں پورے ہوئے۔ واضح ہے کہ یہاں پر ان میں سے صرف ایک محدود تعداد کو پیش کیا جا رہا ہے۔ بعض الہام اجی کی زندگی میں پورے ہو گئے تھے، جب کہ دوسرے آپ کی وفات کے بعد پورے ہوئے یا آئندہ کسی وقت ان کے پورے ہونے کی توقع رکھی جا سکتی ہے۔ اجی کو زلزلوں کے آنے کی اتنی کثرت کے ساتھ خبر ملی کہ جب آپ نے اپنے الہام شائع کرنے شروع کئے، تو اس سلسلہ میں چھاپے جانے والے رسائل کو "کتاب الزلزلہ" کا نام دیا۔ یہاں پر صرف دو زلزلوں کا ذکر کیا جائے گا، جو اجی کی زندگی میں وقوع میں آئے اور جن کے بارے میں خود آپ نے ثبوت مہیا کئے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس معاملہ میں اجی کے اور میرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات میں ایک گونہ مماثلت پائی

جاتی ہے۔دونوں نے زلزلوں کے آنے کی پیش گوئیاں کی تھیں۔

نیپیر کی تباہی کی پیش گوئی

نیپیر (Napier) نیوزی لینڈ کے ہوکس بے پروونشل ڈسٹرکٹ کا صدر مقام ہے اور ملک کے دارالسلطنت ویلنگٹن سے ۱۷۰ میل کے فاصلہ پر جنوبی ساحل پر نارتھ آئی لینڈ کے مشرقی طرف واقع ہے۔ یہ مقام اپنی قدرتی خوبصورتی اور خوشگوار آب وہوا کے سبب ٹورازم کا مرکز ہے۔اس کی آبادی تیس ہزار نفر کے لگ بھگ ہے۔جنوری ۱۹۳۱ء میں اجی نے اس شہر کی قسمت کے بارے میں دو کشوف دیکھے، جو اسی وقت شائع کر دیئے گئے۔ کیونکہ اجی اس زمانے میں اپنے کشوف و الہامات کو باقاعدگی کے ساتھ ہفتہ وار رسالوں کی صورت میں چھاپ رہے تھے۔

☆ ۱۰ جنوری ۱۹۳۱ء۔کشف۔"میں نے دیکھا کہ نیپیر کے نفط کے تالابوں پر میرا گذر ہوا۔وہ بیچ میں بعض جگہ سے پختہ اور بعض جگہ سے خام ہیں۔اون پر مٹی محسوس ہوئی۔ وہاں ایک اونٹ تھا، جو مجھ پر حملہ آور ہو رہا تھا۔ایک فرشتہ کو میں نے کہا کہ اسکو پکڑ لو"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۹)

یہی کشف " کتاب الالہامات "میں ذیل کے الفاظ میں درج ہوا:

☆ ۱۰ جنوری ۱۹۳۱ء۔ایک تالاب ہے۔وہ بیچ میں سے بعض جگہ سے پختہ ہے اور بعض جگہ سے خام ہے۔اوس میں مٹی پڑ گئی ہے۔اسکے کنارے پر ایک اونٹ مجھ پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔اسکے پاس فرشتہ کھڑا ہے۔میں نے اس کو کہا کہ اس کو پکڑ لو۔تعبیر: اونٹ شیطان ہے اور روکنے والا فرشتہ ہے۔تالاب سے

مراد نیپیر واقعہ نیوزی لینڈ کے مٹی کے تیل کے تالاب ہیں "۔ (کتاب الالہامات۔صفحہ ۲۰۔نمبر ۱۴۲)

دنیا کے فنا ہونے والے مقامات کا اجمالی نقشہ

مندرجہ ذیل مقامات میں یہ قوت استعمال کی جائے گی

شہر نیپیر واقعہ نیوزی لینڈ

☆ ۱۴ جنوری ۱۹۳۱ء۔ "میں نے دیکھا کہ شہر نیپیر واقعہ نیوزی لینڈ میرے سامنے نمودار ہوا۔ میں اوس کی گلیوں اور کوچوں اور مکانات میں پھرتا ہوں۔ اون سب میں بجز ایک اونٹ کے کوئی آدمی مجھے دکھائی نہیں دیتا۔ وہ اونٹ میری آمدورفت اور کام میں ہارج ہو رہا تھا اور مجھ پر حملہ آور تھا۔تب میں اوس شہر سے باہر چلا آیا۔جب میں شہر سے باہر آیا،تو دو فرشتے دیکھے گئے۔ایک روپے گن رہا تھا۔دوسرے نے کہا: آپ کے نام اخبارات وغیرہ ہیں۔اوس نے وہ مجھے تقسیم کر دیئے۔ میں نیپیر کے شمالی جانب بلند مقام پر کھڑا ہوا،تو اس وقت مجھے فرشتہ نے یہ آواز دیا: زلزلہ۔اس وقت میرے سامنے مٹی اور ملبہ اور کھنڈرات کے نشانات نمودار ہونے لگے۔پھر دوسری بار فرشتہ نے کہا: ہزاروں مکانوں کے نقشے بدل گئے۔پھر تیسری بار فرشتہ نے کہا: پندرہ ہزار مکان ایک منٹ میں تباہ ہو گئے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۰۔نمبر ۱۶۱۔۱۶۲)

یہی کشف " کتاب الالہامات " میں ذیل کے الفاظ میں درج ہوا ہے۔

☆ ۱۴ جنوری ۱۹۳۱ء۔" کشف۔مغربی ممالک کے کئی شہر میرے سامنے

نمودار ہوئے ۔ میں ان کی گلیوں میں پھرتا ہوں ۔ وہ سب پختہ اور عالی شان مکانات ہیں ۔مگر اون میں بجز ایک اونٹ کے کوئی آدمی مجھے نظر نہیں آتا۔ وہ اونٹ میرے کام اور میری آمدورفت میں ہارج ہورہا ہے۔تب میں اون شہروں سے باہر چلا گیا،تو دوفرشتے دیکھے۔ایک نے مجھے کہا کہ آپ کے نام اخبارات ہیں لے لو۔ وہ اس نے مجھے دے دیئے۔ جب میں نیپیر کی شمالی جانب جا کر کھڑا ہوا،تو مجھے فرشتہ نے کہا: زلزلہ۔تب میرے سامنے مٹی اور ملبہ اور کھنڈرات کے نشانات نمودار ہونے لگے۔تب میں نے سمجھ لیا کہ غربی مما لک پر عذاب آنا چاہتا ہے ۔ پھر دوسری بار فرشتہ نے مجھے یہ پکار بآواز بلند کہہ سنائی: ہزاروں مکانوں کے نقشے بدل گئے ۔ پھر تیسری بار فرشتہ نے کہا: ایک منٹ میں پندرہ ہزار مکان تباہ ہوگئے"۔(کتاب الالہامات۔صفحہ۲۲)

یہ کشف صرف سولہ دنوں کے اندر حقیقت بن گیا۔اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اجی لکھتے ہیں:

"یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔مؤرخہ ۳ فروری ۱۹۳۱ء کو نیپیر واقع نیوزی لینڈ میں اس وحی الٰہی کے مطابق سولہ دن کے بعد زلزلہ آیا۔جس کے حوالے مندرجہ ذیل اخبارات لاہور سے مل سکتے ہیں: ٹریبیون۔انقلاب۔سیاست۔سول اینڈ ملٹری گزٹ۔۵۔۶۔۷۔۸۔فروری ۱۹۳۱ء۔مٹی کے تیل کے پچاس تالاب،جن کا ذکر ۱۰ جنوری ۱۹۳۱ء کے کشف میں ہوا،سب نذر آتش ہو گئے۔ چالیس میل کے اندر کوئی آبادی، پہاڑ فنا ہونے سے نہیں بچا۔ اخبارات مذکور لکھتے ہیں: چالیس (میل) کے اندر پہاڑوں اور دریاؤں کے ساحل بدل گئے ہیں ۔اور نیپیر صفحہ زمین سے بالکل مٹ گیا ہے۔میں نے نیوزی لینڈ کے گورنر کو چھٹی لکھی

تھی کہ مجھے مرنے والوں اور نقصانات کی فہرست بھیج دی جائے ۔ گورنر نے مرنے والوں کی فہرست اور وہاں کے حالات انگریزی میں ٹائپ کروا کے مجھے بھیج دیئے ہیں ، جو میرے پاس موجود ہیں ۔ ہزارہا مکانات اور پہاڑ اون کی طرح اڑ گئے ہیں ۔سب دریاؤں کے ساحل بدل گئے ہیں"۔(الہامات الٰہیہ ۔ صفحہ ۱۰)

اجی کے لئے یہ شہر یکسر اجنبی تھا، جس کو اٹلس کی مدد سے تلاش کرنا پڑا تھا۔اس شہر میں پیش آنے والی تباہی کا نقشہ دو بار دکھایا جانا اور اجی کا اس کشف کو شائع کر دینا اس قدر غیر معمولی امور ہیں، کہ انسان ان کو آسانی کے ساتھ ایک طرف نہیں دھکیل سکتا۔اس شہر کے بارے میں اجی کو کشف ہونا اس واقعہ سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے، جو ذیل میں کوئٹہ کے حوالہ سے بیان کیا جائے گا ، کیونکہ کوئٹہ میں اس زمانہ میں آپ کا منجھلا بیٹا عبدالرؤف خان ملازمت کے سلسلہ میں مقیم تھا۔اس لئے یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ اپنے بیٹے کی سلامتی کے جذبات کے زیر اثر اجی کو وہاں پر آنے والے زلزلہ کے خدشات کشفی رنگ میں متمثل ہو کر نظر آئے۔

بلوچستان میں آنے والے زلزلوں اور کوئٹہ کی تباہی کی پیش گوئی

بلوچستان کے زلزلوں کے بارے میں اجی کی متعدد پیش گوئیاں قبل از وقت شائع ہو کر پوری ہوئیں۔ان پیش گوئیوں کے سبب اجی کو جماعت احمدیہ کے اس وقت کے سربراہ میرزا بشیر الدین احمد محمود احمد کی ناراضگی بھی مول لینی پڑی۔بعض لوگوں نے اجی کو مطعون کیا، بلکہ ایک بیرنگ خط میں آپ کی پیش گوئی کا مذاق اڑایا گیا۔اجی نے اپنی کتاب "آواز آسمانی" میں بلوچستان میں متوقع زلزلے کی پیش گوئی چھاپ دی تھی ۔ چنانچہ میرے والد عبدالرؤف

خان نے اجی کی ہدایت کے مطابق کوئٹہ سے تبدیلی کروالی۔اجی نے اس بارے میں پشاور کی احمدیہ مسجد میں اعلان کرا دیا تھا اور کوئٹہ کے سابقہ امیر جماعت احمدیہ خان صاحب ڈاکٹر عبداللہ صاحب کے ذریعہ وہاں کے احمدیوں کو ۱۹۳۱ء میں پیغام دیا تھا کہ کوئٹہ کو چھوڑ جائیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے میرزا محمود احمد سے پوچھا کہ کیا اس بات پر عمل کرنا چاہیئے۔انہوں نے فتویٰ دیا کہ نقل مکانی کی کوئی ضرورت نہیں۔(حوالہ کے لئے دیکھیں: تمهيد تفسير القرآن لاحمد آخر الزمان مصنفہ مولوی محمد فضل خان۔(۱۸اپریل ۱۹۳۶ء) نمبر ۸۔لوح ۱۰۔صفحہ۱۲)۔مگر اجی نے اپنے جہاد کو جاری رکھا اور اپنے رسالوں " کتاب الزلزلہ" میں، جو نمبر وار چھپتے تھے، بار بار اس پیش گوئی کو شائع کیا۔(حوالہ کے لئے دیکھیں: کتاب الزلزلہ نمبر۱ اور کتاب الزلزلہ نمبر۲۔صفحہ۱۴۔۱۵اور کتاب الزلزلہ نمبر۴۔صفحہ ۶۔۷)۔اس سلسلہ کے چند الہامات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

☆ ۳ اگست ۱۹۳۱ء۔" زلزلہ ستائیس دن کے اندر آئے گا" (الہامات الٰہیہ۔صفحہ۶۶۔نمبر۹۳۲)

☆ ۸ اگست ۱۹۳۱ء۔" ستائیس کو ایک واقعہ " (الہامات الٰہیہ۔صفحہ۶۸۔نمبر۹۶۰)

کوئٹہ و بلوچستان میں ۲۷ اگست ۱۹۳۱ء کو شدید زلزلہ آیا، جس کی ابتداء ۲۵ اگست کو ہوئی اور ۲۷ اگست کو شدید تر ہو گیا۔اس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ کوئٹہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔

☆ ۳ نومبر ۱۹۳۱ء۔" سوال۔بلوچستان کے جس پہاڑ سے اب زلزلہ اٹھے گا، اس کی بلندی کیا ہے؟ جواب۔وہ پہاڑ سات ہزار فٹ اونچا ہے۔کشف میں دیکھا کہ جبرئیل سامنے آ گیا۔ نبی کریم نے فرمایا: یہ جبرئیل ہے۔ بعد ازاں جبرئیل نے فرمایا: وہ سات ہزار فٹ اونچا ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ۹۲۔نمبر

۱۳۱۴)۔اس بارہ میں اجی نے دوسری جگہ پر ایک نوٹ لکھا ہے، جس کا متن یہ ہے: "۳ نومبر ۱۹۳۱ء کو خدا تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا (اور اس کا نام بتایا)۔ یہ وہ فرشتہ ہے، جس کو ہمارے ملک کے لوگ کہتے ہیں کہ تیرہ سو سال گذر گئے ہیں، اب اس کا زمین پر آنا بند ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ آتا ہے۔ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ آ کر کھڑا ہو گیا اور مجھے کہا کہ وہ پہاڑ سات ہزار فٹ اونچا ہے"۔ (کتاب الزلزلہ نمبر ۴۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۱ء۔ صفحہ ۷)

زلزلوں کے بارے میں پیش گوئیاں شائع کرتے ہوئے اجی کے سامنے بالخصوص عیسائی دنیا تھی، جیسا کہ آپ کے درج ذیل چیلنج سے واضح ہوجاتا ہے۔

عیسائی دنیا کو چیلنج

"او عیسائی دنیا! مسیح ناصری علیہ السلام نے کہا ہے کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا، تو اس پہاڑ سے کہو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائیگا اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ بات درست ہے۔ دیکھو متی باب ۱۷۔ آیت ۲۰۔ جس پہاڑ کا میں نے ذکر کیا ہے اب وہ ہلے گا اور زمین کو سخت دھکا لگے گا۔ یہ محمدؐ نبی کے پیرو کا دعویٰ ہے۔ اب دنیا میں مسیح ناصری کے پیرووں میں کیا کوئی ہے، جو اس پہاڑ کو کہے کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور نہ سرکے۔ یا یوں کرو کہ کو(ئی) مسیح ناصری کا پیرو خدا سے منظوری حاصل کر کے اعلان کرے کہ فلاں قطعہ کا پہاڑ سرک جائے گا اور ہل پڑے گا اور میں خدا تعالیٰ سے اذن لیکر اوس ساری زمین کے پہاڑوں کو نہ ہلنے

دوں گا اور نہ سرکنے دوں گا اور کوئی زلزلہ نہ آسکے گا۔عیسائیو! اگر تم میں ایسا کوئی نہیں ،تو پھر اپنے ایمان کی فکر کرو۔جس کی تم پوجا کرتے ہو، وہ مر گیا۔وہ زمین میں مدفون ہے۔دیکھو عیسائیو میں نے تم پر اتمام حجت کردی"۔(کتاب الزلزلہ نمبر۴۔مطبوعہ ۱۲دسمبر ۱۹۳۱ء۔صفحہ ۷)

☆ ۱۷نومبر ۱۹۳۲ء۔" کوئٹہ زلزلہ سے تباہ ہونا چاہتا ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۸۷۔نمبر ۴۲۳۴)

☆ ۵مئی ۱۹۳۳ء۔"بلوچستان پر زلزلہ وطوفان آنا چاہتا ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۲۳۷۔نمبر ۴۷۶۵)

☆ ۲۶اپریل ۱۹۳۵ء۔"زمین کھل کر نگل جانے والی ہے۔آپ کو پوچھنے کی ضرورت نہیں"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۴۹۴۔نمبر ۷۶۸۵)

☆ ۲۹مئی ۱۹۳۵ء"فرشتوں کے کمانڈر انچیف کو کہا گیا آیا آپ قطعہ بلوچستان،کوئٹہ وغیرہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں"(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۵۰۷۔نمبر ۷۸۲۱)

اجی نے اپنے رسالہ مطبوعہ ۱۴فروری ۱۹۳۵ء۔صفحہ ۸۔سطر ۲ میں لکھا تھا:"ہزارہ و کوئٹہ کا نقشہ اور اس کے پہاڑوں کی ہیت بدل جائے گی"۔دوسری جگہ پر آپ لکھتے ہیں:" کچھ اشتہارات اس بارہ میں پیش کئے گئے تھے،تو حکم ہوا کہ خاموش رہو۔پہلے ان کو بہت بیدار کیا گیا،مگر وہ غافل رہے اور خاکسار کو کوئٹہ والوں کی طرف سے گندی گالیوں کا اشتہار اور بیرنگ خط پہنچا تھا۔شکریہ سے لے کر خدا کے حضور پیش کیا گیا کہ وہ زندگی کے فیشن سے بہت دور چلے گئے ہیں"۔(تمہید تفسیر القرآن۔(۱۸اپریل ۱۹۳۶ء) نمبر ۸۔لوح ۱۰۔صفحہ ۱۶۔۱۷)

چنانچہ ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کے روز تین بجے صبح ایک ہولناک زلزلہ آیا، جس کا دورانیہ صرف پچیس سیکنڈ تھا، مگر اس عرصہ میں کوئٹہ شہر ملیا میٹ ہو گیا۔ پندرہ سے بیس ہزار تک کوئٹہ کے شہری اور ان کے علاوہ مستونگ کے علاقہ میں مزید اتنی ہی تعداد میں افراد مارے گئے۔ کوئٹہ کی آبادی ۱۹۳۵ء میں ستر ہزار کے لگ بھگ تھی۔ زلزلہ کے فوراً بعد یکم جون کو کوئٹہ میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا، جو چار ہفتوں کے بعد ۲۸ جون کو اٹھایا گیا۔ اس دوران میں ۳۳۰۰۰ ہزار افراد کو شہر سے نکال کر لاہور اور کراچی منتقل کیا گیا۔

اجی کی پیش گوئیوں کے پورے ہونے کی شہادت بہت سے لوگوں نے دی ہے، جن میں سے یہاں پر چند شہادتیں درج کی جاتی ہیں۔

☆ خان بہادر مولوی غلام حسین صاحب پشاور، جو میرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے میرزا بشیر احمد کے خسر اور صدر انجمن احمدیہ کے انتظامی بورڈ کے ممبر تھے۔ آپ ان مرکزی ممبران میں سے تھے، جنہوں نے میرزا بشیر الدین احمد محمود احمد کی خلافت کو ۱۹۱۴ء میں قبول نہیں کیا تھا اور لاہور میں انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد رکھی تھی۔ آپ اپنے خط مؤرخہ ۵ ستمبر ۱۹۳۵ء میں لکھتے ہیں: "آپ کے ٹریکٹ مجھے پہنچ گئے تھے۔ آپ کی پیش گوئیوں کو غور سے دیکھتا ہوں۔ آپکی بعض پیش گوئیاں پوری ہوئی ہیں۔ چنانچہ رہتک کے متعلق اور کوئٹہ کے متعلق آپ کی پیش گوئیاں پوری ہو چکی ہیں"۔

☆ سید عبدالجبار شاہ صاحب سابق والی سوات بعد ازاں مدار المہام ریاست انب ضلع ہزارہ اپنے خط مؤرخہ ۱۶ جون ۱۹۳۵ء میں تحریر کرتے ہیں: "آپ کی پیش خبری کے مطابق کوئٹہ نمونہء قیامت نے طول وعرض ہند کو اس طور سے متزلزل کر دیا ہے کہ کوئی ایسا ضلع و شہر شاید ہند و افغانستان و یاغستان کا ہوگا،

جس کے باشندوں میں سے کوئی بلکہ چند خاندان نذر زلزلہ نہ ہوئے ہوں گے۔ آپ کے الہامات پچانویں فی صد نہایت وضاحت سے اللہ تعالیٰ پورے کر رہا ہے"۔

☆ منشی فضل عظیم صاحب منشی فاضل بھیروی لکھتے ہیں:" کوئٹہ کے بارہ میں حضرت مولوی محمد فضل خان صاحب کی پیش گوئی بالکل حرف بحرف پوری ہوئی، جو کہ آپ نے اپنے خدا سے علم پا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی کی برکت سے " کتاب الزلزلہ " ۴ مندرجہ ذیل الفاظ سے ۳۱ دسمبر ۱۹۳۱ء کو شائع کی ہے کہ بلوچستان کے ایک پہاڑ سے اب زلزلہ اٹھ کر ایک قطعہ کو تباہ کر دے گا۔ نیز رسالہ مطبوعہ ۱۴ فروری ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ سطر ۲ میں بالفاظ ذیل پیش گوئی کی ہے کہ ہزارہ و کوئٹہ کا نقشہ اور اس کے پہاڑوں کی ہیئت بدل جائے گی"۔

☆ قاضی محمد یوسف صاحب احمدی پشاوری لکھتے ہیں:" میں اظہار شہادت حقہ میں کتمان حق کو گناہ جانتا ہوں۔ اس واسطے گواہی دیتا ہوں کہ جناب مولانا مولوی محمد فضل خان صاحب احمدی نے بہت سے ممالک اور شہروں میں زلازل آنے کی قبل از وقت خبر دی تھی اور زلزلہ کوئٹہ بھی ان میں شامل تھا، جو اپنے وقت پر پوری شوکت اور ہیبت کے ساتھ ظہور میں آیا۔ میں ان پیش گوئیوں کو سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند حضرت احمد مسیح موعود کی صداقت پر شہادت حقہ جانتا ہوں، جن سے فیضیاب ہو کر مولوی محمد فضل خان صاحب کو یہ توفیق دی گئی۔ والسلام۔ خاکسار قاضی محمد یوسف احمدی۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۵ء"۔

☆ مولوی کرم داد صاحب مقام دوالمیال۔ ضلع جہلم اپنے خط مؤرخہ ۲

اکتوبر ۱۹۳۵ء میں لکھتے ہیں: "خاکسار جناب کی یاد آوری کا از حد مشکور ہے۔ زلزلہ کوئٹہ کے متعلق آپ نے جو تحریر فرمایا، اس کے جواب میں عرض ہے کہ بیشک آپ کی پیش گوئی ان فیوض کے طفیل پوری ہوئی، جن کو آپ نے قادیان میں رہ کر حاصل کیا ہے"۔

☆ ڈاکٹر عبدالمجید صاحب، سول ہسپتال، کوئٹہ، اپنے خط مؤرخہ ۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء میں لکھتے ہیں: "یہاں کے زلزلہ کے حالات سے تو جناب کو بخوبی علم ہو گیا ہو گا۔ آپ نے ۱۹۳۱ء میں کوئی پیش گوئی کی تھی۔ اگر چہ زلزلہ اس وقت بھی خطرناک تھا۔ زلزلوں کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ میرے دو بچے بھی زلزلہ میں دب کر فوت ہو گئے ہیں۔ بی بی اور ایک لڑکی اور ایک لڑکے کو ملبہ کے نیچے سے بمشکل زندہ نکال سکا، جس کو گھر بھیج دیا ہے۔ نئی آبادی۔ بابو محلّہ۔ غریب آباد اور کوئٹہ کے تمام بازار تباہ ہو گئے ہیں۔ شہر کی صفائی ہو رہی ہے۔ سرکاری بنگلوں کا ملبہ اٹھایا جا رہا ہے۔ تین سال تک ملبہ بمشکل اٹھایا جائے گا۔ اب کی دفعہ ارتھ پروف مکان بنائے جائیں گے۔ اب بھی گاہ بگاہ زلزلہ آتا رہتا ہے"۔

☆ ڈاکٹر نواب علی صاحب پنشنر۔ مردان لکھتے ہیں: "اے وہ ذات اقدس جس سے باری تعالیٰ ہم کلام ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے اسرار اور زیادہ آپ پر کھولے اور روحانی معارج پر روز بروز ترقی کرے۔ آپ کے رسالے وقتاً فوقتاً مجھے ملتے رہتے ہیں۔ نہایت غور سے مطالعہ کرتا ہوں اور دیگر اصحاب کو بھی پڑھنے کے لئے دیتا ہوں۔ خاص کر مولوی معین الدین صاحب اور میاں محمد یوسف صاحب کو۔ وہ آپ کی پیش گوئیوں کی تصدیق کرتے ہیں"۔

☆ چوہدری نعمت اللہ صاحب گوہر بی۔اے۔ ہیڈ ماسٹر جلال آباد مغربی،

ضلع فیروز پور اپنے خط مؤرخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں لکھتے ہیں: "میں نعمت اللہ گوہر صحابی مسیح موعود علیہ السلام اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت مولانا مولوی محمد فضل کی بعض پیش گوئیاں حرف بحرف پوری ہوگئی ہیں۔ اور بہت سی پیش گوئیاں ابھی پوری ہونی باقی ہیں۔ ۱۔ چوہدری فتح محمد کے گھر میں ایک واقعہ۔ ۲۔ زلزلہ کوئٹہ۔ ۳۔ راونڈ ٹیبل کانفرنس میں مسلمانوں کی فتح۔ ۴۔ مولوی ظفر علی کی حکومت مٹادی جائے گی۔ ۵۔ قادیاں میں بعض جہال کی شرارت۔ ٦۔ تعزیری چوکی۔ الہامی پیش گوئیاں پوری ہوگئی ہیں۔ میں ان کو ان الہامات کے پورا ہونے سے پہلے منجانب اللہ سمجھتا تھا اور اب تو واقعات نے ان کی صداقت پر مہر ثبت کردی ہے"۔

(اجی نے اس خط پر یہ نوٹ لکھا ہے: "میں نے چوہدری نعمت اللہ خان صاحب کو خط کے ذریعہ اطلاع دی تھی کہ فتح محمد سیال کے گھر پر دردناک واقعہ ہونا چاہتا ہے۔ چنانچہ ان کی بیوی مرنے سے معصوم بچے رہنا حسرت ناک موت ہے"۔)

معاملات قضاء وقدر

انسان کی زندگی اور موت کا معاملہ بہت نازک ہے۔ کوئی شخص محض اٹکل سے یا دوسرے ذریعہ سے اپنی یا کسی اور کی موت کا وقت نہیں جان سکتا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو کوئی اپنی بے وقوفی کی بنا پر اس میدان میں قدم رکھتا ہے، اس کو منہ کی کھانی پڑتی ہے۔ اگر صاحب الہام کو اس بات کا علم قبل از وقت ہو بھی جاتا ہے، تو وہ اکثر اس بات کو اپنے تک محدود رکھتا ہے، سوائے اس امر کے کہ اس کو یقین ہو کہ اس کو اجل مبرم نہیں بلکہ اجل معلق سے آگاہ کیا

گیا ہے، جس کو صدقات اور صدق دل سے توبہ کرنے کے ذریعہ ٹالا جا سکتا ہے۔ ایک ایسا معاملہ اجی کی زندگی میں پیش آیا، جس کا تعلق جماعت احمدیہ کی ایک معزز ہستی سے تھا۔ اجی اس وقت تک ابھی جماعت احمدیہ سے متعلق تھے، مگر آپ کو اس فرقہ کے سربراہ مرزا بشیرالدین احمد محمود احمد کی طرف سے پیغامات مل رہے تھے کہ اپنے الہامات کو شائع کرنے کا سلسلہ بند کر دیں۔ اجی کی " کتاب الزلزلہ " کے بعض ٹریکٹ قادیان کے " اللہ بخش سٹیم پریس" سے چھپے تھے، مگر اس کے بعد جماعت کی انتظامیہ کی طرف سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ آپ کی کوئی تحریر نہ چھاپی جائے۔ جماعت کے اخبارات نے بھی آپ کی چیزیں چھاپنی بند کر دی تھیں اور معاوضہ کے عوض بھی اجی کے الہامات کو چھاپنے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔ جب اجی کو امیر جماعت احمدیہ دہلی کے بارے میں خدا تعالیٰ نے اطلاع دی کہ ان کی موت کا وقت قریب ہے، تو آپ نے امیر صاحب موصوف کی خیر خواہی کے خیال سے یہ خبر ان تک پہنچائی اور چند بہی خواہوں کو بھی آگاہ کر دیا، تا کہ سند رہے۔ اس بارے میں اجی کی ایک تحریر سے ذیل کی عبارت نقل کی جاتی ہے:

امیر جماعت احمدیہ دہلی کی وفات

"بابو اعجاز حسین صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ رئیس دہلی کے معاملات قضاء و قدر کے حالات سے دو بار خدا تعالیٰ نے مجھے اطلاع فرمائی کہ اون کی موت کا وقت قریب ہے۔ لیکن یہ اجل مسمی نہیں بلکہ غیر مسمی اور مبرم نہیں بلکہ معلق ہے۔ لہٰذا اونکی خیر خواہی کیلئے ان کو میں نے رسالہ بھیج کر خط بھی لکھا کہ میری غریبانہ عرض داشتوں پر توجہ فرمائیں، کوئی توجہ نہ ہوئی۔ شمس الدین صاحب اور مولوی عمر الدین صاحب شملوی کو خبر دی گئی کہ وہ انکو آگاہ کریں۔ اور میرا انکو آگاہ کرنا انکو

غموم وھموم میں مبتلا کرنے کی خاطر نہ تھا، بلکہ مجھے خدا تعالیٰ نے اطلاع فرمائی ہے کہ جو تیرے کہنے پر چلیں گے بچ جائیں گے۔ پس میں نے انکے بچاؤ کی خاطر ڈاکٹر شمس الدین صاحب مقیم تراھا بہرام خان، دہلی، کو خط لکھے کہ وہ انکو خبر دے دیں اور مولوی عمر الدین صاحب شملوی کو زبانی پیغام دیا۔ افسوس میری پکار پر کسی نے کان نہ لگائے، حتیٰ کہ قضاء وقدر کا حکم الٰہی زمین پر آ گیا اور مرحوم کو لے گیا۔ چونکہ مرحوم مغفور حضرت مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے ارکان کے زیر اثر تھا، اسلئے مجھ جیسی گمنام ہستی پر ان کو اعتبار نہ آیا"۔

ذیل میں چند شہادتیں ان لوگوں کی درج کی جاتی ہیں، جن کو اجی نے مہینوں پہلے بابو اعجاز حسین صاحب کی متوقع وفات کے بارے میں اطلاع دی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر شمس الدین صاحب کو اجی نے ۲۵ ستمبر ۱۹۳۴ء کو ایک کارڈ لکھا تھا کہ "احباب کو بتادو۔ کارڈ کو محفوظ رکھو۔ دہلی کے ایک بڑے احمدی کا وقت قریب ہے"۔ پھر آپ نے مولوی عمر الدین صاحب شملوی کو راولپنڈی میں ملاقات ہونے پر بابو اعجاز حسین صاحب کا نام لے کر یہ پیغام دیا کہ "وہ اب جلد از جلد توبہ کریں، کیونکہ اون کی موت کا وقت بہت قریب ہے"۔

☆ ادائے شہادت حقہ از طرف ڈاکٹر شمس الدین صاحب

" حضرت مولانا مولوی فضل صاحب دام ظلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مدت سے آپ کی خیریت معلوم نہیں ہوئی۔ کیا باعث ہے۔ آپ کی پیش گوئی کے ماتحت کل جمعرات دس گیارہ بجے بابو اعجاز حسین صاحب امیر جماعت دہلی و رئیس ٹرام سے گر پڑے۔ پسلی اور ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ رات گیارہ شب انتقال کر گئے۔ انا الیہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم معزز اور احمدیہ جماعت دہلی کے بڑے بھاری اور رئیس آدمی تھے۔ چار سینما اون کے چل رہے ہیں۔ آپ کو مبارک ہو

کہ خدا کی بات پوری ہوئی ۔ آپ کی پیش گوئی والا خط میرے پاس محفوظ رکھا ہے۔خاکسار شمس الدین۔۲۹۔جون ۱۹۳۵ء"۔

☆ ڈاکٹر شمس الدین صاحب کا دوسرا خط

" حضرت مولوی صاحب دام ظلہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ جنازہ کی نماز کے بعد میں نے اور مولوی عمر الدین صاحب نے آپکی پیش گوئی ہزاروں آدمیوں میں سنائی اور ماسٹر آسان اور دیگر احمدی گواہوں نے گواہی دی کہ اب سے سات ماہ پیشتر ڈاکٹر شمس الدین صاحب نے ہمیں خط دکھایا تھا۔ ڈاکٹر صاحب سچ کہتے ہیں۔ایک خط ہے، جس میں بابو صاحب کو مخاطب کر کے آپ نے لکھا ہے کہ مجھے آپکے بارہ میں دو مرتبہ تفہیم ہو چکی ہے۔آپ اصلاح کر لیں، ورنہ پچھتائیں گے...... یہ دونوں خط میرے پاس محفوظ ہیں، جو صاحب دیکھنا چاہیں، میرے پاس آ کر دیکھ لیں۔ میں نے دونوں خط بابو اعجاز حسین صاحب مرحوم ۔ ماسٹر محمد حسن آسان ۔ مولوی عمر الدین صاحب شملوی اور کئی اور احمدیوں کو جب آئے، انہی دنوں پڑھ کر سنا دیئے تھے۔ مولوی صاحب نے گواہی طلب فرمائی ہے۔لہٰذا برائے اشاعت ارسال کرتا ہوں۔ خاکسار شمس الدین۔ترا ہا بھرام خان۔دہلی"۔

☆ ادائے شہادت حقہ منجانب مولوی عمر الدین صاحب شملوی

" بخدمت فیض درجت مولوی محمد فضل خان صاحب چنگوی ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ نے مجھے راولپنڈی میں فرمایا تھا کہ میں حضرت امیر بابو اعجاز حسین صاحب کو آپ کا یہ پیغام دے دوں کہ وہ اب جلد سے جلد توبہ کریں، کیونکہ اون کی موت کا وقت بہت قریب ہے اور آفت سر پر ہے۔اس سے پیشتر

آپ نے بذریعہ خط لکھا تھا کہ دہلی کی جماعت کا سب سے بڑا آدمی جلد مرنے والا ہے۔ راولپنڈی میں آپ نے نام لے کر فرمایا تھا۔ لیکن اس خبر کو میں نے دانستہ ان تک نہ پہنچایا۔ میں دل میں اس خبر کو پہنچانے میں شرماتا تھا۔ لیکن آہ ۲۷ جون ۱۹۳۵ء کی شب کو بابو اعجاز حسین امیر جماعت احمدیہ ٹریموے سے ٹکرا کر سخت مجروح ہوجانے کے باعث ۱۲ گھنٹے کے اندر فوت ہوگئے۔ انا لله و انا الیه راجعون۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ آپ کی یہ پیش گوئی بڑی صفائی سے پوری ہوئی۔ کاش میں آپ کا پیغام بابو صاحب کو دے دیتا، تو شاید توبہ کی صورت میں قضاء آسمانی بدل جاتی۔ کوئٹہ کے زلزلہ کی خبر بھی مجھے یاد ہے۔ وہ بھی پوری ہوئی۔ میں آپ کے ملہم من اللہ ہونے پر پہلے بھی یقین رکھتا تھا۔ لیکن اب مجھے کامل یقین حاصل ہوگیا ہے۔ راقم خاکسار عمرالدین احمدی شملوی۔ ۲۹ جون ۱۹۳۵ء"

☆ ادائے شہادت حقہ از طرف ابوالعطاء امجد صاحب از دہلی

" مکرم و معظم و علیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ ڈاکٹر صاحب نے آپکا سلام مجھے پہنچا دیا۔ میں آپ کی عنایت کا مشکور ہوں۔ بابو اعجاز حسین صاحب مرحوم کے متعلق ڈاکٹر صاحب کے پاس جو آپکے خطوط تھے، وہ میں نے قبل از وقت سنے تھے۔ دوسرے بھی انشاء اللہ ڈاکٹر صاحب سے لے کر پڑھوں گا۔ خدا تعالیٰ آپکی امداد فرمائے۔ دعائے خیر عاجز کے لئے فرمائیں اور جو مقصد میں نے اختیار کیا ہے، یعنی اشاعت تعلیم القرآن، اس میں اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے۔ عرضگذار ابوالعطاء امجد۔ دہلی۔ ۱۸۔ ۷۔ ۳۵ء"

☆ ادائے شہادت از عبدالرحمٰن صاحب۔ دہلی

"اعلیٰ حضرت مولوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ خاکسار نے کل بابو

اعجاز حسین صاحب امیر جماعت دہلی کی وفات کے وقت مولوی عمر الدین صاحب اور ڈاکٹر شمس الدین صاحب سے سنا کہ حضور نے آج سے چھ ماہ قبل ایک پیش گوئی کے ذریعہ ان صاحبان کو اطلاع دی تھی۔ نیز اونہوں نے یہ بھی بتایا کہ ابھی اوس پیش گوئی کا ایک حصہ اور بھی باقی ہے۔ وہ باقی حصہ دریافت کرنے پر اونہوں نے فرمایا کہ اس کا دوسرا حصہ براہ راست آپ سے معلوم کرلیا جائے۔ راقم عبدالرحمٰن"۔

☆ ادائے شہادت حقہ از جانب محمد اسمعیل صاحب احمدی

" بخدمت فیض درجت مولوی محمد فضل خان صاحب چنگوی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں بھی خدا کے فضل سے احمدی ہوں۔ اور آپ کی پیش گوئیوں کو بھی غور سے دیکھ رہا ہوں۔ لٹریچر کا مطالعہ بھی اکثر کرتا رہتا ہوں۔ بابو اعجاز حسین صاحب مرحوم امیر جماعت دہلی کے متعلق آپ کی پیش گوئی بالکل صحیح نکلی ہے۔ عرض گذار محمد اسمعیل احمدی بقلم خود"۔

☆ ادائے شہادت حقہ از جانب خان بہادر مولوی غلام حسین صاحب

" مکرمی مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میری طبیعت علیل رہتی ہے، جس کے سبب سے میں آپ کے ساتھ مراسلت کرنے اور استفادہ سے محروم رہتا ہوں۔ آپ کے ٹریکٹ مجھے پہنچ گئے تھے۔ میں آپ کی پیش گوئیوں کو غور سے دیکھتا ہوں ...... بابو اعجاز حسین کی موت جیسا کہ مولوی عمر الدین صاحب نے تصدیق کی ہے، آپ کی پیش گوئی کے مطابق ہوئی۔ آیا اس کا کوئی اثر میاں محمود احمد صاحب پر بھی کچھ ہوا۔ ۵ ستمبر ۱۹۳۵ء"۔

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کی وفات

لاہوری جماعت احمدیہ کے ایک سرکردہ رکن ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کے بارے میں بھی اجی کو الہاماً بتایا گیا کہ ان کی وفات کا وقت قریب آ چکا ہے۔اس لئے اجی کے دل میں جوش اٹھا کہ مرزا یعقوب بیگ کو بتا دیا جائے تا کہ وہ توبہ کر کے بچ جائیں۔آپ اس بارے میں لکھتے ہیں:

"خان صاحب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم رئیس احمدیہ بلڈنگز لاہور کی وفات کی پیش گوئی کے گواہ

مسجد شہید گنج والے فساد سے پہلے مجھے نبی کریم نے فرمایا کہ لاہور چلو۔لہٰذا میں مؤرخہ ۲۴ جون ۱۹۳۵ء کو لاہور میں وارد ہوا۔ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کو ایک پیغام سنایا کہ مجھے آپ کے متعلق خدا تعالیٰ کچھ خبر فرما رہا ہے۔میری باتوں پر غور کر کے پیغام صلح میں درج کرواؤ۔اس میں آپ کی بہتری کے سامان ہیں۔ انہوں نے فرمایا: آپ کے الہام آپ کے لئے ہیں ہمارے لئے نہیں۔میرے دل کو اس بات سے سخت رنج ہوا۔میں واپس گھر آ گیا۔خان صاحب چوہدری منظور الٰہی صاحب کو ڈاکٹر صاحب مرحوم کی قریبی وفات اور کئی آدمیوں کی عمر تھوڑی ہو جانے کی خبر دے دی تھی،جس میں ان کا نام بھی تھا۔خدا جانے اس کو ڈاکٹر صاحب والا خط نہیں ملا یا ضائع کر دیا۔اتنا لکھا کہ کئی آدمیوں کے متعلق خط ملا تھا۔گواہ شد خاکسار محمد فضل بقلم خود۔۱۵ فروری ۱۹۳۶ء

محمد یوسف خوش نویس لکشمی پریس راولپنڈی: میں حلفیہ شہادت ادا کرتا ہوں کہ آج سے قریباً ۴ ماہ پہلے مولوی محمد فضل خان صاحب نے علاوہ دیگر اصحاب کے

کہا تھا کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کی وفات کا زمانہ قریب ہے۔العبد محمد یوسف خوش نویس۔راولپنڈی"۔(خادم المسلمین نمبر۷۔صفحہ۴۔۵)

علی شیر خان کی وفات

اجی کی زندگی میں ایک واقعہ ایسا بھی درپیش آیا، جس کے بارے میں آپ کو علم نہ تھا کہ کیوں آپ کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ آپ کے ایک عزیز دوست کی موت کا وقت آن پہنچا ہے۔آپ اسے یہ بات تو نہ بتا سکتے تھے، کیونکہ اس کا آپ کو ارشاد نہ ہوا تھا، مگر آپ چاہتے تھے کہ وہ اپنے کاروباری معاملات کو سلجھا لے، تا کہ اس کے ورثاء کو بعد میں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔اس واقعہ کو اجی نے اپنی قلمی سوانح حیات میں ذیل کے الفاظ میں قلم بند کیا ہے۔

"چند سال ہوئے ایک دن نماز ظہر کے بعد علی شیر خان احمدی ساکن جڈارن کے متعلق تحریک ہوئی کہ وہ اون سب لوگوں سے جن کے ساتھ اس کا لین دین ہے، ان کے انگوٹھے لگوائے اور ان کے دستخط و اسناد لے کر اپنا حساب درست کر لے۔کیونکہ اوس کی موت واقع ہونے کو صرف کئی گھنٹے باقی تھے۔لیکن اس کی موت کا مجھے کوئی علم نہ تھا۔اس کی دوکان میرے گھر سے قریباً ایک میل دور ڈھوک چوہدری حیات بخش خان مرحوم میں واقع تھی۔میں اوس کی دوکان پر پہنچا اور وہ بالکل تندرست اور صحیح سالم اپنی دوکان پر بیٹھا ہوا لوگوں کو سودا دینے میں مشغول تھا۔دیگر یعنی عصر کا وقت آ پہنچا تھا۔میں نے اس کو کہا کہ لین دین والوں سے اپنا حساب درست کر کے ان کے دستخط و اسناد لے لو۔ایک دو آدمی وہاں بیٹھے تھے۔اونھوں نے سن کر کہا کہ اگر وہ ایسے تھوڑے تھوڑتے سودا سلف کے

لئے ہم سے دستخط و اسناد لے گا، تو آئندہ ہم اس کی دوکان سے کچھ نہ خریدیں گے۔ میں نے کہا کہ قرآن کریم کے تیسرے پارہ رکوع ۷ کے اندر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے، جس کی اطاعت و تعمیل ہر مسلمان پر فرض ہے۔ وہ حکم یہ ہے: یا ایھا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمیٰ فاکتبوہ ولیکتب کاتب بالعدل (اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم آپس میں ایک مدت تک لین دین ادھار کا کرو، تو اوس کو لکھ لو اور لکھنے والے کو چاہیئے کہ انصاف سے حساب درست لکھے) اور پھر فرمایا: و لا تسئموا ان تکتبوہ صغیراً او کبیرا الیٰ اجلہ ذالکم اقسط عند اللہ و اقوم للشھادۃ و ادنیٰ الا ترتابوا الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونھا بینکم فلیس علیکم جناح الا تکتبوھا و اشھدوا اذا تبایعتم (اور کاہلی نہ کرو اوس کے لکھنے سے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو۔ جو قرض معیادی ہو، وہ ضرور لکھ لو۔ یہ بات تمہارے لئے خوب انصاف ہے اللہ کے ہاں اور درست رہتی ہے گواہی اور اس سے تم کو شک و شبہ نہ رہے گا۔ اگر روبرو سودا ہو، جس کو تم اپنے درمیان دست بدست بدل کرتے ہو، تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ ایسے لین دین کو نہ لکھو۔ اور گواہ مقرر کر لو جب تم خرید و فروخت کرو)۔ علی شیر خان اور اس کے دوکان پر بیٹھنے والوں کو یہ بات کہہ کر میں مسجد میں نماز شام کیلئے چلا گیا اور شیر علی خان اپنے گھر چلا گیا۔ یہ بات مجھے یاد نہیں رہی کہ آیا علی شیر نے دیگر یا کہ شام کی نماز میرے ساتھ ڈھوک چوہدری حیات بخش کی مسجد میں ادا کی یا کہ اپنے گاؤں جڈارن میں جا کر ادا کی۔ وہ بڑا پابند نماز تھا۔ ناغہ نہ ہونے دیتا تھا۔ علی شیر خان اپنے گھر میں چند گھنٹے رات کو آرام کرنے کے بعد سویرے صبح گوجر خان کی منڈی میں سودا خریدنے چلا گیا۔ سودا خرید کر

مادہ خر پر لادکر گھر کو چلنے لگا، تو دل کی حرکت بند ہو گئی اور فی الفور وہاں ہی فوت ہو گیا۔ مجھے اوس کی موت کی خبر بتانے کا کوئی امر نہ ہوا تھا، بلکہ اس سے میری زبان پر مہر سکوت تھی۔ ہاں دل میں یہ جوش تھا کہ وہ جلدی دوکانداری وغیرہ کا انتظام کرے۔ میرے ساتھ علی شیر خان کا یہ وعدہ ہوا تھا کہ میں آئندہ اس حکم الٰہی کے مطابق اپنا حساب کتاب کروں گا۔ میری اس تحریک اور اس کی موت کے درمیان غالباً پندرہ گھنٹے کا فاصلہ تھا......ظہر کے وقت گوجر خان سے تھانہ پولیس سے ایک چوکیدار نے چنگا میں پہلے مجھے آکر خبر دی کہ گوجر خان ہسپتال میں ایک آدمی فوت شدہ پڑا ہے۔ اور وہاں لوگ کہتے ہیں کہ یہ آدمی جڈارن کا رہنے والا ہے، جس میں ایک آم کا درخت ہے۔ میں نے اوس چوکیدار سے فوت شدہ شخص کا حلیہ دریافت کیا، تو معلوم ہوا کہ وہ علی شیر خان ہی ہے۔ پھر بھی مزید تصدیق و تحقیق کے لئے میں چوکیدار کو لے کر موضع جڈارن میں چلا گیا اور وہاں اس کے بھائیوں سے دریافت کیا کہ علی شیر خان کہاں ہے۔ اونہوں نے کہا کہ وہ گوجر خان میں سودا خریدنے گیا ہے۔ تب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ اور آدمی گوجر خان میں اس کو گھر میں لانے کے لئے روانہ کئے گئے، جو کہ آٹھ نو بجے شام کے وقت اوس کی لاش لے کر گھر میں آ گئے۔ علی شیر خان کے بعد اوس کے دو بیٹے اور ایک لڑکی یتیم اور ایک اوس کی بیوہ عورت اور بوڑھے والدین رہے ہیں۔ اوس کی وفات کے بعد اوس کے قرضہ کے وصول کرنے اور قرض خواہوں کی ادائیگی کے لئے کئی سالوں تک اس کے والدین اور اس کی غریب بیوہ بڑی مشکلات میں رہے"۔

امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی کی وفات

بابو محمد عالم امیر جماعت احمدیہ کی وفات کے بارے میں اجی کو کشف میں بتایا گیا۔
اجی ان کو اس چیز کی خبر کرنے کے لئے اپنے گاؤں سے روانہ ہو کر راولپنڈی گئے، جہاں پر آپ نے مرحوم کو عین اسی طریق سے کفن میں ملفوف دیکھا، جس طرح وہ آپ کو کشف میں دکھائے گئے تھے۔

☆ ۸ ستمبر ۱۹۳۱ء۔ میں گھر سے روانہ ہو کر ایک بجہ راولپنڈی میں بابو محمد عالم مرحوم کے مکان پر پہنچا اور اس کو فوت شدہ پایا، جو گذشتہ شب کو چار بجہ سحر میں حرکت قلب بند ہونے سے اچانک فوت ہو گئے۔ مرحوم کے متعلق مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۳۱ء کو خدا تعالیٰ نے مکفون حالت میں چہرہ ننگا کر کے دکھایا اور فرمایا: "تم قادیانی جماعت"۔ (کتاب الالہامات۔ صفحہ ۸۲)

رفیقہ حیات کی وفات

اجی کو ان کی بیوی حیات نور کی وفات کے بارے میں قبل از وقت بذریعہ کشف و الہام خبر کر دی گئی تھی۔ میری معلومات بے جی (خاندان کی بزرگ خواتین کو پٹھوہاری میں بے جی کے نام سے پکارا جاتا ہے) بہت محدود ہیں۔ اجی نے اپنی خودنوشت میں بے جی کا ذکر چند بار کیا ہے۔ آپ ایک جگہ پر لکھتے ہیں:

"جیسا کہ قرآن کریم و حدیث میں عورت کو اپنے خاوند کی اطاعت کرنے کا حکم ہے، اس کو اس فرشتہ سیرت بیوی نے بہترین طریق پر میری اطاعت و امر کی تعمیل کر کے دکھائی ہے۔ ہر دکھ و سکھ اور غم و ھم میں میرے شریک حال رہی۔ بسا

اوقات اس نے میری تعلیمانہ سختیوں اور جھڑکیوں کو ایک ولیہ زمان کی حیثیت میں ہو کر برداشت کیا ہے اور میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔ جو کچھ اس کا قدر کرنا چاہیئے تھا، وہ کما حقہ مجھ سے ادا نہیں ہوا۔ اللھم اغفرلی ۔ مذہبی تغیر و تبدل میں عورتیں اپنے خاوندوں سے الجھ پڑا کرتی ہیں، کیونکہ جس شخص سے مذہبی رنگ میں خویش و اقارب، اپنے پرائے مخالفانہ روش رکھتے ہوں اور مدام اس کو طعن و ملامت کا سب نے نشانہ بنایا ہوا ہو، اوس شخص کے ساتھ اوس کی بیوی کا اپنے خاوند کی روش پر قائم رہنا اور جس رخ اور جس طرف پر اس کا خاوند متوجہ ہو، اودھر ہی اوس کے ساتھ ہو جانا دنیا میں ایسا شاذ و نادر واقع ہوتا ہے۔ اوس پر اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کا ہی خاص فضل واحسان ہوا اور اس کی مدد ہمارے شامل حال رہی۔ ہماری قوم میں غمی وشادی کی تقریبات پر مستورات کو شامل کرلیا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسی تقریبات پر اب تک ان میں ناجائز اور غیر شرع رسوم بہت مروج ہیں۔ اور ان میں عورات کو شامل کر لینے سے ان کے اخلاق و عادات بگڑ کر بہت برے بتائج پیدا ہوتے اور ان کا انجام بد ہوتا ہے۔ میں نے ابتدائی زمانہ میں ہی ان رسوم قبیحہ کی شمولیت سے روکا، تو رک گئی۔ اللھم اغفر لھا و تب علیھا انك انت التواب الرحیم ۔ جب میں نے نقش بندی سلسلہ میں بیعت کی، تو حیات نور بھی اسی طریق پر میرے ساتھ ہو گئی اور کئی سال تک میرے ساتھ اسی طریق کو بنظر استحسان دیکھتی رہی"۔

بھائی جان راجہ عبد المنان خان نے، جنہیں بچپن میں بے جی حیات نور کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا، مجھے بتایا کہ بے جی بڑے ٹھنڈے مزاج کی عورت تھیں۔ لڑائی جھگڑے سے اجتناب کرتی تھیں۔ خاموش طبع اور بے حد پیار کرنے والی تھیں۔ اجی کی

طبیعت میں سختی تھی، جس کے سبب کبھی کبھی یہ امر پیش آیا کہ بے جی ناراض ہو کر اپنے بھائیوں کے گھر میں چلی جاتی تھیں، جو پڑوس میں تھا۔ تھوڑی دیر میں اجی ان کو منانے کیلئے آ جاتے تھے۔ خاندانی روایت ہے کہ جب اجی سے کہا گیا کہ اتنی سختی سے نہ ڈانٹا کریں، تو آپ نے جواب دیا: کیا کروں، میں عادت کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ پھر کہا کہ کیا کبھی مرچوں میں بھی مٹھاس دیکھی ہے؟ بے جی کے ہاں پانچ بچے پیدا ہوئے۔ سب سے بڑی دختر زینب ۱۸۹۱ء میں راولپنڈی میں تولد ہوئی اور چھوٹی عمر میں فوت ہوگئی۔ اسی طرح آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے عبدالرحیم خان نے صرف چودہ برس کی عمر میں ۱۷ ستمبر ۱۹۲۲ء کو وفات پائی۔ بے جی کو دو بیٹوں (عبدالرحمٰن خان اور عبدالرؤف خان) اور ایک دختر (ایمنہ بی بی) کی جوانی کا زمانہ دیکھنا نصیب ہوا۔

☆ ۲۹ ستمبر ۱۹۳۱ء۔ "کشف۔ دیکھا کہ کوئی ہستی دنیا سے گذر گئی ہے اور ہم اس کا ماتم کرتے اور اس کی قبر پر مٹی ڈال رہے ہیں۔ (نوٹ) یہ کشف ہماری بیوی حیات نور رفیقہ حیات کے متعلق ہے"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۸۳۔ نمبر ۱۱۷۷)

☆ ۱۸ اپریل ۱۹۳۲ء۔ "رفیقہ حیات (دنیا سے رخصت ہونا چاہتی ہے)۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۱۴۰۔ نمبر ۱۸۱۷)

☆ ۱۹ اپریل ۱۹۳۳ء۔ "میری بیوی حیات نور فوت شدہ دیکھی گئی"۔ (کتاب الالہامات۔ صفحہ ۱۹۸)

☆ ۱۷ مئی ۱۹۳۳ء۔ "کشف۔ میں نے دیکھا کہ میری بیوی حیات نور چارپائی پر مردہ پڑی ہے اور کچھ اشخاص اوس کی چارپائی کو اٹھا کر ہمارے صحن کے توت کے نیچے لائے ہیں"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۴۴۔ نمبر ۴۸۳۹)

☆ ۱۹ستمبر۱۹۳۴ء۔" آج مؤرخہ ۹ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۳۴ء میری بیوی حیات نوردنیا سے رحلت کرگئی۔ان لله و انا اليه راجعون " ۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ۴۳۴۔نمبر۲۹۹۲)

اپنی وفات کی پیش خبری

دوسری جگہ پر بیان ہوا ہے کہ اجی کو پہلے الہام میں بتایا گیا تھا کہ آپ کی عمر ستر برس ہوگی ۔اجی اپنی زندگی کے آخری برسوں میں قرآن کریم کی تفسیر لکھنے میں مصروف تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے کہ اس کام کی تکمیل کے لئے آپ کو مہلت دی جائے۔ جب ہجری قمری سالوں کے شمار کے اعتبار سے ستر برس پورے ہوگئے،تو آپ کو یہ تفہیم ہوئی تھی کہ آپ کو پانچ سال مزید عطا ہوئے ہیں۔اس اعتبار سے دیکھا جائے،تو یہ پانچ قمری سال ۱۹۳۸ء میں پورے ہوتے ہیں ۔جب آپ نے فی الواقعہ ۱۴جون ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔دوسری طرف اجی نے ۱۹۳۴ء میں اپنی کتابوں کے محبوں کو پیشگی ادا کردہ قیمتیں واپس ادا کرنی شروع کردی تھیں، کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتادیا گیا تھا کہ آپ کی وفات کا وقت قریب پہنچ گیا ہے۔اس بارہ میں اجی کو ذیل کا الہام ہوا تھا:

☆ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء۔"فضل ابن غلام محمد خان تموت و انا راض منك"(ترجمہ از ناقل:فضل ابن غلام محمد خان تم مروگے اور میں تم سے راضی ہوں گا)۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ۲۹۵۔نمبر۵۴۰۷)

☆ ۸فروری ۱۹۳۴ء ۔"میں قیمتیں اس لئے واپس کررہا ہوں کہ خدا نے مجھے اطلاع فرمائی ہے کہ تیری عمر تھوڑی رہ گئی ہے"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ

۳۴۹۔نمبر۵۹۹۲)

☆ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۴ء۔"تیری عمر تھوڑی رہ گئی ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۴۳۸۔نمبر۷۰۴۵)

ہندوستان کی آزادی کی پیش گوئی

یوں تو اجی غیر سیاسی آدمی تھے اور عام طور سے سیاسیات میں حصہ لینے سے باز رہتے تھے۔مگر آپ کو سیاسی معاملات میں دلچسپی ضرور تھی،جس کا اظہار آپ کی تحریروں میں کئی جگہوں پر ہوتا تھا۔ہندوستان پر انگریزوں کی عملداری کا خاتمہ ان چیزوں میں سے تھا، جس پر آپ تبصرہ کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔چنانچہ آپ نے اکتوبر ۱۹۳۱ء میں لندن کے مقام پر منعقد ہونے والی پہلی گول میز کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ آپ کو ہونے والے الہام "نظام عالم" کے کلمہ میں یہ اشارہ ہے:

" کہ زمین پر بالآخر وہی نظام قائم ہوگا، جو آسمان پر تیار ہو چکا ہے۔اگر زمین والے آسمانی نظام کے برخلاف کسی قسم کا غلط نظام قائم کریں گے، تو وہ ٹوٹ جائے گا اور بالآخر آسمانی نظام کے مطابق اس کا قیام ہوگا۔یہ باتیں گول میز کانفرنس کے متعلق ہیں"۔(نظام عالم: گول میز کانفرنس لندن کا نتیجہ۔ضمیمہ کتاب نظام عالم۔کتاب الزلزلہ نمبر۲۔۱۰ستمبر۱۹۳۱ء۔صفحہ۲)

☆ ۴ ستمبر ۱۹۳۱ء۔"جمہور سلطنت ہند کے قیام کی پیش خبری۔جمہور سلطنت ہند کا اب جھنڈا گاڑا جانا ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ۴۷۔نمبر۱۰۵۱)

☆ ۱۴ جنوری ۱۹۳۴ء۔"دس بارہ سال ہند پر یونین جیک لہرائے گا"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ۳۳۸۔نمبر۵۸۷۵)

☆ ۳ مارچ ۱۹۳۴ء۔ آئندہ اسلامی حکومت کے زمانہ کا نظارہ۔ آج دیکھا کہ اسلامی حکومت کا دورہ آ گیا۔ حکومت کا عملہ بڑے بڑے عہدیدار جن کی تعداد بے شمار تھی، وائسرائے، کمشنر، ڈپٹی کمشنر۔ جنرل، کرنل وغیرہ، جن کی تعداد ہزاروں تھی، میرے سامنے پیش کئے گئے۔ دیکھا کہ وہ سب اپنے اپنے کام میں چست و چالاک ہیں۔ وہ سب مسلمان تھے۔ جو عہدے انگریزوں کو آج کل ملتے ہیں، وہ سب ان کو ملیں گے"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۳۵۹۔ نمبر ۶۱۰۳)

☆ ۹ مارچ ۱۹۳۴ء۔ "ہماری حکومت کا زمانہ ۱۶۱۵ ہجری تک"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۳۶۲۔ نمبر ۶۱۲۶)

☆ ۱۸ جولائی ۱۹۳۶ء۔ "پنجاب میں اسلام کی حکومت قائم ہونا چاہتی ہے"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۵۰۸۔ نمبر ۸۸۸۱)

☆ ۱۸ جولائی ۱۹۳۶ء۔ "طول وعرض ہندوستان کا نقشہ بدل جائے گا"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۵۰۹۔ نمبر ۸۸۸۲)

یورپ میں جنگ کی پیش گوئی

یورپ میں جنگ عظیم اول کے بعد اتحادی قوتوں نے بھرپور کوشش کی کہ جرمنی کو اس حد تک دبایا جائے کہ یہ ملک پھر کبھی جنگ کی طرف قدم نہ بڑھا سکے۔ اس مقصد کے لئے جرمنی کو کمزور بنانے کے منصوبوں پر عمل ہوا اور اسے پہلی جنگ عظیم شروع کرنے کے باعث بہت بڑا تاوان ادا کرنے پر مجبور کیا گیا۔ یورپ میں مقیم سیاسی مبصر تو سمجھ سکتے تھے کہ اس پالیسی کا کیا نتیجہ نکلے گا، مگر ہندوستان کے ایک گاؤں میں بیٹھے ہوئے ایک مسلمان عالم

دین کوان باتوں کی بھلا کیا سوجھ بوجھ ہوسکتی تھی۔اس پس منظر میں اجی کے الہامات کی اہمیت، جوواضح طور پر ایک نئی جنگ کی پیش گوئی کررہے ہیں، اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

☆ ۲۱مئی ۱۹۳۱ء۔"جرمن میں تلوار چلے گی"۔(کتاب الالہامات۔صفحہ ۶۲)

☆ ۲۶ فروری ۱۹۳۲ء۔"ولایت میں تباہی خیز نظارے۔اب دنیا پر عذاب آئے گا"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۲۶۔نمبر ۱۶۸۳)

☆ ۱۰اپریل ۱۹۳۲ء۔"جرمن لوگ آتش بازی کریں گے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۳۵۔نمبر ۱۷۷۶)

☆ ۷مئی ۱۹۳۲ء۔"شاہ اٹلی کوتخت سے اوتار دیا جائے گا۔اس کے وزراء کا بھی یہی حال ہوگا"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۱۴۵۔نمبر ۱۸۷۰)

☆ ۱۶ فروری ۱۹۳۴ء۔" آج بوقت دس بجے صبح کے وقت (کذا) آئندہ ہونے والی جنگ کا نظارہ دکھایا گیا۔طیارے آسمان پر اڑتے ہوئے مصروف پیکار دیکھے گئے اور میں لوگوں سے کہتا ہوں کہ ہوائی جنگ شروع ہے۔یہ نظارہ آئندہ جنگ کا فضائے آسمان میں دکھایا گیا"۔(کتاب الالہامات۔صفحہ ۲۸۰)

☆ ۱۶فروری ۱۹۳۴ء۔" کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ جنگی طیارے یعنی ہوائی جہاز فضا میں اڑ رہے ہیں۔میں لوگوں سے کہہ رہا ہوں کہ اپنا بچاؤ کرلو۔وہ گولہ باری کریں گے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۳۵۳۔نمبر ۶۰۴۰)

☆ یکم مئی ۱۹۳۴ء۔"ہوائی جہاز کو پکڑنے کے لئے ہوائی جہاز تعاقب کرتے ہیں"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۳۸۸۔نمبر ۶۴۲۲)

☆ ۲۵ اگست ۱۹۳۴ء۔ " کشف میں دیکھا کہ لوگ بکثرت بھرتی ہو رہے ہیں ۔افواہ ہے کہ جنگ فرنگ ہوگا" ۔ (الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۴۳۰۔نمبر ۶۹۳۱)

☆ ۱۰ مئی ۱۹۳۵ء۔"انگلستان کے شہروں پر حملہ ہوگا۔ یہ بات ان ہونی نہیں، ہونے والی ہے"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۵۰۱۔نمبر ۷۷۵۵)

☆ ۱۴ مئی ۱۹۳۵ء۔ " جنگ کے پورے سامان مہیا کر دیئے گئے" ۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۵۰۲۔نمبر ۷۷۶۹)

☆ ۲۹ مئی ۱۹۳۵ء۔" سگنور(کذا) مسولینی آف اٹلی نے اعلان جنگ کر دیا"۔(الہامات الٰہیہ ۔صفحہ ۵۰۷۔نمبر ۷۸۲۲)

جرمن ہوائی کشتی زپیلین کی تباہی کی پیش خبری

جرمن ہوائی کشتی زپیلین (Zeppelin) ماڈرن ہوائی جہازوں کے اڑنے سے پہلے ۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو ہوابردار ہوکر اڑی تھی، کیونکہ اس میں ہائیڈروجن بھرا جاتا تھا، جسکے سبب وہ ہوا سے ہلکی ہونے کی وجہ سے اڑسکتی تھی۔ بیسویں صدی کی تیسری دہائی کے اختتام پر ایک ایسی ہوائی کشتی ایک جرمن کمپنی کی طرف سے جرمنی اورامریکہ کے درمیان بار برداری کیلئے استعمال ہوتی تھی۔ اسکو ہنڈنبرگ کا نام دیا گیا تھا، جواس زمانے میں جرمنی کا صدر مملکت تھا۔اس ہوائی کشتی کے ایک حادثے میں تباہ ہونے کے بارے میں اجی کو ذیل کے الہام ہوئے تھے۔

☆ ۲۰ جنوری ۱۹۳۲ء۔"A havoc in Zeplan Graff"

(زپلین گراف میں تباہی واقع ہوگی)۔نوٹ: یہ جہاز ہوائی بہت بڑا مملوکہ جرمن ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ۱۱۴۔نمبر۱۵۶۲)

☆ ۷فروری ۱۹۳۷ء۔"جرمنوں کو آسمانی کڑک کا چمکارا"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ۶۷۔نمبر۹۵۴۴)

اس پیش گوئی کے عین مطابق ۶ مئی ۱۹۳۷ء کو جب کہ زپیلین ہنڈنبرگ امریکہ میں لیک ہرسٹ (نیوجرسی) کے ہوائی اڈے پر اتر رہا تھا،اس پر آسمانی بجلی کا ایک چمکارا پڑا، جس کے سبب ہائیڈروجن کو آگ لگ گئی اور ہوائی کشتی منٹوں کے اندر جل کر بھسم ہوگئی۔اس حادثہ میں ۳۶ جانیں ضائع ہوئیں اور ہوائی کشتی کے ذریعہ بار برداری کے کاروبار کا خاتمہ ہوگیا اور جرمن انجنیرئنگ کے نام پر ایک دھبہ لگ گیا۔

سویٹ حکومت کے خاتمے کی پیش خبری

روس میں سویٹ حکومت کے خاتمے کے بارے میں اجی کو دو بار الہاماً بتایا گیا۔اس بات نے اس زمانے میں اجی کے رسائل پڑھنے والوں کو،جن میں یہ الہام بار بار چھپتا رہا، ورطہء حیرت میں ڈال دیا تھا۔روسی انقلاب اس وقت تک نہ صرف کامیاب ہو چکا تھا، بلکہ اس کے استحکام کو یورپی طاقتیں عالمی امن کے لئے ضروری قرار دے چکی تھیں۔اس لئے اس زمانے میں لامحالہ یہ تصور خارج از بحث سمجھا جاتا تھا کہ روس کی حکومت میں کوئی تبدیلی آسکتی ہے۔مگر ہماری آنکھوں کے سامنے نویں دہائی میں آ کر سویٹ یونین میں کمیونسٹ پارٹی کے جنرل سیکریٹری گورباچوف کے ہاتھوں نہ صرف اس ملک کی حکومت میں تبدیلیاں آئیں، بلکہ سویٹ یونین کو توڑنے کا فیصلہ ہوا،جس کے نتیجے میں روسی ترکستان میں چھ ملک

آزاد ہوئے، جن کی آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔

☆ ۲۱ مئی ۱۹۳۱ء۔ "(موجودہ حکومت روس کے ٹوٹنے کی پیشگوئی)۔ کسی زمانہ کے اندر حکومت سویٹ کا خاتمہ ہو جائے گا اور اسکی جگہ اسلامی حکومت قائم ہوگی"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۵۰۔ نمبر ۲۸۱)

☆ ۲۱ اگست ۱۹۳۳ء۔ "سویٹ حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۷۳۔ نمبر ۵۱۹۶)

سولر سسٹم میں تبدیلی کی پیش خبری

سولر سسٹم یعنی نظام شمسی میں آنے والی تبدیلی کی پیش گوئی اجی کے اہم ترین الہاموں میں سے ہے، جس کے بارے میں پورے یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس تبدیلی سے کیا مراد ہے۔ اگر اس چیز کا تعلق زمینی موسموں کی تبدیلی سے ہے، تو پھر ہم اس کے عینی گواہ ہیں۔ اس کی ابتداء پانچویں دہائی میں ہوئی تھی اور اب وہ ایک ایسے مرحلے پر پہنچ چکی ہے کہ دنیا بھر کی حکومتوں اور سائنسدانوں کی متحدہ کوششوں کے باوجود اس کو روکا نہیں جا سکا اور نہ ہی اس کے امکانات نظر آتے ہیں۔ اجی نے اس تبدیلی کو قیامت کا ہم پلہ قرار دیا تھا۔ اس سلسلہ میں آپ لکھتے ہیں:

"آج مؤرخہ ۸ نومبر ۱۹۳۱ء کو خدا تعالےٰ نے نظام شمسی کے تغیر تبدل کے متعلق کلمات طیبات ذیل میں مجھے اطلاع فرمائی:

(۶۸) سولر سسٹم یعنی نظام شمسی۔ (۶۹) او سولر سسٹم کے مالک (اس قراءت کو ملک و مالک دونو طرح پر پڑھنا جائز ہے۔ (بقلم خود فضل)

(۷۰) ایسا واقع (کذا) ہوگا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ایسا واقعہ کبھی نہیں

ہوا۔(۷۱) اجزائے عالم میں تفرق واقع ہوگا۔ (۷۲) سولر سسٹم میں فرق آ جائے گا (حوالہ کے لئے: الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۹۵۔ نمبر ۱۳۴۳۔۱۳۶۴)

تغییر سولر سسٹم کے حادثہ کی تاریخ دریافت کرنے کے لئے درگہ خدا میں میرا عریضہ اول

(۷۳) آج مؤرخہ ۱۰ نومبر ۱۹۳۱ء کو خدا تعالیٰ کے حضور میں یہ عریضہ پیش کیا گیا کہ نظام شمسی میں فرق پیدا کرنے اور اس تباہی انگیز حادثہ کی تاریخ مجھے بتائی جائے......

آج مؤرخہ ۱۱ نومبر ۱۹۳۱ء کو مذکورہ بالا عریضہ کا جواب باصواب منجانب حضرت رب العالمین مندرجہ ذیل ارشاد ہوا۔

(۷۴) جس کام کا انجام بخیر وخوبی ہو اس کا انجام، اس کی تاریخ بتائی جاتی ہے۔

(۷۵) جس کا انجام بخیر وخوبی نہ ہو اوس کی تاریخ نہیں بتائی جاتی۔

اس بارہ میں خدا تعالیٰ کے حضور میرا دوسرا عریضہ

(۷۶) آج مؤرخہ ۱۳ نومبر ۱۹۳۱ء کو دوسرا عریضہ خدا کے حضور میں پیش کیا گیا کہ اس ناگہانی قیامت کی معین تاریخ بتانا مصلحتاً جائز نہیں، تو تخمیناً سالوں یا کہ مہینوں یا دنوں کا اندازہ بتایا جائے۔

(۷۷) آج مؤرخہ ۱۴ نومبر ۱۹۳۱ء کو دوسرے عریضہ کا جواب یہ مرحمت ہوا: ان تحت ربك عذاب عظيم۔ تیرے رب کی مصلحت میں ایک بڑا عذاب آنے والا ہے۔ چونکہ سارے عذاب معلق ہوتے ہیں، اس لئے تاریخ نہیں بتائی۔

(۷۸) ۱۴ نومبر ۱۹۳۱ء کو مکرر جواب اس بارہ میں خدا نے فرمایا: عذاب ربك يوم عظيم۔ ترجمہ: تیرے رب کا عذاب ایک بڑا قہار دن آنے والا ہے۔ یہ

وہی دن ہے، جسکے بارہ میں سارے نبی ہزاروں سال سے خبر دیتے چلے آتے ہیں۔

(۷۹) واضح رہے کہ اس تباہی خیز قیامت کے متعلق ساری پہلی کتابوں تورات۔انجیل اور قرآن کریم میں پیش گوئیاں موجود ہیں۔قرآن کریم کے پارہ ۱۶سورہ مریم میں یہ لکھا ہے:تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه و تنشق الارض و تخر الجبال هذا ان دعوا للرحمٰن ولداً۔ اورسورہ حج میں اس کا ذکران لفظوں میں آیا ہے: یا ایها الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة شيٍ عظیم۔ یوم ترو ها تذهل کل مرضعة عما ارضعت و تضع کل ذات حمل حملها و تری الناس سکاریٰ و ما هم بسکاریٰ و لاکن عذاب الله شدید۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں سے آج سے ۲۵ سال پہلے مؤرخہ ۱۸ اپریل ۱۹۰۵ء کو خدا نے زلزلہ الساعة اس زلزلہ کے بارہ میں فرمایا ہے۔مؤرخہ ۲۰ جولائی ۱۹۳۱ء کو خدا تعالےٰ نے مجھے اطلاع فرمائی ہے کہ اس خاکسار کی پیش گوئیاں تین سو نو سال کے اندر رہیں گی۔اس زلزلہ کے بارہ میں رسول اکرم سے لوگوں نے مدت اور تاریخ پوچھی تھی ۔تو خدا تعالےٰ نے آنحضرت کو جواب نفی میں فرمایا تھا۔دیکھو سورہ اعراف میں یہ ذکر موجود ہے: یسعلو نك عن الساعة ایان مرسٰها ۔ قل علمها عند ربی لا یجلیها لو قتها الا هو ثقلت فی السمٰوٰت و الارض ۔پس جب کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جواب نفی میں ملا ،تو میں کس شمار میں ہوں۔(کتاب الزلزلہ نمبر۴۔صفحہ ۱۱۔۱۳)

احمدیت سے محمدیت تک

اجی اور میرزا غلام احمد قادیانی دونوں ملہم ہونے کے مدعی تھے اور ان کا آپس میں گہرا تعلق تھا، جو آخر میں آ کر ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے۔ مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اجی عمر بھر مرزا غلام احمد قادیانی کے دائرہ اثر میں رہے۔ دونوں کو الہاماً بتایا گیا تھا کہ ان کی عمریں کتنی ہوں گی۔ میرزا غلام احمد قادیانی کے لئے یہ چیز اس قدر اہم تھی کہ ان کی کتابوں میں اس بات کا تذکرہ کم و بیش ایک سو بار ملتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کو الہاماً بتائی گئی عمر کے اسی (۸۰) سال "یا دو چار کم یا چند سال زیادہ" (ضمیمہ تحفہء گولڑویہ۔ صفحہ ۲۹۔ مواہب الرحمٰن۔ صفحہ ۲۱) پورے نہ ہو سکے۔ انہوں نے خود اپنا سن پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء بیان کیا ہے۔ ان کی وفات ۱۹۰۸ء میں گویا ۶۸۔ ۶۹ سال کی عمر میں ہوئی۔ البتہ ان کے بیٹے مرزا بشیر احمد کی تحقیق کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اگر اس سن کو درست تسلیم کر لیا جائے، تو آپ نے ۷۳ برس کی عمر پائی۔ گویا اس حساب سے بھی ۸۰ برس یا اس کے لگ بھگ نہیں بنتے، سوائے اس کے جماعت احمدیہ سات برسوں کے فرق کو نا قابل اعتنا قرار دے کر مطمئن ہو جائے۔

اجی کو اولین الہام میں ہی بتا دیا گیا تھا کہ آپ کی عمر ۷۰ برس ہو گی۔ چنانچہ اس بات کا ذکر اجی کی تحریروں میں کئی جگہوں پر ملتا ہے۔

☆ ۳ مارچ ۱۸۸۸ء ۔ "ضعف اسلام کی حالت محسوس کرتے ہوئے میں نے خدا تعالیٰ سے کئی یوم بالحاح اسلام کا آخری انتہائی کمال طلب کیا تا کہ اسکو

دوبارہ زمین میں زندگی حاصل ہو۔ یہ دعا قبول ہوئی اور نبی کریم علیہ السلام نے
مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے مورخہ ۳ مارچ ۱۸۸۸ء کو پیغام ذیل ارشاد فرمایا:
آپکی عمر ستر سال ہوگی۔ قرآن کریم سے اس عمر کا حوالہ سورہ یاسین کے پہلے دو
حروف ابجدی۔ س ارشاد فرمائے یعنی ستر سال اور ابن ماجہ سے ستر سالہ فراخ
باب التوبہ کا حوالہ بتایا"۔ (الہامات الہٰیہ۔ صفحہ ۱۔ نمبر ۱)

جوں جوں اجی کی عمر بڑھتی گئی اور ستر برس کا موعودہ سال قریب آتا گیا اور آپکو اپنے ذمہ لیا ہوا کام ختم ہوتا ہوا نظر نہ آتا تھا، آپکے دل میں یہ خواہش پیدا ہونے لگی کہ اللہ تعالیٰ سے عمر کے بڑھائے جانے کیلئے دعا کی جائے۔ چنانچہ آپ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

" قریباً تین درجن سے زیادہ سال گذر گئے ہیں کہ مجھے ایک فرشتہ نے میری عمر کی
خبر دی تھی کہ اس قدر ہوگی۔ ابھی اس بتائے ہوئے وقت میں کچھ سال باقی ہیں
اور میں اوس وقت کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا کیونکہ یہ ایک تقدیر کا راز ہے، جس کے
لئے میں درگاہ باری تعالیٰ میں مدت سے متمنی ہوں کہ اس کو اس قدر تاخیر میں رکھا
جائے کہ جس کی میعاد اس بتائے ہوئے وقت میں کافی سال اور شامل فرمائے
جائیں"۔ (مقدمہ اسرار شریعت۔ صفحہ ۱۲۔ ۱۳)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اجی کی عمر خدا تعالیٰ نے پہلے سے ستر برس مقرر کر رکھی ہے، تو اس میں زیادتی کے امید رکھنا اور اس کے لئے دعائیں کرنا لا حاصل امر ہے۔ مگر اجی اس بارے میں مختلف نظریہ رکھتے تھے۔ آپ اس بارہ میں اپنی کتاب " مقدمہ اسرار شریعت " میں لکھتے ہیں:

معلق تقدیر میں تاخیر ہوسکتی ہے

مولف اسرار شریعت کے اس بارہ میں مشاہدات و تجربات اور کشوف والہامات

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تقدیر ٹل نہیں سکتی اور نہ اوس میں تاخیر و تقدیم ہوسکتی ہے۔ ایسے صاحبوں کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ بات غلط ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرمایا ہے: یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب (۱۲/۱۳) یعنی اللہ تعالیٰ جس بات کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔ اور جسے چاہے اس کو ثابت اور ان مٹ رکھتا ہے۔ ان محو و اثبات کی باتوں کی خبر اوسی کی کتاب علم میں درج ہے، جو اس کے اپنے پاس ہے۔ قرآن کریم میں جہاں تاخیر اجل کا امتناع لکھا ہے، اوس میں خصوصیت ہے۔ سورہ نوح میں صاف لکھا ہے: یؤخرکم الیٰ اجل مسمٰی حضرت نوح فرماتے ہیں کہ اگر تم میری اطاعت کروگے، تو تمہاری عمریں بڑھا دی جائیں گی۔ اور تم کو اجل مسمٰی تک مہلت دی جائے گی۔

سارے انبیاء کرام و صلحائے عظام اسی بات پر متفق الکلمہ ہیں اور صدقات و خیرات اور علم طب اور تجربات و مشاہدات اسی بات کی تصدیق و تائید کرتے ہیں کہ بیماریاں رفع ہوسکتی ہیں، بلائیں اور عذاب ٹل سکتے ہیں اور عمر میں تاخیر ہوسکتی ہے"۔ (مقدمہ اسرار شریعت۔ صفحہ ۱۳)

اس سلسلہ میں اجی دو واقعات بیان کرتے ہیں، جن میں سے پہلے کا تعلق ڈاکٹر محمد یوسف خان سے ہے، جو جہلم کے رہنے والے تھے، مگر عرصہ دراز سے امریکہ میں مقیم تھے اور وہاں پر اسلام کے سرگرم مبلغ تھے۔ آپ علم تصوف کے بڑے دلدادہ تھے اور اجی سے اس بارہ میں ہدایات لیتے رہتے تھے اور علمی و اسلامی کتب کی اشاعت کی امداد سے دریغ نہ کرتے تھے۔ شکاگو میں آپ نے ایک صوفی سنٹر قائم کر رکھا تھا، جس کے تحت آپ تصوف پر لیکچر

دیتے تھے۔اجی کو ۸ نومبر ۱۹۳۰ء کی شب رویا میں بتایا گیا کہ ڈاکٹر محمد یوسف امریکہ میں سخت بیمار ہیں۔اجی اسی وقت اٹھ بیٹھے اور انکی صحت اور درازی ءعمر کے لئے دعا کرنے لگے۔اس وقت رات کے دو بجے تھے۔آپ دعا کر کے لیٹ گئے۔تھوڑی دیر میں یہ کلمات وارد ہوئے :"صحت عود کر آئے۔عمر لمبی ہو"۔اس بات کی تصدیق تھوڑے دنوں کے بعد ہوگئی۔ڈاکٹر محمد یوسف نے اپنی امریکی نژاد بیوی کو اجی کے نام کی مناسبت سے اسلامی نام فضلی بیگم دے رکھا تھا اور اسے ہدایت کر رکھی تھی کہ باقاعدگی سے اجی کی خدمت میں دعا کے لئے خط لکھتی رہا کرے۔چنانچہ اسکے خطوط مجھے اجی کے کاغذات میں ملے ہیں۔مثلاً وہ ۳ فروری ۱۹۳۷ء کے خط میں اطلاع دیتی ہے کہ وہ اجی کی پیش گوئی کے مطابق حمل سے ہے۔انکی مالی حالت اس وقت اچھی نہ تھی، جسکے سبب وہ اس شش و پنج میں تھی کہ ڈاکٹر کی فیس اور بچے کی ولادت کے سلسلہ میں ہونے والے ہسپتال کے اخراجات کیسے ادا کرنے ہوں گے۔جب وہ ایک روز معمول کے مطابق طبی معائنہ کیلئے ڈاکٹر کے مطب میں گئی، تو اس نے کہا کہ تم لوگ مشنری ہو اور دوسروں کی مدد کرتے ہو، اسلئے میں تمہاری مدد کرنی چاہتا ہوں۔میں تم کو بچے کی پیدائش کے لئے ہسپتال میں داخل کراوں گا، جہاں پر تمہارا پورا خیال رکھا جائے گا اور تم کو اس کے لئے ایک پینی بھی ادا نہیں کرنی پڑے گی۔وہ اپنے خط میں دوسری جگہ پر لکھتی ہے کہ اسکے چار شاگرد (فدائی اور خدا تعالیٰ سے محبت کرنے والے) ہیں۔وہ انکی اچھی تربیت کر کے انکو مختلف شہروں میں بھیجنے کا ارادہ رکھتی ہے، تا کہ وہاں پر اجی کے مشن کا کام شروع کیا جا سکے۔وہ مسلمانوں کیلئے ایک مسجد بنانا چاہتی ہے، جس کیلئے امداد حاصل کرنے کی خاطر وہ نظام حیدر آباد کو خط لکھنے کا ارادہ رکھتی ہے اور اجی سے درخواست کرتی ہے کہ وہ اس بارے میں نظام کو سفارشی خط لکھیں۔وہ اجی کو دعا کیلئے کہتی ہے اور خود بھی خدا تعالیٰ سے دعا کر رہی ہے۔وہ لکھتی ہے کہ ۴ فروری اس کا جنم دن ہے، جب وہ ۳۲ سال کی ہو جائے گی۔

دوسرے واقعہ کا تعلق میرے تایا اوراجی کے فرزند اکبر عبدالرحمٰن خان سے ہے اور میں خود اس امر کی گواہی دے سکتا ہوں، کیونکہ میں نے انکو قریب سے دیکھا تھا اور انکی وفات ایک ایسے وقت میں ہوئی، جب کہ میں اسکول کی دسویں کلاس میں پڑھتا تھا اور سولہ سال کا نوجوان تھا۔اجی نے انکی مثال دے کر بتایا ہے کہ تقدیر میں تبدیلی ممکن ہے۔

"مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۳۰ء کی رات کو ایک بجہ میں چھ کلمات اللہ اس مشت خاک پر نازل ہوئے۔انہیں میں سے پانچ کلام یکے بعد دیگرے ہر پندرہ منٹ کے وقفہ پر وارد ہوئے اور آخری دس منٹ کے بعد آیا۔جن کا حوالہ قبل ازیں دیا جا چکا ہے۔انہیں کا ایک کلام جو کہ ایک بج کر ۴۵ منٹ پر اوترا اوس کے الفاظ یہ ہیں: چارکم چالیس۔ان میں سے پہلے تین کے متعلق میں نے کچھ تعبیر لکھی تھی۔فرشتہ نے ظاہر ہوکر ایک کاغذ پر لکھا ہوا یہ حکم سنایا کہ تمہاری یہ تعبیر غلط ہے۔لہٰذا وہ تعبیر مٹا دی گئی۔اور فقرہ چارکم چالیس کے متعلق ایک عریضہ بحضرت رب العالمین الہامات کی کاپی میں لکھ دیا کہ یہ کس بارہ میں اور کیا معما ہے۔مورخہ ۴۔۵ دسمبر کی درمیانی شب کو ۲ بج کر ۲۹ منٹ پر اسکا جواب بدیں الفاظ مرحمت ہوا۔دیکھ لو گے۔معلوم ہوا کہ اس مشت خاک سے اس کا تعلق ہے۔اب اس سے زیادہ کشف چاہنا افشائے راز اور ادب دربار حضرت عزت رب العالمین کے بر خلاف وایمان غیب کے نقیض ہے۔خاموشی اختیار کرنی پڑی۔رات کے دس بجہ کے قریب دل میں ڈالا گیا کہ یہ کلام میرے بڑے لڑکے عبدالرحمٰن خاں کی عمر کے متعلق ہے اور چارکم چالیس اوس کی عمر کے انتہا پر دلالت ہے جو کہ اس ماہ دسمبر کی ۱۶ تاریخ کو پورے ۳۶ سال ہوتی ہے۔اور چارکم چالیس کی مصداق ہے۔اور اس سے زیادہ راز کھولنا جائز نہیں۔اس سے مجھے نہایت سخت تشویش اور

اضطراب و بیقراری دامنگیر ہوئی۔اپنی پیری کے ایام کے خیال نے اوراس کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش و غور و پرداخت میں مشکلات حائل ہونے والے نظارہ نے میرے غم وحزن کو دو چند کر دیا۔عبدالرحمٰن آج کل کوہ مری میں محکمہ تعلیم میں ملازم ہے۔اوس کواسی وقت میں نے خط لکھ دیا کہ رخصت لے کر چلے آؤ۔رخصت نہ ملے تو استعفا داخل کر کے فی الفور گھر پہنچ جاؤ۔اس کے سوا اور کچھ نہ لکھا گیا کہ ایسا معاملہ ہے۔خط لکھ کر لفافہ میں رات کو ہی بند کیا گیا کہ صبح کی ڈاک میں ڈالا جائے گا۔رات کے دس بجہ کا وقت گذر چکا تھا۔میں نے اوس کے لئے دعا و زاری بدرگاہ رب العالمین شروع کر دی۔ چونکہ والدین کو اولاد سے شدید تعلقات جان و مال وغیرہ فطرتاً قائم ہوتے ہیں، اس لئے اس کے لئے بیساختہ میری ہر حرکت وادا و حال سے دعا جاری ہوگئی۔ پہلے میری دعا اس طرح شروع ہوئی: اے رب العالمین قرآن کریم کے پارہ ۲۴۔رکوع ۱۸ میں تیرا وعدہ ہے کہ جن لوگوں پر تیرا کلام نازل ہوتا ہے وہ تو لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون کا مصداق ہوتے ہیں۔اب میرے اس خوف وحزن کو رفع کرنا تیرا ہی کام ہے۔میری بیقراری کی حالت عبدالرحمٰن کیلئے یہانتک جا پہنچی کہ میرے ساتھ رہنے والے ملائکۃ اللہ بھی میری بیقراری سے متاثر ہو کر اس سفارش میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ ۵ بج کر ۱۰ منٹ پر سحر کے وقت ملائکہ کی زبان پر اس بارہ میں یہ الفاظ تھے جان بخشی فرمائیو۔ جب ۵ بج کر ۴۵ منٹ ہوئے تو عبدالرحمٰن کے بارہ میں یہ کلمات نزول اجلال فرمائے متاع الی حین (کچھ عرصہ کے لئے مہلت ۔ترجمہ از ناقل) تب میرا خوف وحزن یکدم رفع ہوگیا اور حالت عارضی درمیان سے ہٹ گئی اور خدا کے ایک کلام نے اسکے دوسرے کلام کی تائید فرمائی

یمحو اللّٰہ ما یشاء و یثبث و عندہ ام الکتاب۔ ۱۲/۱۳۔اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے اس بات کو جس کو چاہتا ہے اور ثابت و قائم رکھتا ہے اس بات کو جسکو چاہتا ہے۔ان امر محواور اثباب کا علم اللہ تعالیٰ کی ام الکتاب میں ہے۔دیکھو قرآن کریم پارہ۱۳۔رکوع ۱۲۔

یہاں ایک عجیب نظارہ قدرت الٰہی دوسرے رنگ میں نمودار ہوا جو کہ اس کلام چار کم چالیس میں ہے۔وہ یہ ہے کہ اس کلام میں چار کے عدد کو مٹایا گیا اور وہ چار سے گذر کر پانچ سے بھی آگے نکل گیا۔یہ دعا کا تصرف ہے۔اور پھر وہ چار کا عدد قائم بھی دکھایا گیا ہے۔اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب کلام چار کم چالیس نازل ہوا وقت ایک بج کر ۴۵ منٹ تھے اور جب اس کے مقابل کا کلام متاع الی حین نازل ہوا وقت پانچ بج کر ۴۵ منٹ تھے۔اس میں یہ بتایا گیا کہ عمر چالیس سے آگے جائے گی اور پہلے عدد کو آخری عدد سے تفریق کیا جائے تو چار پورے قائم رہتے ہیں ۔ اس سے زیادہ کھولنا درست نہیں جو کہ صرف عبدالرحمٰن کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔اس کو زبانی سمجھایا جائے گا۔اللھم اغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت " ۔(مقدمہ اسرار شریعت۔صفحہ ۳۶۔۳۸)

عمو جان عبدالرحمٰن خان نے ۲۰ دسمبر ۱۹۵۰ء کو ۵۶ سال کی عمر میں ہارٹ اٹیک سے وفات پائی۔اس لحاظ سے دیکھا جائے،تو اجی کی بات درست ثابت ہو جاتی ہے کہ عبدالرحمٰن کی عمر پچاس سے آگے نکل جائے گی اور چار کا عدد بھی قائم رہے گا۔انہوں نے چار کم ساٹھ سال عمر پائی اور اپنے جنم دن ۱۶ دسمبر سے چار دن بعد ۲۰ دسمبر کو فوت ہوئے۔مگر جو چیز یہاں پر زیادہ اہم ہے، وہ یہ ہے کہ اجی کی دعا اور تضرع کے نتیجہ میں ان کی عمر بڑھائی گئی اور پہلا

ارشاد چار کم چالیس بدل دیا گیا۔ گویا تقدیر میں خدا تعالیٰ کے اذن سے تبدیلی آئی۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اجی کو الہام کے ذریعہ آپ کی عمر کا ستر سال ہونا بتایا گیا تھا اور آپ نے دسمبر ۱۹۳۰ء میں "مقدمہ اسرار شریعت" کی تصنیف کے وقت یہ لکھا تھا کہ اس الہام کے پورے ہونے میں ابھی کچھ سال باقی ہیں۔ صرف تین برسوں کے بعد اس منظر نامے میں تبدیلی آ جاتی ہے، کیونکہ اجی کو الہاماً بتایا جاتا ہے کہ آپ کی عمر کے ستر سال پورے ہو چکے ہیں۔ چنانچہ آپ کو خبر دی گئی کہ آپ کی تاریخ پیدائش اس وقت تک غلط شمار ہوتی رہی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کو مندرجہ ذیل الہام ہوا:

☆ ۱۲ اپریل ۱۹۳۳ء۔ "۱۱ ذی الحج ۱۲۸۱ھ یوم جمعہ"۔ اس کو اجی اپنی ولادت کا دن قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں: "بدیں حساب آج ۱۱ ذی الحج ۱۳۵۱ھ کو خاکسار کی عمر (کے) ستر (۷۰) پورے ہو گے۔ ۱۹ رجب ۱۳۵۱ھ کو پیغام الٰہی یہ آیا: "۷۰ سال پورے ہو گئے۔ ہم اپنا وعدہ پورا کرتے ہیں"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۲۲۸۔ نمبر ۴۶۸۶۔ کتاب الالہامات۔ صفحہ ۱۹۸)

اس الہام کے نتیجہ میں اجی اپنی تاریخ پیدائش کے اندراج کا جائزہ نئے سرے سے لیتے ہیں، کیونکہ اس وقت تک آپ اپنی ولادت کا سال ۸۵۔۱۲۸۶ ہجری مطابق ۶۷۔۱۸۶۸ء لکھتے آئے تھے۔ اب اگر آپکی عمر ۱۹ نومبر ۱۹۳۲ء کو ستر سال کی ہو گئی ہے، تو یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے اگر سالوں کا شمار قمری کیلنڈر کے حساب سے لگایا جائے۔ اس میں البتہ یہ روک تھی کہ اجی کا سن ولادت ۸۵۔۱۲۸۶ھ گمان کیا جاتا تھا۔ اس الہام سے پتہ چلا کہ آپکی ولادت ۱۱ رجب ۱۲۸۱ھ کی ہے۔ اور قمری کیلنڈر کے مطابق ستر سال قبل ہوئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اجی اپنی تحریروں میں دوسرے علماء کی طرح اسلامی ہجری کیلنڈر کا استعمال بھی کرتے تھے۔ مگر انگریزی انتظامیہ کے زیر اثر عام طور سے ملک میں

گریگوری کیلنڈر کا چلن ہو گیا تھا۔ خود اجی کی کتابوں میں دونوں کیلنڈر پہلو بہ پہلو ملتے ہیں۔ اس کیلنڈر سے حساب لگایا جائے اور اجی کا سن پیدائش وہی تسلیم کیا جائے، جو آپ کی سندات پر درج ہے (اگرچہ اس کا غلط ہونا کچھ ایسا بعید از قیاس نہیں ہے) تو آپ نے ۱۸۶۸ء سے ۱۹۳۸ء تک ستر برس کی عمر پائی اور آپ کا الہام پورا ہوا۔

میرزا غلام احمد قادیانی کی پیدائش ۲۴ ربیع الاول ۱۲۵۵ ہجری کی اور اجی کی ولادت ۱۲۸۱ ہجری کی تھی۔ گویا ان کے درمیان ۲۶ سال کا فرق ہے۔ ان اعداد و شمار سے اجی نے ایک نہایت دلچسپ ڈائیا گرام بنایا، جس کو دو مختلف تحریروں سے اخذ کر کے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیدائش ۲۴ ربیع الثانی ۱۲۵۵ ہجری میں ہوئی۔ اجی نے سن ۱۲۸۱ ہجری میں جنم لیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی پر نزول الہام کی ابتداء ۱۲۹۰ ہجری کو ہوئی تھی۔ دیکھو کتاب دانیال باب ۱۲ آیت ۱۱ ("اور جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اور وہ اجاڑنے والی مکروہ چیز نصب کی جائے گی ایک ہزار دو سو نوے دن ہوں گے")۔ ۱۲۹۰ میں سے ۱۲۸۱ نکال دیئے جائیں، تو ۹ باقی بچتے ہیں، جس کے سبب اجی اس الہام کو، جس میں "نو سالہ فرزند روحانی قوت کا خلیفہ" کا ذکر ہے، اپنی ذات میں پورا ہونا قرار دیتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ ہجری کو واقع ہوئی۔ "آنحضرت کے بعد خاکسار نو سالہ فرزند روحانی قوت کا خلیفہ۔ جمع کرو ۱۳۲۶ کے ساتھ ۹ کو تو ۱۳۳۵ ہو گئے"۔ یہی مسیح کا باطنی طاقت والا فرزند ہے۔ دیکھو کتاب دانیال باب ۱۲ آیت ۱۲ ("مبارک ہے وہ جو ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک انتظار کرتا ہے") ۳۶ سال مرزا غلام احمد قادیانی پر اس دنیا میں الہام جاری رہا۔ جمع کرو ۹ تو ۴۵ ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں: "۴۵ سال کی عمر کے لئے ایک جوڑا چاہیئے"۔ مؤرخہ ۱۲ شوال ۱۳۰۶ ہجری کو اجی کو الہام ہوا کہ آپ کی عمر ستر

سال ہوگی۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۷ سال تھی۔ اب جمع کرو ۲۷ کے ساتھ ۹ تو ۳۶ ہو گے، جو مرزا غلام احمد قادیانی کا عرصہ الہام تھا۔ اسی سال (۱۳۰۶ھ) مرزا غلام احمد قادیانی نے بیعت کا اعلان کیا۔ اب ۹ کو ۱۳۰۶ میں جمع کرو، تو ۱۳۱۵ ہو گئے (حوالہ کتاب دانیال اوپر آ چکا ہے)، جس میں ۳۰۰ جمع کرنے ہوں گے، یہ تین صدیاں ہیں، جن تک مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ممتد ہوگا۔ ۱۳۱۵+۳۰۰=۱۶۱۵ ہجری۔ اجی نے "الہامات الٰہیہ" میں ایک جگہ پر یہ سوال درج کیا ہے:"سوال از فضل: آپ کا زمانہ کتنا طویل ہوگا؟ جواب (از مرزا غلام احمد قادیانی) میرا زمانہ تین سو نو سال تک ہے"۔ الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۱۹۹۔ نمبر ۴۳۸۳)۔ اجی اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہی مسیح کا نو سالہ فرزند ہے، جو سولہ صدیوں کے علوم کو زندہ کر رہا ہے۔ لقد اتینا داؤد منا فضلا میں مجھے خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ اسی سبب سے نو دن چھپا ہوا رہا۔ ۱۸ مئی ۱۹۰۸ء کو آخری ملاقات مسیح سے میری ہوئی۔ لاہور سے بغیر دوسری ملاقات کے گھر آنے کا ایما تھا۔ اور آنحضرت مجھ سے ۲۶ مئی کو نو ایام کے بعد رحلت فرما گئے تھے"۔ (اجی کا قلمی نوٹ)

اس چیز کا راز آپ نے دوسری جگہ پر ذیل کے الفاظ میں کھولا ہے:

"ملائکۃ اللہ نے مجھے اسی رات کو لاہور سے بھاگ جانے پر اصرار کیا۔ چنانچہ میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دوسری ملاقات کئے بغیر لاہور سے رات کو ہی واپس گھر چلا آیا۔ اگر میں صبح تک لاہور میں رہ کر دوسری بار مسیح کو دیکھتا، تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام (حضرت اقدس مرزا صاحب) کے ساتھ ہی دنیا سے رخصت ہو جاتا"۔ (کتاب الزلزلہ نمبر ۱۰۔ صفحہ ۶۔ بحوالہ "میرے جنون کی داستان"۔ نمبر ۵۔ مصنفہ شیخ غلام محمد۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ مئی ۱۹۳۴ء۔ صفحہ ۸)

تفسیر القرآن کا کام

اجی کو یہ احساس تھا کہ آپ کا کام ابھی مکمل نہیں ہوا۔جس کی خاطر آپ ایک عرصہ سے اپنی عمر کے بڑھائے جانے کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے۔یہ کام تفسیر القرآن کا تھا ،جس کی طرف آپ کے مندرجہ ذیل نوٹ میں اشارہ ملتا ہے۔

☆ ۲۳ اپریل ۱۹۳۴ء۔"اے رب العالمین ، میں عاجزانہ مؤدباً عرض گذار ہوں کہ میں مسیح موعود علیہ السلام کی خاطر ہر ایک کام جو مجھے بتایا جائے کرنے کو تیار ہوں ۔ میں اوس کا فدائی فرزند ہوں ۔ وہ میرا ہے اور میں اوس کا ہوں ۔اس کی تفسیر القرآن کی تکمیل کے لئے میری عمر کئی سال اور بھی پانچ سال کے علاوہ بڑھائی جائے۔اے پیارے تو قادر مطلق ہے اور جو کچھ تو چاہے کر سکتا ہے۔تفسیر القرآن کے کام کو جلدی مکمل فرمایا جاوے۔ہر امداد کی ضرورت ہے۔ ۱)اضافہ عمر۔۲)اضافہ علم ۔۳)اضافہ سامان طبع تفسیر القرآن ۔ جواب مرحمت فرمایا جائے۔راقم تیرا پرستار بندہ فضل عمر"۔(کتاب الالہامات۔صفحہ ۳۰۰)

جیسا کہ سابقہ باب میں بیان ہو چکا ہے ، اجی نے اوآخر ۱۹۳۶ء میں جماعت احمدیہ سے علیحدگی کا اعلان کر دیا تھا۔قادیان اور لاہور دونوں جگہوں کی احمدیہ جماعتوں کے تراجم القرآن آپ کے نزدیک اغلاط سے بھرے ہوئے تھے۔دوسرے علماء کے تراجم میں بھی بے شمار باتیں در آئی تھیں ،جن کی تصحیح ضروری تھی۔چنانچہ اس سلسلہ میں اجی نے چند مثالیں دی ہیں:

"۲۱ اگست ۱۹۳۴ء کو اور ایک اشاعت اس سے پہلے موقر جریدہ الفضل قادیان

نے سورہ مائدہ کے رکوع ۵ میں جو عبارت فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض......الخ ہے، اسکے معانی پر سوال و جواب شایع ہوئے ہیں۔ مفسرین اور اس زمانہ کے لوگوں کی توجہ زیادہ تر اس بات پر ہے کہ بائبل کی کتاب پیدائش باب ۴ والا پرانا قصہ قدیم سے چلا آتا ہے اور قرآن کریم میں بھی خدا تعالیٰ وہی پرانے قصے اور کہانیاں وافسانے درج کرتا چلا آتا ہے۔ حالانکہ جو باتیں بائبل میں ہیں انکی بہ نسبت قرآن میں کچھ مزید بھی آئی ہیں۔ مندرجہ ذیل باتیں قابل توجہ ہیں۔

(۱) یہ جو لکھا گیا ہے کہ کوا نے زمین کرید کر قابیل کو ہابیل کی لاش چھپانے کی تدبیر بتائی تھی۔ یہ بات غلط ہے۔ کوا کے بغیر کئی پرندے اور جانور غذا کو چھپا کر دبانے کے عادی ہیں۔ ان کے چشم دید گواہ موجود ہیں۔ کتے کو بارہا ہڈیاں اور روٹی چھپاتے ہوئے دیکھا جاتا ہے۔ یہاں پر کوے کی خصوصیت بعثت کی وجہ اپنی رائے سے بتانا من قال فی القرآن برائه فلبتبوا مقعده من النار کا مصداق بننا پڑتا ہے۔ رائے کا دخل پیشگویوں کے بارہ میں سخت ممنوع ہے۔ مفسرین و مترجمین نے لفظ سواۃ کا ترجمہ اکثر نے غلط لکھا ہے۔ ہم ایسے لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ عربی زبان میں لفظ سواۃ کا ترجمہ انہوں نے کس مستند کتاب لغت عرب سے لاش اور نعش ومیت لیا ہے جو وہ ایسا لکھتے رہے۔ بہت لکیر کے فقیر اور کورانہ تقلید کی زنجیر میں جکڑے رہے۔ قرآن کریم میں اور لغت عرب میں لفظ سواۃ کا ترجمہ عورت۔ جائے ستر، شرمگاہ۔ بدی آیا ہے۔ (۱) منتہی الادب نے لکھا ہے سواۃ بالفتح عورت، یعنی شرمگاہ، رسوائی، سخت بدی، زنا، خوئے زشت۔ (۲) مختار الصحاح صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے۔ السواۃ ۔

العورة و الفاحشه (۳) دوسری عربی لغات میں یہ معنے لکھا ہے۔ السواۃ یکنی بھا عن الفرج قال تعالیٰ فبدت لھما سواتھما و قال کیف یواری سواۃ اخیہ و قال یواری سواتکم ۔ اگر یہ واقعہ ابوالبشر آدم کے زمانہ کا قرآن کریم میں مذکور ہوتا تو خدا تعالیٰ صدہا قرنوں کے بعد بنی اسرائیل پر یہ فرد جرم کیوں لگاتا۔ من اجل ذلك كتبنا علىٰ بنى اسرائيل انه من قتل نفسا بغير نفس او فساد فى الارض فكانما قتل الناس جميعاً ۔ اے عزیزو۔ تم بنی اسرائیل ہو۔ یہ تمہارے زمانہ کا واقعہ ہے۔ قابل غور یہ بات ہے کہ جو گناہ کرتا ہے، اوس کا فرد جرم و سزا خدا کی شریعت میں اوس تک محدود ہوتی ہے۔ لا تزرو وزرة اخرىٰ......" (ہابیل کا مقتول ہونا......، مطبوعہ ۴ ستمبر ۱۹۳۴ء)

جب اجی نے یہ لکھا کہ تم بنی اسرائیل ہو، تو اس سے مراد یہ تھی کہ یہاں پر خود آپ کے معاصرین کے زمانہ میں ہونے والے واقعات کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے ۔ چنانچہ اجی نے اس رسالہ کے حاشیہ پر اپنے قلم سے لکھا: " پیش گوئی وقوعہ قادیاں ۔ ۷ اگست ۱۹۳۷ء" ۔ اس تاریخ کو محمد فخر الدین ملتانی ناشر کتب جماعت احمدیہ نے وفات پائی تھی۔ اس پر ایک روز پہلے قادیان میں قاتلانہ حملہ ہوا تھا، جس کا ذکر کسی قدر تفصیل سے اس کتاب کے باب " جماعت احمدیہ سے علیحدگی" میں آ چکا ہے ۔ اجی نے اپنے ایک رسالہ میں ۱۳ جون ۱۹۳۶ء کو اپنا الہام شائع کیا تھا، جس کا متن یہ تھا: " قتل کرنا طریق صلحاء سے بعید ہے"۔

سابقہ تفاسیر وتراجم القرآن پر تبصرہ

اجی نے ۸ جولائی ۱۹۳۳ء کو ایک رسالہ بعنوان "عام پیغام بنام علمائے اسلام نمبر۳" چھاپا تھا، جس کا مقصد سابقہ تفاسیر القرآن میں پائی جانے والی غلطیوں کی نشان دہی کرنا تھا اور یہ بتانا تھا کہ ان تفاسیر میں تناقض پایا جاتا ہے، جس کو دور کرنا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"اس وقت قرآن کریم آسمان پر ہے۔ رسول کریم کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔ رسول کریم علیہ السلام فرماتے ہیں لا یبقی من القرآن الا رسمہ ترجمہ: صرف قرآن کریم کے حرف باقی رہیں گے اور وہ آسمان پر چلا جائے گا۔ کذا فی مشکٰوۃ۔ اس وقت روئے زمین کے اسلامی علمائے کرام میں سے اگر کوئی قرآن کریم کو زمین پر سمجھتا ہے یا کہ سید حبیب صاحب کے دل میں موجود ہے تو گذشتہ تیرہ سو سال سے لیکر اب تک کے قرآن کریم کے مفسرین ومترجمین اور ان کی تفاسیر ذیل کو جو اسناد خداتعالیٰ کی طرف سے ملے ہیں، ان کے موجودہ مفسرین سورہ ص کی آیات ذیل پیش کردہ لفظی ترجمہ کر کے حلفاً باللہ پیش کریں کہ یہ ترجمہ خداتعالیٰ کی مراد کے مطابق ہے۔ مجھے خداتعالیٰ نے ان آیات کا صحیح ترجمہ پڑھا کر بتایا کہ پہلے تیرہ سو سال کے مفسرین ومترجمین سب غلط لکھتے رہے۔ ان میں سے ایک بھی قابل اعتبار نہیں۔

اگر قرآن کریم کا پاس ادب ہے، تو اخبار میں یہ باتیں شائع کر کے علمائے کرام سے پوچھو۔ جو لوگ پہلی تفاسیر کو صحیح سمجھتے ہیں، وہ میدان میں آئیں۔ سورہ

کہف کے متعلق مجھے خدا تعالیٰ نے بتایا کہ تیرہ سو سال کے مفسر اس کی غلط تفسیر بیان کرتے رہے۔ زمین میں لوگوں کے خیال کے مطابق ایسی کوئی غار نہیں۔ مندرجہ ذیل غاروں میں سے کس کو نقلی اور کس کو اصلی سمجھو گے۔ (۱) ترکمانوں کے علاقہ کی غار (۲) قسطنطنیہ کی غار (۳) روم کی غار (۴) بلقار کے جنگل کی غار (۵) اٹلی کی غار۔ یہ غاریں جیفہء دنیا کمانے کے لئے اصحاب کہف ورقیم کی طرف منسوب ہیں۔ خدا فرماتا ہے وہ سب جعلی اور جھوٹے قصے ہیں

۶۸ ھ سے لے کر ۱۳۵۲ ہجری مقدس تک قرآن کریم کے پہلے مفسروں مترجموں کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے اسناد مندرجہ ذیل ملے ہیں، جن میں ہمارے قادیانی و لاہوری احمدی بھی شامل ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مشکوٰۃ کے باب العلم اور ترمذی میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے: من فسر القرآن برائہ فلیتبوء مقعدہ من النار۔ ترجمہ: جو شخص قرآن کریم کی تفسیر خود رائے سے بیان کرے گا، وہ اپنا ٹکانا جہنم میں بنائے گا۔

میں نے پہلے قرنوں کی تفاسیر اور ترجمے بخوبی دیکھ لئے۔ ان میں اس قدر بے شمار اغلاط اور ایسی بے سرو پا اور غیر واقعہ اور خدا کی مراد و مطلب کے برخلاف باتیں درج ہیں کہ جن کا تعلق قرآن کریم کے ساتھ ایک ذرہ بھر نہیں۔ جن کی ایک دو مثالیں بطور مشتے نمونہ از خروارے صفحہ ۵۔۶ پر پیش کرتا ہوں۔ پہلے قرون کے اسناد سن لو، جو ان کو خدا تعالیٰ عطا فرماتا ہے: (۱) پہلی سند۔ مؤرخہ یکم صفر المظفر ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۱ مئی ۳۳ء کو پہلے مفسروں کو خدا تعالیٰ نے یہ خطاب فرمایا: وامتازوا الیوم ایھا المجرمون۔ ترجمہ: اے ملزمو آج جدا ہو جاؤ۔ (۲)

دوسری سند۔قرآن کریم میں تمہارا کوئی دخل نہیں۔(۳) تیسری سند۔ناکسوا رؤسھم عند ربھم ۔ترجمہ:خدا کے حضور شرمندے،رسوا اور سرنگوں پیش ہوئے۔(۴)ان تفاسیر میں کوئی بھی قابل اعتبار نہیں۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے میری آئندہ تفسیر القرآن کی صحت کے اسناد

(۴)جئنابك علیٰ ھو لاء شھیداً ۔ترجمہ:ہم تجھ کو لوگوں کا معلم بنا کر لائے۔(۵)لایومنون حتیٰ یحکموك فیما شجر بینھم ۔ ترجمہ:ایماندار نہیں بنیں گے جب تک تجھ کو حکم نہ ٹھہرائیں۔(۶) غلطیوں کی صحت کی جائے گی۔(۷)تعلیم مکمل دی جائے گی۔(۸) محمد کے بعد قرآن کا درس دیا جائے گا۔فرمایا بیسیوں غلطیاں نکل رہی ہیں۔(۹) تیرہ سوسال گذشتہ میں جو غلطیاں رہی ہیں وہ نکال دی جائیں گی۔(۱۰) میں تیری مدد کروں گا۔(۱۱) میں زمین کے نیچے سے اوپر سے جہاں سے چاہوں مدد کرسکتا ہوں۔(۱۲) محمد کے بعد نہ ایسا کوئی ہوا اور نہ ہوگا۔ تیرے مددگار محمد کے مددگار کہلائیں گے۔(۱۳) دارالقرآن میں قرآن کا درس دیا جائے گا۔(۱۴) تیرہ سوسال کی کافی غلطیاں نکل رہی ہیں۔(۱۵)ان نحن نزلنا علیك القرآن ۔ترجمہ:ہم تجھ پر قرآن کریم کے مطالب نازل کرتے ہیں۔(۱۶)جئنابك علیٰ ھو لاء لفیفا۔(۱۷)خدا تعالیٰ کو تیری باتیں پسند آئیں ۔(۱۸) ہم قرآن اوتارتے ہیں۔(۱۹) ترجمۃ القرآن سکھانے کے لئے قرآن کو نیچے بھیجا جاتا ہے۔

ساری دنیا میں اس وقت کوئی ایسا ملہم و مامور موجود ہے، جو اس طرح خدا

تعالےٰ سے اپنی تفسیر نویسی کی صحت کی سند خدا تعالیٰ سے حاصل کر کے میری پیش کردہ آیات قرآن کا صحیح مطلب بیان کر سکے۔ خدا تعالیٰ کو منواؤ۔

قران کریم کے پہلے مفسروں و مترجموں کی غلطیوں کے نمونے جن میں ہمارے مفسر و مترجم قادیانی احمدی اور مولوی محمد علی پریزیڈنٹ انجمن اشاعت اسلام لاہور مفسر القرآن بھی شامل ہیں۔

سب تفسریں ترجمے غلط ہیں تیرہ صدیوں والے
کرو تدارک جلدی پیارو آؤ جو سننے والے

قرآن کریم کی سورہ صاد کے چھ فقرے ذیل میں لکھ کر نیچے اون کے وہ معنے اور ترجمہ درج کرتا ہوں، جو وہ بحوالہ مفسرین و مترجمین لکھتے رہے۔ مجھے خدا تعالےٰ اطلاع فرما رہا ہے کہ ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے۔ سب غلط ہیں۔ خدا تعالیٰ کا قرآن کریم میں یہ وعدہ ہے و لو کان من عند غیر اللّٰہ لو جدوا فیہ اختلافاً کثیراً ۔ ترجمہ: اگر قرآن کریم خدا کا کلام نہ ہوتا، تو اس میں لوگ بڑا اختلاف پاتے۔ دیکھو ان مفسرین و مترجمین کے اختلاف کس قدر ہیں۔

(۱) دیکھو پہلے آٹھ مترجم بالعشی کے معنے تیسرا پہر اور پچھلا پہر درج کرتے ہیں۔ دیکھو نمبر ۹۔۱۰۔۱۱۔۱۲ نے اسی لفظ کا ترجمہ شام لکھا ہے اور نمبر ۱۳ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فجر لکھا۔

(۲) دیکھو آیت نمبر ۱ میں سب مفسرین و مترجمین تیرہ سو سال سے اب تک صافنات الجیاد کا ترجمہ: اصیل تیز رو گھوڑے لکھتے رہے۔ لیکن مجھے خدا تعالےٰ بتا رہا ہے کہ یہاں گھوڑوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ وہ سب ترجمے غلط ہیں۔ اگر میری باتوں پر اعتبار نہیں، تو خود آنکھیں کھولو اور دیکھو۔

(۳)حتی توارت بالحجاب کا ترجمہ نو مترجمین ذیل نے لکھا کہ سورج چھپ گیا۔ اور باقی نے کہا کہ گھوڑے چھپ گئے۔ لیکن مجھے خدا تعالےٰ فرمارہا ہے کہ یہاں سورج اور گھوڑوں کا کوئی بیان نہیں۔ یہ ترجمہ غلط ہے۔ دیکھو ایک ہی آیت کے معنے بعض نے لکھا کہ سورج چھپ گیا اور بعض نے لکھا گھوڑے چھپ گئے۔ کیا اب قرآن آسمان پر نہیں گیا۔

(۴)مسحاً بالسوق و الاعناق کا ترجمہ ۳، ۴، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ نے لکھا کہ سلیمان نے غصہ سے گھوڑوں کے پاؤں اور گردنیں کاٹ دیں اور باقی نے لکھا کہ اون سے پیار کیا اور تھپکی دی۔ خدا فرماتا ہے یہ ہر دو قسم کے ترجمے غلط ہیں۔ اگر کسی میں جرات ہے تو صحیح ترجمہ خدا سے پوچھ کر لکھو۔ ورنہ میری باتیں سنو۔ جو ایسا نہ کریں وہ عنداللہ باغی ہیں۔

قرآن کریم سورہ ص۔ رکوع ۱۲۔ (۱)اذ عرض علیه بالعشی الصافنات الجیاد۔ (۲)حتیٰ توارت بالحجاب۔ (۳)فقال انی احببت حب الغیر عن ذکر ربی۔ (۴)ردوها علی۔ (۵)فطفق مسحا بالسوق و الاعناق۔ (۶)و لقد فتنا سلیمان و القینا علی کرسیه جسدا ثمّ اناب۔

(۱) ترجمہ نمبر ۱ از شاہ رفیع الدین مرحوم دہلوی: (۱) جس وقت روبرو لائے گئے اوپر اوس کے تیسرے پہر۔ گھوڑے ایک پاؤں اٹھانیوالے بہت خاصے۔ (۲) یہاں تک کہ چھپ گیا سورج پردہ میں (۳) پس کہا سلیمان نے تحقیق میں نے دوست رکھا محبت مال کی کو یاد پروردگار اپنے کے سے۔ (۴) پھیر لاؤ ان کو اوپر میرے۔ (۵) پس شروع کیا ہاتھ پھیرنا پاؤں اور گردنوں پر۔ (۶) اور البتہ آزمایا ہم نے سلیمان کو اور ڈال دیا اوپر کرسی کے ایک بدن پھر رجوع کیا

بجق۔

(۲) ترجمہ از حافظ روشن علی صاحب مرحوم احمدی قادیانی (۱) جس وقت کہ لائے گئے اوس کے سامنے تیسرے پہر گھوڑے اصیل تیز رو۔ (۲) تو کہا سلیمان نے تحقیق میں پسند کرتا ہوں محبت مال کی ذکر رب کی خاطر۔ (۳) یہاں تک کہ چھپ گیا سورج پردے میں۔ (۴) پھر لاؤ اون کو سامنے میرے۔ (۵) تو لگا ہاتھ پھیرنے پنڈلیوں اور گردنوں پر۔ (۶) اور تحقیق آزمایا ہم نے سلیمان کو اور ڈال دیا ہم نے اوس کی کرسی پر ایک جسم پھر وہ رجوع بجق ہوا۔

(۳) ترجمہ از ملا حسین واعظ کاشفی ہراتی۔ اردو ترجمہ تفسیر حسینی فارسی۔ (۱) جب پیش کئے گئے سلیمان پر اخیر دن میں گھوڑے کھڑے تین پاؤں اور چوتھے پاؤں کے سم کے کنارے، گھوڑے تیز چلنے والے۔ (۲) تو کہا سلیمان نے بے شک میں نے اختیار کی محبت بہت مال کی، یعنی دریائی گھوڑوں کی، کہ باز رہا اپنے رب کی یاد سے۔ (۳) اس وقت کہ چھپ گیا آفتاب پردہ میں رات کے۔ (۴) پھیرو گھوڑے میری طرف۔ (۵) جب لوگوں نے گھوڑے پھیرے تو کھڑے ہوئے سلیمان اور تلوار رگڑتے تھے ساقوں پر گھوڑوں کی یعنی کونچیں کاٹتے تھے اور اون کی گردنوں پر یعنے گھوڑوں کے سر کاٹتے تھے۔ (۶) بیشک آزمایا ہم نے اور امتحان میں ڈال دیا سلیمان کو اور ڈالا ہم نے اوس کے تخت پر جسد بے روح۔ پھر پھرے خدا کی طرف۔

(۴) ترجمہ از مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی مرحوم۔ (۱) یاد کن چوں عرض کردہ شد بر سلیمان بآخر روز اسپان ایستادہ برسم پا بر کنار رسم از قائمہ۔ (۲) پس گفت دوستی اسپان تیز روش برگزیدم دوستی مال بسیار زیاد پروردگار۔ (۳) تا

آ نکہ پوشیدہ شد آفتاب بہ پردہ شب۔(۴) باز گردانید اسپاں را بر من۔(۵) پس ایستاد کہ مے زد شمشیر را باساقہا و گردنہائے اسپان۔(۶) و ہر آینہ ما آزمودیم سلیمان را واندا ختیم بر تخت او جسدے پس باز گشت بخدا۔

(۵) ترجمہ از مولوی نور الدین مرحوم اول جانشین مسیح موعود قادیانی علیہ السلام۔(۱) جس وقت کہ اوس کے سامنے پچھلے پہر گھوڑے پیش کئے گئے۔(۲) تو انہوں نے وعظ فرمایا کہ مجھ کو گھوڑوں کی محبت خدا کے لئے ہے۔(۳) یہاں تک سوار جوان کو پھیر رہے تھے، وہ اتنی دور لے گئے کہ نظروں سے غائب ہو گئے۔(۴) آپ نے حکم دیا کہ لوٹاؤ ان گھوڑوں کو۔(۵) تھپکی دیتے تھے۔(۶) اون کی کرسی پر وہ شخص قائم ہوا، جس میں دینداری کی روح نہ تھی۔

(۶) ترجمہ از مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے پریزیڈنٹ انجمن اشاعت اسلام لاہور مؤلف تفسیر بیان القرآن۔(۱) جب اوس پر پچھلے پہر اصیل تیز رو گھوڑے پیش کئے گئے۔(۲) تو اوس نے کہا میں اچھے مال کی محبت کو اپنے رب کے ذکر کی وجہ سے اختیار کرتا ہوں۔(۳) یہاں تک کہ وہ پردے میں چھپ گئے۔(۴) انہیں میرے پاس لوٹا کر لاؤ۔(۵) تب وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

(۷) ترجمہ از مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب احمدی پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان۔(۱) جب کہ اوس پر پچھلے پہر عمدہ اصیل گھوڑے پیش کئے گئے۔(۲) اور اوس نے کہا کہ بیشک میں نے اپنے رب کی یاد کی وجہ سے مال سے محبت کی ہے۔(۳) یہاں تک کہ وہ گھوڑے پردوں میں چھپ گئے۔(۴) اون کو مجھ پر واپس لاؤ۔(۵) تو ہاتھ لگانے لگا ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر۔

(۸) ترجمہ از ابو الوفا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اڈیٹر اخبار اہل حدیث۔(۱) جب بعد دوپہر خاص اصیل گھوڑے اوس کے سامنے پیش کئے گئے ۔(۲) تو اوس نے کہا کہ میں نے ان بہترین گھوڑوں سے محبت خدا کے ذکر کے لئے کی ہے۔(۳) یہاں تک کہ وہ کسی اوٹ میں چھپ گئے ۔(۴) تو اوس نے کہا اون کو میری طرف واپس لاؤ۔(۵) پھر اون کی پنڈلیاں اور گردنیں چھونے لگا۔(۶) اور ہم نے سلیمان کو بھی جانچا اور اوس کی کرسی پر ہم نے ایک جسم بے جان ڈلوا دیا پس وہ متوجہ ہوا۔

(۹) ترجمہ از حافظ ڈپٹی مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی مرحوم۔(۱) ایک بار شام کے وقت خاصے کے اصیل گھوڑے اون کے روبرو پیش کئے گئے ۔تو اون کے دیکھنے میں ایسے مشغول ہوئے کہ نماز عصر قضاء ہوگئی، پھر خیال آیا۔(۲) تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہوکر مال کی محبت کو ترجیح دی۔(۳) یہاں تک کہ آفتاب مغرب کے پردے میں چھپ گیا۔(۴) اچھا تو ان گھوڑوں کو میرے پاس لوٹاؤ۔(۵) اور اب مارے غصے کے لگے تلوار سے گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں کا صفایا کرنے۔

(۱۰) ترجمہ از شاہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی قادری چشتی۔(۱) جب شام کے وقت ان کے روبرو اصیل اور عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے ۔(۲) تو کہنے لگے کہ افسوس میں اس مال کی محبت میں لگ کر اپنے رب کی یاد سے غافل ہوگیا۔ (۳) یہاں تک کہ آفتاب پردہ مغرب میں چھپ گیا۔(۴) پھر حشم وخدم کو حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے سامنے لاؤ۔(۵) سو انھوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر تلوار سے ہاتھ صاف کیا۔(۶) اور ہم نے سلیمان کو ایک

اور طرح بھی امتحان میں ڈالا اور ہم نے ان کے تخت پر ایک ادھورا دھڑ ڈالا۔ پھر انہوں نے خدا کی طرف رجوع کیا۔

(۱۱) ترجمہ از مولوی محمود الحسن صاحب مرحوم دیوبندی مدرس اول۔ (۱) جب پیش کیئے گئے اوس کے روبرو شام کے وقت تیز رو گھوڑے۔ (۲) تو سلیمان نے کہا میں نے پسند کیا مال کی محبت کو اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو کر۔ (۳) یہاں تک کہ آفتاب چھپ گیا پردے میں۔ (۴) اون گھوڑوں کو لوٹاؤ میرے پاس۔ (۵) پھر لگا ہاتھ پھیرنے پنڈلیوں اور گردنوں پر تلوار سے ان کا صفایا کرنا شروع کر دیا۔ (۶) ہم نے آزمایا سلیمان کو اور ڈال دیا اوس کے تخت پر ایک دھڑ۔ پھر وہ رجوع ہوا۔

(۱۲) ترجمہ از شاہ عبد القادر دہلویؒ۔ (۱) جب دکھانے کو آئے اوس کے سامنے شام کو گھوڑے خاصے۔ (۲) تو بولا میں نے چاہئی محبت مال کی اپنے رب کی یاد سے۔ (۳) یہاں تک کہ چھپ گیا سورج اوٹ میں۔ (۴) پھر لاؤ ان کو میرے پاس۔ (۵) لگا جھاڑنے پنڈلیاں اور گردنیں۔ (۶) اور ہم نے جانچا سلیمان کو اور ڈال دیا اوس کے تخت پر ایک دھڑ، پھر وہ رجوع ہوا۔

(۱۳) ترجمہ از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۱) یاد کن چوں نمودہ شد او را وقت پگاہ (بمعنے فجر) اسپان تیز رو۔ (۲) پس گفت ہر آئینہ دوست داشتم ایں اسپاں را از قبیل رغبت بمال اعراض کناں از ذکر پروردگار خود۔ (۳) تا آنکہ پنہاں شد آفتاب در پردہ۔ (۴) باز گردانید ایں اسپاں را بر من۔ (۵) پس شروع کرد دست رسانیدن بساقہا و گردنہا۔ (۶) ہر آئینہ آزمودم سلیمان را و انداختیم بر تخت او کالبدے، باز رجوع کرد بخدا۔

نوٹ از بندہ: کیا گھوڑے اور سورج ایک ہی آیت کا ترجمہ کرنے میں کچھ اختلاف نہیں ہوا۔

ہمارے سارے علمائے کرام جماعت احمدیہ اور ملہمین قادیان ولاہور وغیرہ اور ساری دنیا کے علمائے مسلمین توجہ سے سنیں

قرآن کریم کے بیسیوں مقامات کے ترجمے اور تفسیریں جو تیرہ سوسال سے لوگ لکھتے اور پڑھتے آتے ہیں، خدا نے ان کو غلط قرار دیا ہے۔ اگر میری باتوں پر اعتبار نہیں، تو مذکورہ بالا تیرہ قسم کے ترجموں میں جو اختلاف ہے، ان میں سے کس کو صحیح اور کس کو غلط قرار دو گے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے: میرے کلام میں اختلاف و تناقص نہیں ہوتا۔ خدا کی طرف سے تفسیر نویسی کی سند کوئی شخص حاصل کر کے سورہ ص کے مذکورہ بالا چھ فقرات کا صحیح ترجمہ میرے بالمقابل ہوکر بیان کر سکے، سمجھ لو کہ میری باتیں خدا کی طرف سے نہیں۔ اس میدان میں جو شخص صحیح ترجمہ بیان کر سکے گا، جان لو کہ وہ آیندہ مفسر القرآن من عنداللہ کہلائے گا۔ ترجمہ لکھ کر حلفی بیان دینا ہوگا کہ خدا کے الہام سے لکھا گیا۔ مندرجہ ذیل اصحاب مدعو ہیں۔ (۱) حضرت مولوی محمد علی صاحب مؤلف تفسیر القرآن اردو، انگریزی، ایم۔اے، پریزیڈنٹ انجمن اشاعت اسلام لاہور، (۲) حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ (۳) حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ (۴) حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔اے قادیان۔ (۵) مولوی میر محمد اسحاق صاحب مولوی فاضل

جامعہ احمدیہ قادیان۔ (۶) حضرت مولوی غلام رسول صاحب آف راجیکی قادیان۔(۷) شیخ عبدالرحمٰن مولوی فاضل مصری جامعہ احمدیہ۔(۸) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل ومنشی فاضل جامعہ احمدیہ قادیان۔ (۹) مفتی محمد صادق صاحب فارن سیکرٹری قادیان۔

ملہمین جو نبی ومہدی ویوسف ومصلح موعود بننے کی خوابیں دیکھتے ہیں سنیں اور میدان میں آئیں

عام علمائے افغانستان وہند بھی مدعو ہیں

(۹) سیداحمد نور کابلی ملہم قادیان۔(۱۰) مولوی عبداللہ صاحب تیماپوری۔ تیماپور ضلع گلبرگہ ریاست نظام۔(۱۱) اورکوئی صاحب جواس وقت ملہم و مامور من اللہ ہونے کی خوابیں یا الہام سناتا ہے، وہ مدعو ہے۔(۱۲) انجمن حمایت اسلام کے سارے علمائے کرام ۔ (۱۳) مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر۔(۱۴) مولوی سیدمحمد شریف صاحب گھڑیالوی۔(۱۵) نامی علمائے کرام پشاور۔(۱۶) نامی علمائے لاہور۔بمبئی۔کلکتہ۔دہلی وغیرہ۔(۱۷) نامی علمائے کرام افغانستان۔(۱۹) سید حبیب محرر خصوصی اخبار سیاست لاہور۔(۲۰) نامی علمائے کرام مکہ ومدینہ وشام۔ان کے لئے عربی میں ترجمہ شائع ہوکر انشاءاللہ جائے گا۔مولوی ظفرعلی خان آف زمیندار بالخصوص مدعو ہے۔

قرآن کریم کی مندرجہ ذیل تفاسیر وتراجم کے متعلق خدا تعالیٰ کی شہادت مؤرخہ ۶ جولائی ۱۹۳۳ء کوخدا تعالیٰ نے فرمایا: ان تفاسیر میں کوئی بھی قابل اعتبار

نہیں۔ واللہ یہ خدا تعالیٰ کی شہادت ہے۔
(اس کے بعد ۶۸ تراجم اور تفاسیر القرآن کی فہرست درج ہے)
(عام پیغام بنام علمائے اسلام نمبر ۳۔ امت محمدیہ کے اغلاط کی اصلاح نمبر ۱
مورخہ ۸ جولائی ۱۹۳۳ء۔ ۱۰ صفحات)

دار القرآن کی تعمیر کا ارادہ

اجی کی ساری عمر اسلامی علوم کے مطالعہ اور تصنیف کتب میں گذری تھی۔ مگر جب آپ نے ان علوم کو الہام کی روشنی میں اور روحانی قوتوں کے ذکر کو شامل کر کے لکھنے کا ارادہ کیا، تو آپ کو نئے سرے سے تعلیم و تربیت لینی پڑی۔ اس کا ذکر آپ ذیل کے الفاظ میں کرتے ہیں:

"اب میری عمر ساٹھ سال سے اوپر گذر رہی ہے۔ باوجود قرآن کریم و احادیث نبویہ و فقہ و علم التصوف وغیرہ علوم کا مدعی ہونے کے مجھے ملائکۃ اللہ کے حلقہ تدریس میں داخل ہو کر ان کے آگے زانوے ادب تہہ کرنا پڑا اور اب میں اپنی سالہائے دراز کی علمی غلطیوں کو ان کے سامنے تسلیم کر کے تائب ہو رہا ہوں"۔ (مقدمہ اسرار شریعت۔ صفحہ ۵۱)

☆ ۱۰ دسمبر ۱۹۳۴ء۔ " کشف میں مجھے دکھایا گیا کہ قرآن کریم کی پہلی تفاسیر غلط قرار دی گئی ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے صحیح جدید تفسیر نازل ہو گئی ہے اور پہلی تفاسیر یکدم اولٹ گئیں اور ردیات میں پھینک دی گئیں"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۴۵۰۔ نمبر ۱۸۵۷)

☆ ۱۶ اگست ۱۹۳۴ء۔" کشف میں مجھے دکھایا گیا ہے کہ ایک قوی الھیکل اونٹ کی تمثل کا فرشتہ ہے۔اوس پر ایک طرف بڑا اعالی شان بکس ہے۔اوس میں ایک طرف ایک بڑی کتاب لدی ہوئی ہے۔اوس کے بالمقابل دوسری طرف میلے کتاں کے ایک بورے میں تیرہ سوسال کی تفاسیر بھری ہوئی ہیں۔جب وہ میرے قریب آیا، تو برکس و زندار ہونے کی وجہ سے اولٹ کر میرے سامنے قریب تر آ کر گرا۔بورا نیچے اور بکس اوس کے اوپر تھا"۔(نوٹ) بکس خاکسار کا وجود تابوت سکینہ ہے۔جس کو فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے اور اس میں سارے قرآن کی تفسیر بھر دی گئی ہے"۔(الہامات الٰہیہ۔صفحہ ۴۲۶۔نمبر ۶۸۷۹)

اجی کو احباب نے مشورہ دیا کہ تفسیر القرآن کو دو تین جلدوں میں چھاپ دیا جائے (مثلاً سردار محمد عجب خان صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنشنر آف زیدہ ضلع پشاور)۔مگر اجی کو خدا تعالیٰ نے اطلاع فرمائی کہ

" قرآن کریم جس طریق سے نازل ہوا تھا، اس طریق سے اوس کی تفسیر اردو۔ عربی۔انگریزی بھی بتدریج شائع ہو گی تا کہ لوگ بسہولت و بتدریج پڑھ کر اس کا علم حاصل کریں"۔

" نبی کریم فرماتے ہیں: رسالہ خادم المسلمین جاری رکھو اور یہاں صحیح تفسیر القرآن کی تعلیم کے لئے دار القرآن تعمیر کرو۔اور لوگوں کو اس کام میں معاونت کی تحریک کرو......

واضح ہو کہ تعلیم القرآن والحدیث کے لئے خدا تعالیٰ کا ارادہ ہو چکا ہے کہ ایک وسیع دار القرآن چنگا میں نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر وقف علی المسلمین تعمیر کرایا جائے۔جس میں منتہی طلباء کو قرآن کریم و احادیث

نبویہ کی پیشگوئیاں نبی کریم کے درس سے تعلیم کر کے تبلیغ کے لئے بیرونی ممالک میں بھیجا جائے۔ جن سے تیرہ سو سال کے مفسرین و محدثین بے خبر رہے ہیں۔ وہی طریق اہل اسلام کے لئے قابل کامیابی ہے، جس پر نبی کریم دعوت فرماتے ہیں

خدا فرماتا ہے۔ بیس مبلغ تجھ سے تعلیم پا کر باہر بھیجے جائیں، جو ساری دنیا کے لئے کافی ہوں گے۔ ان کے ساتھ فرشتے مددگار ہوں گے۔ جو قوم ان سے روگردان ہوگی، زمین ان کو کھا جائے گی......"۔

(خادم المسلمین نمبر ۷۔ ۲۲ جولائی ۱۹۳۷ء مطابق ۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ)

تفسیر القرآن کی اشاعت کا کام اجی کی زندگی کے آخری برسوں میں ایک مستقل حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ اس سلسلہ میں آپ نے ایک بڑی تعداد میں رسالہ جات تصنیف کر کے چھاپے۔ اس کے علاوہ آپ ملکی اور غیر ملکی اخبارات میں تفسیر القرآن سے متعلق مختلف سوالات اٹھاتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ کے خطوط عرب ملکوں کے اخبارات میں شائع ہوتے تھے اور وہاں کے علمی حلقوں میں دلچسپی سے پڑھے جاتے تھے۔ اجی اہتمام کے ساتھ اردو کے علاوہ عربی اور انگریزی میں اپنے رسالہ جات چھاپتے تھے، جن کو بڑے پیمانے پر ڈاک کے ذریعہ اور ذاتی طور پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ آپ کے اس علمی جہاد کا ایک نمونہ مجھے اجی کے ایک خط کی نقل کی صورت میں ملا ہے، جو آپ نے مصر کے مفتی کے نام عربی زبان میں لکھا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

" بخدمت مفتی دیار مصر و رئیس مجلس تفسیر القرآن سلمکم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

میں نے جریدہ "ام القریٰ" بابت ۴ شوال ۱۳۵۵ ہجری میں پڑھا ہے کہ آپ نے تالیف تفسیر القرآن کا ارادہ باندھا ہے۔ میں یہ جان کر بہت خوش ہوا ہوں کہ آپ نے اس بہترین کتاب کی تفسیر کے لئے مختلف افراد پر مشتمل کمیٹی قائم کی ہے۔ اس کمیٹی نے مستشرقین کے بعض مشرقی معترضین کی استعانت حاصل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ برادران آپ کو خبر ہو کہ میں چالیس برسوں سے محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں تفسیر القرآن سیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگوں نے تفسیر القرآن پر اپنی آراء مختلفہ سے جو مقدمہ لکھا ہے، اس کو شائع نہ کریں، جب تک آپ اسے مجھے دکھا نہ لیں۔ اس کا اطلاق دوسرے اجزاء پر بھی ہوتا ہے، کیونکہ میں اسے محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کروں گا اور حضور سے اس کے درست ہونے کے بارے میں پوچھوں گا۔ میں حضور کی خدمت میں قدیمی مدون تفاسیر اور آپ کی جدید تفسیر کو پیش کروں گا۔ میں آپ کی خدمت میں متعدد رسائل بھیج رہا ہوں، جو حضور کے الہامات پر مشتمل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ یہ جان لیں کہ میں آپ کو یہ سطور اپنی مرضی سے نہیں بلکہ نبی علیہ السلام کے حکم سے لکھ رہا ہوں۔ میں آپ کے اور کمیٹی کے جملہ ممبران کے اس چیز سے متفق یا اختلافی جواب الصواب کا منتظر رہوں گا۔ اگر آپ کے دل میں شک پیدا ہو اس بارے میں جو میں نے کہا اور لکھا ہے، تو آپ کو چاہیئے کہ کائنات عالم کے بارے میں احوال واقوال نبی علیہ السلام، جن کو میں سنتا اور نشر کرتا ہوں، کا تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ اختتام میں میری طرف سے فائق الاحترام والسلام قبول کریں۔

یہ خط مخلوق کے کمترین اور جملہ مسلمانوں کے خادم نے لکھا ہے، جو عوام الناس

میں

مولوی محمد فضل خان ابن غلام محمد خان کے نام سے جانا جاتا ہے

مقام چنگا بنگیال۔ تحصیل گوجر خان۔ ضلع راولپنڈی۔ پنجاب۔ ہند۔

۱۲ جنوری ۱۹۳۷ء

میں نے نبی علیہ السلام سے عراق کے سیلاب کی پیش خبری سنی تھی اور اہل عراق کو دجلہ اور فرات میں آنے والے سیلاب کی خبر دے دی تھی۔ چنانچہ سیلاب آیا۔ دیکھو جریدہ ام القریٰ۔ مؤرخہ ۴ شوال ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۳۶ء۔ صفحہ ۲۔ کالم اول۔

ارسال شدہ اشیاء۔ خط۔ رسالہ اختلاف مفسرین اردو۔ رسالہ اردو وانگریزی بیان صحت تفسیر القرآن و رسالہ نمبر ۳ عربی و انگریزی۔ دعوۃ النزال علی خلاف حکومۃ الروس، عربی۔ اردو۔ انگریزی۔

ایک مبشر خواب

خان صاحب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب اسسٹنٹ سرجن مانسہرہ، ضلع ہزارہ نے ایک خواب قابل تعبیر دیکھا اور ا.جی کو لکھ کر بھیجا

"از مانسہرہ۔ ضلع ہزارہ

۹ جون ۱۹۳۶ء مطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ۔

حضرت مولانا صاحب مدظلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) میں نے ہفتہ عشرہ ہوا ایک روز بوقت سحر قبل از فجر ایک خواب دیکھا۔ مجھے

ایک شخص دکھلایا گیا، جونو عمر ۱۶۔۱۷ سال کا جوان نہایت وجیہہ، تنومند، قدآور تھا اور اسکی داڑھی تازہ آ رہی تھی۔ لباس مختصر سادہ تھا۔ مجھے کہا گیا اور تفہیم ہوئی کہ یہ مولوی محمد فضل صاحب ہیں۔

(۲) کچھ وقفہ کے بعد میں نے دیکھا کہ میں مولوی محمد فضل صاحب کے سامنے بیٹھا ہوں۔ وہ ایک سفید ریش، فراخ چہرہ والے، گھنی اور لمبی داڑھی والے، لیکن نہایت مضبوط اور وجیہہ معمر بزرگ ہیں۔ میں ان سے کچھ باتیں پوچھ رہا ہوں۔ وہ بخندہ پیشانی جواب دے رہے ہیں۔

(۳) ایک تیسرا شخص کہ وہ بھی بڑی عمر کا ہے کمرے میں بہت پیچھے ہٹ کر بیٹھا ہے۔

(۴) وہ تیسرا شخص مجھے بار بار اشارات وغیرہ سے توجہ دلاتا ہے کہ میں مولوی صاحب قبلہ سے باتیں نہ پوچھوں۔ مبادا کہ وہ غصے میں آ جائیں۔ لیکن اوس شخص کی بات پر التفات نہ کرتے ہوئے میں نے سلسلہ کلام جاری رکھا اور غصے کے متعلق اس کا خیال صحیح ثابت نہ ہوا۔

(۵) پھر میں نے دیکھا کہ مولوی صاحب موصوف نے میرے لئے کھانا لایا ہے۔

(۶) ایک بڑا پیالہ انکے سامنے ہے اور ایسا ہی میرے سامنے ہے اور غالبًا ایسا ہی اس تیسرے شخص کے پاس بھی پیالہ ہے۔ پیالے میں دہی ہے، لیکن اس دہی کا ذائقہ اور لذت عام دہی کی طرح نہیں۔ بلکہ اسکی خوشگواری اور لذت والی چیز میں نے پہلی زندگی میں نہیں کھائی۔ میں کھاتا جاتا ہوں اور سیری نہیں ہوتی (میں عام طور سے کم خور ہوں)۔

(۷) ایک موٹی روٹی سے جو میرے اور مولوی صاحب کے درمیان مشترک ہے ہم توڑ توڑ کر کھاتے ہیں۔ میں خواب میں زیادہ کھا رہا ہوں اور خوش ہوں کہ میری اشتہا بند ہونے میں نہیں آتی۔ ابھی یہ طعام ختم نہ ہوا تھا کہ میں بیدار ہو گیا۔ اس خواب کے بعد میری طبیعت پر نہایت خوش کن اثر تھا۔ اللہ تعالےٰ مبارک فرماوے۔ بظاہر بہت مبارک ہے۔

چونکہ آپ کی ذات اور نام کے ساتھ اس خواب کا تعلق ہے، میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ آپ کو لکھ دوں۔ میں بہت شاذ و نادر کوئی خواب دیکھتا ہوں۔ چونکہ آپ کی ذات کے ساتھ اس کا کچھ تعلق ہے، اس لئے آپ کو لکھ دی گئی۔ مبلغ ۱۵ روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت کرتا ہوں۔ اس رقم سے آپ کو جو پسند خاطر ہو چھاپنا چاہیں، تو چھپوالیں"۔ (اسرار شریعت جلد دوم۔ کتاب علم تاویل الاحادیث بالقرآن والحدیث۔ لوح نمبر ۱۰۔ مرقومہ ۶ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ۔ ومطبوعہ ۱۹ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ۔ صفحہ ۲۔۳)

ذیل میں اس خواب کی تعبیر اجی کے الفاظ میں پیش کی جاتی ہے:

" ڈاکٹر صاحب کے خواب کی تعبیر اور وجیہہ الشکل نوجوان کی تشخیص

(۱) خدا فرماتا ہے۔ علم تاویل کو جاننے والا یوسف ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ خواب ایسے انسان کو دکھایا ہے، جو علم طب و طبایع انسانی کا ماہر سرکاری سند یافتہ ہے اور خواب اسکے ظاہری علم و تجربہ کے مخالف ہے یہ واقعہ اسلئے ہوا کہ سننے والے سمجھ لیں، یہ خدا کا کام ہے۔ اس میں کوئی انسانی بناوٹ نہیں۔ اپنے نام کیطرح سعید الفطرت خدا ترس انسان ہے، اس پر یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ اس نے جھوٹ بولا

ہو۔حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ اس نے دیکھا امر واقعہ ایسا ہی ہے،سر مو فرق نہیں۔
تفصیل تعبیر: ۱۳۴۵ ہجری کے آغاز میں آج سے قریباً بیس سال پہلے خاکسار پر ایک لمبی کشفی حالت طاری ہوئی۔میں نے دیکھا کہ نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پہلے خوبصورت حلیہ میں صحیح وسالم عمدہ لباس میں ملبوس میرے سامنے لیٹے ہوئے ہیں۔اوس وقت میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ آنحضرت علیہ السلام تیرہ سوسال سے وفات یافتہ ہیں۔اور اب بھی فوت شدہ ہیں۔اس وقت ان کے زندہ ہونے کی ضرورت ہے۔خدا تعالیٰ سے عرض کی جائے کہ وہ آنحضرت کو زندہ کردے تاکہ مردہ قوموں کو زندہ کریں۔ اوسی وقت میرے ہاتھوں کے اندر غیب سے آب حیات کا چشمہ نہر رواں کی طرح جاری ہو گیا۔خدا کی طرف سے ارشاد آیا۔اس پانی کے ساتھ ان کو غسل دے دو۔زندہ ہوجائیں گے۔تب میں نے وہ پانی آنحضرت کے وجود اقدس پر بڑے زور سے ڈال کر غسل دینا شروع کیا۔پانی غیب سے میرے ہاتھوں میں آتا جاتا تھا۔اور میں آنحضرت کو معہ لباس ملبوس نہلانے میں تنہا مشغول تھا۔ابھی میں اس کام میں مصروف تھا کہ اچانک آنحضرت علیہ السلام اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور مجھے اپنے فرزند کی طرح تعلیم وتربیت کے لئے اپنے ساتھ رکھ لیا۔آنحضرت کا وجود ایک بڑے زبردست پہلوان کی طرح قوی تھا۔تیز قدمی سے چلتے تھے۔ اور میں ساتھ دوڑتا چلا جاتا تھا۔جب ہم ہر دو ایک بڑے پہاڑ کے دامن میں پہنچے۔تو آنحضرت نے اسکو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر زور سے دھکہ دیا۔پھر وہی ہاتھ میرے سر پر رکھ کر میرے وجود میں پنہاں ہو گئے۔اس واقعہ کے بعد میرے وجود پر ایک جدید دور کا آغاز شروع ہوا۔جس کا بیان طویل ہے۔انشاءاللہ آیندہ

آئے گا۔ یہ اوس صاحب العرب والعجم مبارک کا بیان ہے، جس کا ذکر بائبل کتاب دانی ائیل باب ۱۲۔آیت ۸ سے لے کر ۱۳ تک اور سورہ طٰہٰ رکوع ۵ میں بالتفصیل بطور پیشگوئی آچکا ہے۔ مجھے خدا تعالیٰ نے بارہا خبر دی ہے کہ دانی ائیل نبی کی کتاب اور سورہ طٰہٰ میں محمد رسول اللہ علیہ السلام کی آمد ثانی کی پیشگوئی ہے۔ دیکھو دانی ائیل باب ۱۲۔آیت ۸: فرمایا جب وہ مقدس لوگوں کے اقتدار کو نیست کر چکیں گے، تو یہ سب کچھ پورا ہو جائے گا۔اور میں نے سنا پر سمجھ نہ سکا۔تب میں نے کہا: اے میرے خداوند ان کا انجام کیا ہوگا۔اس نے کہا اے دانی ائیل تو اپنی راہ لے۔ کیونکہ یہ باتیں آخری وقت تک بند و سربمہر رہیں گی اور بہت لوگ پاک کئے جائیں گے اور صاف و براق ہوں گے۔لیکن شریر شرارت کرتے رہیں گے اور شریروں میں سے کوئی نہ سمجھ سکے گا، پر دانشور سمجھیں گے......"۔(اسرار شریعت جلد دوم۔ کتاب علم تاویل الاحادیث بالقرآن والحدیث ۔لوح نمبر ۱۰۔صفحہ ۴۔۶)

"(سوال) خواب میں ڈاکٹر صاحب کو خوبصورت، نوجوان، نوعمر تازہ ریش والا کون دکھایا گیا تھا۔(جواب) اس نوجوان مبارک وجود کو خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ وہ خود بول کر اپنی شہادت پیش کرے۔ مجھے اس کے بیان قلمبند کر کے اشاعت کا حکم ہے۔آگے انشاء
اللہ بیان آئے گا۔(سوال) کیا خواب بین کی قوت متخیلہ کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ جو کچھ اس نے دن میں خیال کیا، وہی متشکل ہو کر خواب میں سامنے آ گیا، جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

چشم عاشق خاک کوئے دلستان بیند بخواب
ہر چہ کس بیند بہ بیداری ہماں بیند بخواب

(جواب) خواب بین نے کبھی مجھے اس کذائی حالت میں بعالم شہادت نہیں دیکھا اور نہ میرا ہمنام نوجوان کبھی انہوں نے اس حالت میں دیکھا تھا۔ میں اسکو عرصہ بیس سال ۱۳۳۵ ہجری سے چھپا رہا تھا۔ اس نوجوان کی اس ہیئت اور اس عمر کو میرے وجود آئینہء جہان نما کے اندر بجز خدا تعالیٰ کے دنیا میں کوئی دیکھنے والا اور جاننے والا انسان نہیں تھا۔ اور نہ میں نے اسکو بجز اشارات و کنایات کے اس طرح ظاہر کیا تھا جیسا کہ وہ خواب بین صاحب کو دکھایا گیا ہے۔ پس یہ خدا کا فعل ہے کہ اس نے اصل واقعہ کا نقشہ کھینچ کر ظاہر کر دیا ہے۔ بالفرض اگر میں اس امر کا اعلان کر دیتا کہ خاکسار کے وجود شیشہ حق نما کے اندر بیس سال سے ایک دوسرا انسان زندگی بسر کر رہا ہے، تو علمائے کرام یہ فتویٰ دے دیتے کہ تناسخ کا مسئلہ گھڑنے کیلئے ایسا لکھ دیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: تناسخ مردود ہے۔ یہ عجائبات قدرت کے کرشمے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورت ابراہیم و سورۃ واقعہ کے خلق جدید والے بیانات اور مشکوٰۃ کی حدیث نبوی کی پیشگوئی کے اظہار کے لئے ایسا خواب ایک سعادت مند انسان کو دکھایا ہے"۔ (سابقہ حوالہ۔ صفحہ ۸۔۹)

"(سوال) خواب بین کو میرے دو وجود کیوں دکھائے گئے۔

(جواب) اگر کسی شخصیت کا عکس بجز کسی خاص آئینہ کے نہ دیکھا جا سکے، تو وہ آئینہ تلاش کرنا چاہیئے۔ پس وہ شخصیت و آئینہ بوجہ انعکاس بیک دیگر ایک بھی ہیں اور ایک دوسرے سے جدا بھی ہیں۔ کیونکہ آئینہ کا وجود اور عکس ایک چیز نہیں

ہیں۔ خاکسار کا وجود اوس جوان کے وجود کا آئینہ ہے۔ اس جگہ ایک معمہ باقی ہے، جو آیندہ انشاءاللہ آئے گا۔

نوعمر شخصیت: خوبصورت اور شکیل نوجوان جس کو خواب بین نے دیکھا ہے، وہ نبی کریم محـمـد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود ہے۔ جو بطور خلق جدید آنحضرت کے اپنے ہی اعمال واخلاق حسنہ سے خاکسار کے وجود میں بیس سال سے ۱۳۳۵ ہجری سے خدا کے قدیمی وعدہ کے موجب اب تک تیار ہوتا رہا ہے۔ یہی وہ نوری جسم اور مبارک وجود ہے، جس کے متعلق مسیح کے الہام میں الفاظ وارد ہوئے: جاءک النور و هو افضل منک ۔ ترجمہ: تیرے پاس نور آئے گا، جو تجھ سے افضل ہوگا۔ اس وجود کی تخلیق جدید میں مسیح کا برزخی وجود بھی شامل ہے۔ یہ نور جس وجود میں عکس پذیر ہو رہا ہے، وہ اس خاکسار کا روحانی وجود ہے۔ نبی کریم کی یہی آخری برزخی قبر ہے، جس کا ذکر بطور پیشگوئی مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۴۸۰ پر...... وارد ہوا ہے اور ڈاکٹر صاحب کو صفائی قلب کی وجہ سے خدا نے اصل حال سے اطلاع فرمائی ہے......" (سابقہ حوالہ۔ صفحہ ۱۲۔۱۳)

محمدیہ سلسلہ کا دور

اپنی وفات سے دو سال قبل اجی نے سلسلہ محمدی کا پرچار شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے "اہلحدیث" امرتسر کے شمارہ ۱۳ اگست ۱۹۳۷ء میں چھپنے والے خط میں لکھا تھا: میں محمدی ہوں۔ اس بارہ میں آپ دوسری جگہ پر لکھتے ہیں:

"اب محمدیہ سلسلہ کا دورہ چل پڑا ہے۔ محمد رسول اللہ علیہ السلام خود مبعوث ہو چکے ہیں۔ نبی کریم کی کتابت وحی الٰہی کا کام خاکسار میں جلوہ گر ہے۔ ساری دنیا کو محمدیت اپنے اندر لینا چاہتی ہے۔ فیصلہ ہو چکا"۔
(خادم المسلمین نمبر ۷۔ ۲۲ جولائی ۱۹۳۷ء، مطابق ۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ۔ صفحہ ۵)

☆ ۲۳ جنوری ۱۹۳۷ء۔ "محمد رسول اللہ زندہ ہو کر آ گئے ہیں" (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۶۷۳۔ نمبر ۹۵۰۰)

☆ ۱۲۲ اگست ۱۹۳۷ء۔ " کوئی مہدی نہیں بجز محمد رسول اللہ کے۔ کوئی ہادی نہیں بجز محمد رسول اللہ کے"۔ (الہامات الٰہیہ۔ صفحہ ۷۰۸۔ نمبر ۱۰۰۶۷)